قیصر و کسریٰ

نسیم حجازی

قیصر و کسریٰ



نسیم حجازی

جہانگیر بک ڈپو
• لاہور • راولپنڈی • ملتان • حیدرآباد • کراچی

پہلا حصّہ



پیاسی ریت

باب (۱)

ایک روز، دوپہر سے کچھ پہلے عاصم اور عباد یروشلم سے کوئی پانچ کوس دور پھر اُس سرائے کے قریب پہنچ چکے تھے، جہاں انہوں نے چند ہفتے قبل دمشق جاتے ہوئے ایک رات قیام کیا تھا۔ اپنی عمر کے لحاظ سے عاصم اُن تندرست اور توانا لوگوں میں سے تھا جو بچوں میں جوان اور جوانوں میں کمسن دکھائی دیتے ہیں۔ تاہم اُس کا خوبصورت چہرہ اُن طوفانوں سے آشنا معلوم ہوتا تھا جو ایک نوجوان کو قبل از وقت سنجیدہ بنا دیتے ہیں۔ اپنے لباس سے وہ ایک عالی نسب عرب معلوم ہوتا تھا اور اس کی سیاہ اور چمکیلی آنکھیں شوخی، ذہانت اور غرور کے علاوہ اُس حوصلے اور خود اعتمادی کی آئینہ دار تھیں جو عمر کا ایک حصہ ناہموار اور پرخطر راستوں پر گزارنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ وہ ترکش کمان اور تلوار سے سجا، ایک خوبصورت کُمیت گھوڑے پر کچھ اس انداز سے بیٹھا تھا کہ اگر اُس کے دائیں بائیں مسلّح دشمن کی صفیں ہوتیں تو بھی اُس کی خود اعتمادی میں فرق نہ آتا۔ یا اگر وہ ایک عرب کی بجائے کسی رومی سپاہی کے لباس میں ہوتا اور اُس کے پیچھے ایک غلام کی بجائے سواروں کی فوج ہوتی تو اُس کی بیباک نگاہیں اس فوج کی فتح کی ضمانت سمجھی جاتیں تاہم اگر یہ نوجوان کسی گزرگاہ پر چند اچھلتے، کودتے اور ہنستے کھلکھلاتے بے فکر لڑکوں کے سامنے نمودار ہوتا تو تماشائی اُس کے سپاہیانہ انداز کی بجائے اُس کی مسکراہٹیں دیکھنا اور اُس کے قہقہے سننا زیادہ پسند کرتے۔

عباد، اُس کا دراز قامت اور بھاری بھرکم غلام جو عمر میں اُس سے دس بارہ سال بڑا معلوم ہوتا تھا۔ ایک اونٹ پر سوار تھا اور دوسرے اونٹ پر جس کی نکیل عباد کے اونٹ کی دم سے بندھی تھی، سامان

لدا ہوا تھا۔

سرائے کی چار دیواری باہر سے ایک قلعے کی فصیل معلوم ہوتی تھی۔ عباد اور عاصم دروازے کے سامنے اتر پڑے اور اپنے گھوڑے اور اونٹوں سمیت اندر داخل ہوئے۔ سرائے کی دو منزلہ عمارت زیادہ بڑی نہ تھی لیکن صحن خاصا کشادہ تھا۔ برآمدے کے آگے لکڑی کے ستونوں پر کھجور کے تنوں اور پتوں کی چھت کے نیچے عام مسافروں کے لئے ایک طرف چٹائیاں بچھی تھیں اور دوسری طرف چند بوسیدہ میزیں اور تخت پڑے تھے۔ باقی صحن میں جگہ جگہ انجیر اور زیتون کے درخت تھے۔ بائیں ہاتھ کی دیوار کے ساتھ ایک طویل چھپر اصطبل کا کام دیتا تھا، جس کے اندر چند گھوڑے اور باہر چند اونٹ بندھے ہوئے تھے اور قریب ہی چند مسافر درختوں کی چھاؤں میں سُستا رہے تھے۔

چار یہودی ایک میز کے گرد بیٹھے جوا کھیل رہے تھے۔ اُن سے تھوڑی دور ایک قوی ہیکل شامی جو اپنی قیمتی قبا اور عمامے سے کسی قبیلے کا رئیس معلوم ہوتا تھا، شراب پی رہا تھا اور ایک حبشی غلام ادب سے سر جھکائے اس کے قریب کھڑا تھا۔ شامی تلوار اور خنجر سے مسلح تھا اور شراب کے اثر سے اُس کے چہرے کی خشونت درندگی میں تبدیل ہو رہی تھی۔

تیسری میز پر قبرص کے دو عیسائی، جو یروشلم کی زیارت کے لئے آئے تھے، کھانا کھا رہے تھے اور سرائے کا مالک، ایک شگفتہ مزاج مصری، جس کا نام فرمس تھا، اُن سے باتیں کر رہا تھا۔

جب عاصم اور عباد اپنے گھوڑے اور اونٹوں کو درختوں سے باندھ رہے تھے۔ فرمس اچانک اُن کی طرف متوجہ ہوا اور جلدی سے آگے بڑھ کر بولا: "اگر آپ یہاں ٹھہرنا چاہتے ہیں تو ان اونٹوں کو یہاں باندھنے کی بجائے چرنے کو باہر چھوڑ دیں۔ میں ان کی حفاظت کے لئے ایک نوکر بھیج سکتا ہوں۔"

عاصم نے جواب دیا "نہیں ان پر سامان لدا ہے اور ہم یہاں سے ابھی روانہ ہو جائیں گے، میں عرب تاجروں کے ایک قافلے کے ساتھ شامل ہونا چاہتا ہوں۔ یہ لوگ غطفان اور کلب قبائل سے تعلق رکھتے ہیں، کئی منزلوں تک میرا اور اُن کا راستہ ایک ہوگا۔ وہ مجھ سے چار دن پہلے روانہ ہو گئے تھے، شاید آپ کو اُن کے متعلق کچھ معلوم ہو ـــ"

فرمس نے جواب دیا "وہ کل ہی یہاں سے گزرے ہیں اور یروشلم میں ایک دو ہفتے ضرور قیام کریں گے"

عاصم نے کہا ـــ "نہیں وہ ایک دن سے زیادہ وہیں نہیں ٹھہریں گے۔ عرب میں امن کے ایام ختم ہونے کو ہیں اور میری طرح اُن کے لئے بھی کسی تاخیر کے بغیر گھر پہنچنا ضروری ہے۔ میں آج شام تک یروشلم پہنچنا چاہتا ہوں، آپ ہمارے لئے کھانے کا انتظام کر دیجئے۔ اور اگر آپ کا نوکر، جس نے پچھلی مرتبہ میرے گھوڑے کی نعل بندی کی تھی، فارغ ہے تو اُسے بلا دیجئے۔ میں نئے نعل لگوانا چاہتا ہوں اور ایسا کاریگر مجھے راستے میں کہیں اور نہیں مل سکے گا۔"

"یہ کام ابھی ہو جائے گا۔ پہلے یہ بتائیے کہ آپ کا سفر کیسا رہا؟"

عاصم نے جواب دیا "دمشق میں میرے گھوڑے بہت اچھی قیمت پر فروخت ہوئے تھے۔ لیکن جنگ کے باعث وہاں تلواروں کی قیمت بھی بہت زیادہ تھی۔ اس لئے میں نے صرف چند تلواریں خریدنے پر اکتفا کیا ہے اور باقی سرمائے سے ریشمی کپڑا خرید لیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ کپڑے کی تجارت سے مجھے اچھا خاصا نفع ہوگا اور پھر اگر مزید تلواروں کی ضرورت پیش آئی تو ہم موتہ سے سستی قیمت پر منگوا سکیں گے۔"

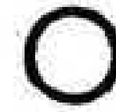
فرمس نے سنجیدہ ہو کر کہا "میں دعا کرتا ہوں کہ اپنے وطن پہنچ کر تم یہ سنو کہ تمہاری جنگ ختم ہو چکی ہے اور تمہیں مزید تلواریں خریدنے کی ضرورت نہیں۔"

عاصم نے جواب دیا "ہم واقعی جنگ سے تنگ آ چکے ہیں اور دونوں قبائل کے بیشتر خاندان امن کے خواہش مند ہیں۔ لیکن میرا خاندان اُن میں سے نہیں ہے۔ میرے لئے اِس سے بُری خبر اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ اوس اور خزرج کی جنگ ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکی ہے اور میں اپنے باپ اور بھائیوں کے خون کا بدلہ نہیں لے سکتا۔ میرے چچا نے مجھے صرف اس لئے تلواریں خریدنے بھیجا تھا کہ ہمارے قبیلے کے دولت مند لوگ جن کے پاس تلواریں ہیں لڑائی سے مُنہ پھیر چکے ہیں اور غریب جن کی حمیّت ابھی تک زندہ ہے۔ یہودی تاجروں کو تلواروں کی مُنہ مانگی قیمت ادا نہیں کر سکتے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ تلواریں حاصل کر لینے کے بعد جب چند آدمی میدان میں نکل آئیں گے تو قبیلے کا کوئی آدمی گھر میں نہیں بیٹھ سکے گا ـــ"

فرمس نے گفتگو کا موضوع بدلنے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے کہا "تم اپنا بہترین گھوڑا واپس لے آئے ہو۔ اگر اب بھی اپنا ارادہ بدل سکو تو میں اسے خریدنے کے لئے تیار ہوں۔"

عاصم نے جواب دیا "اگر اسے فروخت کرنے کی نیت ہوتی تو میں پہلے ہی انکار نہ کرتا۔ آپ کی طرح دمشق میں بھی کئی خریدار اس کی مُنہ مانگی قیمت ادا کرنے کو تیار تھے، لیکن یہ میرا بہترین دوست ہے۔"

فرمس نے کہا۔ "بہت اچھا اگر یہ گھوڑا تمہیں اتنا ہی عزیز ہے تو میں اصرار نہیں کرتا۔ آؤ، میں تمہارے کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔"



عاصم فرمس کے ساتھ چل دیا۔ لیکن چند قدم چلنے کے بعد اُس نے مُڑ کر اپنے ساتھی کی طرف دیکھا اور کہا۔

"آؤ عباد!"

عباد اپنے نوجوان آقا کے ساتھ خاصا بے تکلف تھا، لیکن دوسروں کی موجودگی میں اُسے ایک غلام کی حدود سے تجاوز کرنا پسند نہ تھا۔ اُس نے کہا "نہیں جناب آپ میرا کھانا یہیں بھجوا دیجئے۔"

فرمس نے پوچھا۔ "آپ نے یہ غلام کہاں سے حاصل کیا؟"

عاصم نے جواب دیا "جب یہ سات آٹھ سال کا تھا، تو اسے میرے والد نے یمن کے ایک یہودی تاجر سے خریدا تھا، اس وقت تک میں پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔"

فرمس اپنے ایک نوکر کو گھوڑے کی نعل بندی کرانے اور دوسرے کو کھانا لانے کا حکم دے کر عاصم کے ساتھ چھپر کے نیچے بیٹھ گیا۔

عاصم نے کہا "آپ کو یاد ہے، میں ایک مرتبہ پہلے بھی یہاں آیا تھا؟"

"کب؟"

"کوئی چار سال قبل میں نے اپنے والد کے ساتھ یہاں تین دن قیام کیا تھا اس کے بعد ہم ایک قافلے کے ہمراہ دمشق چلے گئے تھے۔ قریباً چھ مہینے وہاں گزارنے کے بعد ہم واپسی پر بھی ایک دن یہاں ٹھہرے تھے۔"

فرمس نے کہا "مجھے یاد نہیں۔ لیکن پچھلی مرتبہ سریانی میں تمہاری گفتگو سننے کے بعد میرا اندازہ تھا کہ تم پہلے بھی ان علاقوں کی سیاحت کر چکے ہو۔"

عاصم نے کہا "میں غیر زبانیں سیکھنے کے معاملہ میں خاصا تیز ہوں ——— چنانچہ دمشق میں چھ مہینے بعض یہودیوں سے میل جول کے باعث میں نے اُن کی زبان میں بھی شُد بُد پیدا کر لی تھی۔"

دوسری میز پر جُوا کھیلنے والے یہودیوں میں سے ایک آدمی اُٹھا اور اس نے آگے بڑھ کر عاصم سے کہا "نوجوان! ہمارے ساتھ قسمت آزمائی نہیں کرو گے؟"

"نہیں، میں نے گھر سے روانہ ہوتے وقت قسم کھائی تھی کہ اپنا عہد پورا کرنے سے پہلے میں جُوا کھیلوں گا، نہ شراب کو ہاتھ لگاؤں گا۔"

"تو پھر تم عرب نہیں ہو سکتے۔"

عاصم نے کہا "اگر تمہیں اصرار ہے تو میں تمہارے ساتھ جُوا کھیلے بغیر بھی اپنے عرب ہونے کا ثبوت دے سکتا ہوں۔"

یہودی نے عاصم سے الجھنے کی ضرورت محسوس نہ کی اور کچھ کہے بغیر اپنے ساتھیوں کی طرف چل دیا۔

اچانک شامی رئیس جو شراب کی صراحی خالی کر چکا تھا، اپنی جگہ سے اٹھا اور یہودیوں کے قریب جا کر بولا۔

"میں تمہارے ساتھ قسمت آزمائی کو تیار ہوں۔"

یہودی پریشان ہو کر اس دیو قامت انسان کی طرف دیکھنے لگے، بالآخر اُن میں سے ایک نے قدرے جرأت سے کام لیتے ہوئے کہا "نہیں جناب! ہم غریب یہودی ایک معزز شامی کے ساتھ بازی لگانے کی جسارت نہیں کر سکتے ———"

شامی نے اُس کی گردن دبوچ کر کُرسی سے نیچے پھینک دیا اور گرجتی ہوئی آواز میں کہا "اگر تم یہودی ہو تو تمہیں ہمارے برابر بیٹھنے کی جرأت کیسے ہوئی؟"

دوسرے یہودی نے کہا "جناب یہ ایک سرائے ہے اور آپ کو یہاں ہمارے ساتھ زیادتی نہیں کرنی چاہیے ———"

"میں تمہاری کھال اتار دوں گا" شامی نے یہ کہہ کر اُس کے مُنہ پر تھپڑ رسید کیا اور وہ بھی اپنے ساتھی کی طرح کُرسی سے گر پڑا۔ ی دو بھاگ کر چند قدم کے فاصلے پر جا کھڑے ہوئے اور شرابی نے نشے کی حالت میں فحش گالیاں

بلکنا شروع کر دیں۔

"یہ کون ہے؟" عاصم نے دبی زبان میں فرمس سے سوال کیا۔

"یہ ایک شامی قبیلے کا رئیس ہے، یہ میری بدقسمتی تھی کہ میں نے اسے اپنی سرائے میں ٹھہرا لیا ہے۔ یہ صبح سے شراب کی دو صراحیاں خالی کر چکا ہے۔ اور وہ مسافر جو سائبان سے دور بیٹھے ہیں، کئی بار اس کی گالیاں سن چکے ہیں۔ اگر یہ پڑوس کے ایک خونخوار قبیلے کا رئیس نہ ہوتا تو یہ مسافر اس کی بوٹیاں نوچ ڈالتے۔ میں نے اپنا ایک آدمی یروشلم بھیج دیا ہے، وہاں ایک رومی افسر میرا دوست ہے، اگر اُس نے کسی سپاہی کو روانہ کر دیا تو اس کا سارا نشہ ہرن ہو جائے گا۔"

شامی رئیس نے گرے ہوئے یہودی کو چند لاتیں رسید کرنے کے بعد واپس آکر خالی صراحی اُٹھائی، اُسے پیالے میں الٹ کر دیکھا اور پھر فرمس کی طرف متوجہ ہو کر چلایا "کیا دیکھ رہے ہو یہ صراحی خالی ہو چکی ہے۔"

فرمس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا "جناب آپ بہت پی چکے ہیں۔"

شامی نے گرج کر کہا "کیا بکتے ہو؟"

"جناب میں .... میں نے یہ کہا ہے کہ شراب ختم ہو چکی ہے۔"

"تم جھوٹ بولتے ہو۔ میں تمہاری سرائے اور تمہارے گھر کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔" شامی برآمدے کی طرف بڑھا۔ فرمس کے چار نوکروں نے بھاگ کر اُس کا راستہ روکنے کی کوشش کی، لیکن اُس نے اچانک تلوار نکال لی اور وہ بدحواس ہو کر ایک طرف ہٹ گئے۔

فرمس نے قدرے جرأت سے کام لیتے ہوئے آگے بڑھ کر کہا "دیکھئے جناب آپ بہت زیادتی کر رہے ہیں۔ میں آپ کو اندر نہیں جانے دوں گا۔"

شامی نے اچانک اپنی تلوار سیدھی کر لی اور فرمس سراسیمگی کی حالت میں اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹتا ہوا برآمدے کے ستون سے جا لگا۔ شامی جس کی تلوار کی نوک اُس کے سینے پر تھی، قہقہے لگا رہا تھا۔ فرمس کے نوکر بے بسی کی حالت میں چیخیں مار رہے تھے۔ شامی اور اس کا حبشی غلام جو تلوار نکال کر اپنے آقا کی مدد کے لئے پہنچ چکا تھا، انہیں ڈرا دھمکا کر چند قدم دور رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

فرمس چلایا "خدا کے لئے مجھ پر رحم کیجئے۔ میں ایک غریب الوطن مصری ہوں۔ میں نے آپ کے ساتھ کوئی گستاخی نہیں کی۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ زیادہ نشے کی حالت میں آپ کے لئے سفر کرنا ٹھیک نہیں ہوگا۔ لیکن اگر آپ حکم دیتے ہیں تو میں شراب کا پورا مٹکا پیش کرنے کو تیار ہوں۔"

شامی نے تلوار کی نوک اُس کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا "ذلیل آدمی اپنی زبان بند کرو ورنہ ...." فرمس شامی کے الفاظ سے زیادہ اپنی شاہرگ پر اُس کی تلوار کا دباؤ محسوس کر کے خاموش ہو گیا، اب شامی کبھی اپنا ہاتھ پیچھے کر لیتا، اور کبھی اپنی تلوار کی نوک اُس کے پیٹ، سینے، گردن یا چہرے کے قریب لے جاتا۔ تماشائی جو پہلے یہ سمجھ رہے تھے کہ فرمس کا آخری وقت آچکا ہے، اب یہ محسوس کر رہے تھے کہ یہ مہیب صورت انسان صرف اپنی زندہ دلی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ اچانک برآمدے سے ایک نوعمر لڑکی نمودار ہوئی اور اُس نے چیخیں مارتے ہوئے آگے بڑھ کر شامی کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی۔ لیکن اس دیوقامت آدمی نے اپنا ہاتھ جھٹک دیا اور وہ ایک طرف گر پڑی۔

فرمس چلایا "انطونیہ! انطونیہ! خدا کے لئے یہاں سے بھاگ جاؤ۔"

لڑکی نے جلدی سے اٹھنے کی کوشش کی، لیکن شامی نے اچانک بائیں ہاتھ سے اُس کے بال پکڑ لئے، ایک عورت جو صورت سے اس لڑکی کی ماں معلوم ہوتی تھی چیخیں مارتی آگے بڑھی اور آس پاس جمع ہونے والے لوگوں کو مدد کے لئے پکارنے لگی۔ شامی دوبارہ اپنی تلوار فرمس کی گردن پر رکھتے ہوئے چلایا "اگر اس عورت نے اپنی زبان بند نہ کی تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔"

عورت خاموش ہو گئی۔ اچانک عاصم جس کے لئے یہ کھیل ناقابل برداشت ہو چکا تھا، تلوار سونت کر شامی کے قریب پہنچا اور بولا "میں نے آج تک اتنا بزدل آدمی نہیں دیکھا۔"

شامی نے مڑ کر عاصم کی طرف دیکھا اور کہا "اگر یہ بزدل نہ ہوتا تو میں پہلے ہی وار میں اس کی گردن اڑا دیتا۔"

عاصم نے کہا "بزدل یہ نہیں، تم ہو۔"

شامی کو اپنے کانوں پر اعتبار نہ آیا۔ اُس نے کہا "تم مجھے بزدل کہہ رہے ہو؟ یہ جانتے ہو میں کون ہوں؟"

"ہاں میں تمہیں جانتا ہوں تم ایک وحشی ہو، جسے ایک نہتے مرد اور ایک بے بس لڑکی پر ہاتھ اٹھاتے شرم نہیں آتی۔"

شامی نے غضب ناک ہو کر لڑکی کو ایک طرف دھکیل دیا اور پھر پے در پے عاصم پر کئی وار کئے۔ عاصم اُس کے وار تلوار پر روکتا ہوا چند قدم پیچھے ہٹا لیکن جب اُس نے جوابی حملہ کیا تو شامی کا جوش و خروش پریشانی اور اضطراب میں تبدیل ہونے لگا۔ تماشائی جو کچھ دیر پہلے دم بخود کھڑے تھے اب تحسین کے نعرے لگا رہے تھے۔ شامی کے غلام نے اپنے آقا کو پیچھے ہٹتا دیکھ کر عقب سے عاصم پر وار کرنے کی کوشش کی لیکن عباد نے بھاگ کر اُس کی گردن پر مُکا مارا اور وہ زمین پر گر پڑا، عباد نے اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی اور ایک پاؤں اُس کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا۔ "تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم اطمینان سے یہاں لیٹے رہو۔"

تھوڑی دیر بعد جب شامی ایک تھکے ہوئے گھوڑے کی طرح ہانپ رہا تھا۔ چھ سوار سرپٹ گھوڑے دوڑاتے سرائے میں داخل ہوئے اور کسی توقف کے بغیر گھوڑوں سے کود پڑے۔ فرمس بھاگ کر آگے بڑھا اور اُس نے ایک بارعب آدمی سے جو رومی فوج کا بڑا عہدہ دار معلوم ہوتا تھا مخاطب ہو کر کہا۔ "آپ ذرا دیر سے تشریف لائے ہیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ سے پہلے میری حفاظت کے لئے یہاں ایک فرشتہ پہنچ جائے گا ورنہ میں آپ کو تکلیف نہ دیتا۔ اگر یہ شریف عرب یہاں نہ پہنچتا تو اس وقت آپ یہاں میری لاش دیکھتے۔"

رومی افسر جس کی نگاہیں صحن میں داخل ہوتے ہی عاصم اور اُس کے حریف پر مرکوز ہو چکی تھیں، کوئی جواب دیئے بغیر آگے بڑھا لیکن لڑائی کا رنگ دیکھ کر اُس نے فوری مداخلت کی ضرورت محسوس نہ کی اور اُس کے ہاتھ کا اشارہ پا کر اُس کے ساتھی بھی تماشائیوں کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔

عاصم نے پے در پے حملوں کے بعد شامی کو ہر طرف سے دھکیل کر اُس ستون سے لگا دیا جہاں کچھ دیر پہلے فرمس انتہائی بے بسی اور مایوسی کی حالت میں کسی معجزے کا انتظار کر رہا تھا۔ عاصم نے اُس کے جسم کی بجائے صرف اُس کے لباس کو اپنا ہدف بنانے پر اکتفا کیا تھا۔ چنانچہ شامی کی بیش قیمت قبا کئی جگہ سے چاک ہو چکی تھی، تھکاوٹ اور شراب کے نشے سے چور ہونے کے باعث ہر آن اُس کی ہمت جواب دے رہی تھی۔

عاصم نے اپنی تلوار کی نوک سے اُس کا عمامہ ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ "شراب کا نشہ گیدڑوں کو شیر نہیں بنا سکتا۔ اگر تم چاہو تو تلوار پھینک کر اپنی جان بچا سکتے ہو۔"

عاصم کے یہ الفاظ اُس کے حریف کے لئے ایک تازیانہ ثابت ہوئے اور وہ اپنی رہی سہی قوت بروئے کار

لاتے ہوئے ایک مذبوحی درندے کی طرح اُس پر ٹوٹ پڑا، لیکن یہ ایک اندھے جوش کا آخری مظاہرہ تھا۔ عاصم کو چند قدم پیچھے ہٹانے کے بعد شامی کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور وہ چند ثانیے ہوا میں اندھا دھند تلوار گھمانے کے بعد اوندھے مُنہ گر پڑا۔

رُومی افسر جلدی سے آگے بڑھا اور اُس نے عاصم کا بازو پکڑ کر اُسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔ "نوجوان! تم نے ایک شریف آدمی کی مدد کی ہے اور میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ میں ذرا دیر سے پہنچا اور یہ پورا تماشا نہیں دیکھ سکا۔ تم نے ایک مست ہاتھی کو پچھاڑا ہے۔"

عاصم کو قدرے پریشان دیکھ کر فرمس نے رومی افسر کی ترجمانی کر دی اور اُس نے سریانی میں جواب دیا۔ "یہ صرف شراب سے مدہوش تھا اور اسے پچھاڑ کر مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی۔"

فرمس نے کہا۔ "تم اسے نہیں جانتے۔ لیکن میں اس کے متعلق سب کچھ سُن چکا ہوں۔ تیغ زنی میں اس علاقے کے تمام قبائل اس کا لوہا مانتے ہیں۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "تو پھر مجھے اس بات کا افسوس ہونا چاہیئے کہ آج یہ ہوش میں نہیں تھا۔"

رومی افسر نے سریانی زبان میں کہا۔ "تم بہادر بھی ہو اور شریف بھی، اگر پسند کرو تو ہماری فوج میں تمہیں عزت کی جگہ مل سکتی ہے۔"

"شکریہ لیکن میں اپنے گھر جا رہا ہوں اور وہاں میری زیادہ ضرورت ہے۔"

"تمہارا گھر کہاں ہے؟"

"میں عرب سے آیا ہوں اور میرا گھر یثرب میں ہے۔"

رومی نے کہا۔ "میرا نام پطلیوس ہے۔ اگر تم یروشلم سے گزرتے ہوئے میرے پاس قیام کرو تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"شکریہ لیکن میں وہاں نہیں ٹھہر سکوں گا۔ میں بلا تاخیر اپنے گھر پہنچنا چاہتا ہوں۔"

رُومی نے کہا۔ "فرمس میرا دوست ہے اور تم نے اس کی جان بچائی ہے۔ اب مجھے یہ پوچھنا ہے کہ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

فرمس کے دو مسافروں میں سے ایک نے رومی افسر سے مخاطب ہو کر کہا۔ "جناب اس نے ہم سب کی جان بچائی ہے۔"

ہم قبرص سے آئے ہیں اور یہ بات ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ رومی حکومت نے اِس قسم کے وحشی انسانوں کو اتنی آزادی دے رکھی ہے۔ ہمیں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ایک درندہ اپنے پنجرے سے باہر نکل آیا ہے۔"

ایک یہودی نے فریاد کی "جناب اِس وحشی نے ایک معصوم لڑکی پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے بھی شرم محسوس نہیں کی۔ مجھے ڈر تھا کہ یہ شراب کے نشے میں ہم سب کو قتل کر ڈالے گا۔"

تمام مسافر باری باری شامی کے خلاف اپنے غم اور غصے کا اظہار کر رہے تھے۔ لیکن عباد جس نے شامی کے گرتے ہی اُس کی تلوار چھین لی تھی اب لوگوں کو رومی افسر کی طرف متوجہ دیکھ کر تلوار کی نیام اور خنجر پر قبضہ کر چکا تھا۔ حبشی غلام خوفزدہ ہونے کے باوجود زیادہ دیر اپنے آقا کی بے بسی کا تماشا نہ دیکھ سکا اور جب عباد نے شامی کی قبا کے اندر ہاتھ ڈال کر سکوں سے بھری ہوئی تھیلی بھی نکال لی تو اُس نے آگے بڑھ کر اُس کا ہاتھ پکڑ لیا لیکن عباد ایک ہی جھٹکے میں اپنا ہاتھ چھڑا کر اٹھا اور حبشی کو دھکا دے کر چند قدم پیچھے ہٹا دیا۔ اس کے بعد حبشی کو آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی، تاہم اُس نے شور مچا کر حاضرین کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

"یہ کون ہے؟" رومی افسر نے برہم ہو کر پوچھا۔

فرمس نے جواب دیا "جناب یہ اس وحشی کا غلام ہے۔"

حبشی نے عباد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رومی افسر سے فریاد کی "جناب اس نے میرے آقا کی تلوار اور خنجر چھین لئے ہیں۔ اِس نے میرے آقا کی تھیلی بھی نکال لی ہے اور میری تلوار بھی چھین لی ہے۔ جناب میرے آقا ہوش میں آتے ہی میری کھال اُدھیڑ دیں گے۔ اُن کی تلوار بہت قیمتی ہے جناب!"

رومی نے جواب دیا "تمہارے آقا کو یروشلم کے قید خانے میں ہوش آئے گا۔ اور ہم اِسے رہا کرنے سے پہلے اس بات کا اطمینان کر لیں گے کہ تم اُس کے عتاب سے محفوظ ہو۔ اب اگر اس کا گھوڑا یہاں موجود ہے تو اِسے اُس پر لاد دو اور ہمارے ساتھ چلو۔"

حبشی خاموش ہو گیا، لیکن جب عباد تلوار اٹھا کر نیام میں کرنے لگا تو وہ دوبارہ چلاّ اٹھا "جناب میرے آقا ہوش میں آتے ہی اپنی تلوار کے متعلق پوچھیں گے۔ یہ بہت قیمتی ہے اور اس نے میری تلوار بھی کہیں چھپا دی ہے۔ اس نے میرے آقا کا خنجر اور تھیلی بھی کہیں غائب کر دی ہے۔"

رومی نے آگے بڑھ کر عباد کے ہاتھ سے تلوار لے لی، اُسے نیام سے نکال کر عباد سے پوچھا "تم کون ہو؟"

عباد کی بجائے عاصم نے جواب دیا "جناب یہ میرا غلام ہے۔ اور ہمارے ملک میں غلام اپنے آقا کے مغلوب کردہ دشمن کی تلوار پر قبضہ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں لیکن یہ شامی چونکہ آپ کی رعیت ہے، اس لئے اِس کے سامان کے متعلق آپ بہتر فیصلہ کر سکتے ہیں۔"

رومی نے مسکرا کر عاصم کی طرف دیکھا اور تلوار نیام میں کر کے عباد کو واپس دیتے ہوئے کہا "یہ تلوار بہت خوبصورت ہے لیکن میں ایک بہادر آدمی کو اُس کی فتح کے انعام سے محروم نہیں کر سکتا۔"

عاصم نے عباد سے کہا "عباد ہمیں صرف تلواروں کی ضرورت تھی۔ تھیلی واپس کر دو۔"

عباد کو مذبذب دیکھ کر فرمس نے فوری مداخلت کی ضرورت محسوس کی اور رومی افسر سے مخاطب ہو کر کہا "جناب میرے اصطبل میں ان کے دو خوبصورت گھوڑے بھی بندھے ہوئے ہیں، ان کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟"

رومی نے مسکرا کر جواب دیا "گھوڑوں کا مالک بے ہوش ہے اور رومی حکومت ان کی حفاظت کا ذمہ نہیں لے سکتی مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ میری آمد سے قبل اس وحشی کو قتل کیوں نہیں کر دیا گیا تھا۔ لیکن آپ مطمئن رہیں، آئندہ یہ اس سرائے کا رُخ نہیں کرے گا۔"

شامی کے غلام نے کہا "جناب آپ نے یہ حکم دیا تھا کہ میں اپنے آقا کو گھوڑے پر لاد کر آپ کے ساتھ چلوں۔"

رومی نے جواب دیا "تمہارے آقا کے سر پر ٹھنڈا پانی ڈالنے کی ضرورت ہے، جب اسے ہوش آجائے گا تو اس کے لئے یروشلم کے قید خانے تک چلنا مشکل نہیں ہوگا۔"

ایک یہودی چلاّیا "جناب وہ ابھی سے ہوش میں آ رہا ہے۔"

تماشائیوں کی نگاہیں اچانک شامی پر مرکوز ہو گئیں، اس نے کروٹ بدلی پھر اٹھا اور اپنا سر دونوں ہاتھوں میں دبا کر بیٹھ گیا ـــــــ فرمس کا ایک نوکر پانی کا مٹکا اٹھا لایا اور اُس کے سر پر انڈیل دیا۔ شامی نے کوئی مزاحمت نہ کی۔ اب فرمس کے دوسرے نوکر بھی باری باری پانی کے مٹکے لا کر اُس کے سر پر انڈیل رہے تھے اور تماشائی قہقہے لگا رہے تھے۔

فرمس نے رومی افسر سے کہا "جناب آپ تشریف رکھئے میں آپ کے لئے اپنی بہترین شراب منگواتا ہوں۔"

رومی افسر ایک میز کے قریب بیٹھ گیا۔

فرمس نے عاصم کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔"آپ بھی تشریف رکھئے! میں آپ کے لئے کھانا بھجواتا ہوں۔"

عاصم نے رومی کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔"میں آپ کا شکرگزار ہوں۔ یہ دو تلواریں میرے لئے بہت بڑا انعام ہیں۔"

"لیکن میں نے دوسری تلوار نہیں دیکھی۔"

"وہ میرے غلام نے کہیں چھپا دی ہے۔"

"میں نے ایک عرب کو پہلی بار لڑتے دیکھا ہے۔ تمہاری فوج یقیناً بہت اچھی ہوگی۔"

"جناب عرب میں فوج نہیں ہوتی۔"

"عرب میں فوج نہیں ہوتی تو وہاں حکومت کیسے چلتی ہے؟"

"وہاں حکومت بھی نہیں ہوتی۔"

"وہاں فوج بھی نہیں ہوتی۔ حکومت بھی نہیں ہوتی، پھر سلطنت کا کاروبار کیسے چلتا ہے؟"

"جناب عرب کسی سلطنت کا نام نہیں۔"

"تمہارا مطلب یہ ہے کہ تمہارا کوئی بادشاہ نہیں ہوتا۔"

"نہیں۔"

رومی نے سراپا حیرت بن کر سوال کیا۔"تو پھر وہاں کیا ہوتا ہے؟"

"وہاں صرف قبائل یا خاندان ہیں۔"

"سلطنت، حکومت اور فوج کے بغیر قبائل یا خاندان کس طرح زندہ رہ سکتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ اُن کے درمیان امن کیسے قائم رہ سکتا ہے؟"

"جناب امن کا لفظ ہمارے کانوں کے لئے اجنبی ہے۔ قدرت نے ہمیں صرف مرنے اور مارنے کے لئے پیدا کیا ہے۔ عرب سے باہر میں نے ایک سلطنت کو دوسری سلطنت سے لڑتے دیکھا ہے لیکن وہاں صرف قبیلوں کے درمیان جنگیں ہوتی ہیں۔ عجم کے بادشاہوں کی جنگیں ایک کی فتح اور دوسرے کی شکست کے بعد ختم ہوسکتی ہیں لیکن ہماری جنگیں کبھی ختم نہیں ہوتیں۔"

"قبیلوں کی جنگ تو صرف ایک مضبوط حکومت ہی ختم کرسکتی ہے۔"

"لیکن ہم کسی ایسی حکومت کا تصور نہیں کرسکتے جو ہمیں لوٹ مار اور قتل و غارت کی آزادی سے محروم کردے۔"

"لیکن تم مجھے ایک قاتل یا لٹیرے نظر نہیں آتے۔"

عاصم نے جواب دیا۔"اگر میرے خاندان کے کسی آدمی کا قاتل یہاں ہوتا تو آپ کو میری صورت بہت مختلف نظر آتی ـــــ"

ایک عمر رسیدہ یہودی جھجکتا ہوا آگے بڑھا اور اُس نے ادب سے سلام کرنے کے بعد سوال کیا۔"جناب محاذِ جنگ سے کوئی تازہ خبر آئی ہے؟"

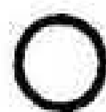
پطیوس نے قہر آلود نگاہوں سے یہودی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"تم کیسی خبر سننا چاہتے ہو؟"

یہودی نے بدحواس ہو کر جواب دیا۔"جناب ہم صرف آپ کی فتح کی خوش خبری سننا چاہتے ہیں۔ اور ہمیں یقین ہے کہ آرمینیا کی سرزمین ایرانی افواج کا قبرستان ثابت ہوگی۔"

پطیوس نے کہا۔"میں تمہارا شکرگزار ہوں لیکن محاذِ جنگ کی تازہ ترین خبر یہ ہے کہ ایرانی لشکر جس علاقے میں داخل ہوتا ہے، وہاں کے یہودی اُس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ ہمیں اپنے مستقبل کے لئے کوئی پریشانی نہیں، ہمیں اپنی طاقت پر بھروسا ہے لیکن تم لوگوں کو روم اور ایران کی جنگ سے دلچسپی لینے کی بجائے یہ سوچنا چاہیئے کہ بیرونی حملہ آوروں سے نبٹنے کے بعد جب ہم اپنے داخلی دشمنوں کی طرف توجہ کریں گے تو تمہارا انجام کیا ہوگا؟"

"جناب اگر آرمینیا کے یہودی گمراہ ہو چکے ہیں تو وہ اپنے کئے کی سزا بھگتیں گے لیکن آپ جیسے نیک دل حاکم کو ہماری وفاداری پر شبہ نہیں کرنا چاہیئے۔ شام کے تمام یہودیوں کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔"

یہودی دوبارہ ادب سے سلام کرنے کے بعد الٹے پاؤں پیچھے ہٹ گیا۔



تھوڑی دیر بعد عاصم کھانا کھانے اور رومی افسر پطیوس شراب پینے میں مشغول تھا اور فرمس ان کے قریب بیٹھا تھا۔ پطیوس نے شراب کا ایک جام پینے کے بعد میز سے صراحی اٹھائی اور دوسرا جام بھرتے ہوئے عاصم سے مخاطب ہوا۔"یہ شراب بہت اچھی ہے۔ اگر تم چند گھونٹ پی لیتے تو تمہاری تھکاوٹ دُور ہو جاتی۔"

عاصم نے جواب دیا۔"گھر سے نکلتے وقت میں نے اپنے والد اور بھائیوں کی قبروں پر کھڑے ہو کر یہ قسم کھائی تھی کہ میں اُن کے قاتلوں سے انتقام لئے بغیر شراب کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا اور میں اپنے عہد پر قائم رہنا چاہتا ہوں۔ اپنا فرض ادا کرنے کے بعد میں اچھی اور بُری شراب میں تمیز نہیں کروں گا۔"

عاصم اور فرمس سے کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد پطیوس نے اُن سے اجازت لی اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ تین سپاہی جنھیں اُس نے شامی رئیس کو یروشلم پہنچانے کا حکم دیا تھا، سرائے میں رک گئے اور باقی دو اُس کے ساتھ چل دیئے۔ یہ تین سپاہی پطیوس کے باہر نکلتے ہی شراب پر ٹوٹ پڑے اور انہوں نے دیکھتے دیکھتے صراحی خالی کر دی۔

فرمس نے ایک اور صراحی منگوا کر اُن کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔"یہ اپنے ساتھ لے جاؤ۔ تمہارے ساتھیوں کا حصہ بھی اس میں شامل ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد سپاہی اپنے قیدی کو لے کر چل دیئے۔ لیکن عاصم کو گھوڑے کی نعل بندی کے انتظار میں رکنا پڑا۔ پھر جب اُس نے فرمس سے رخصت چاہی تو اُس نے کہا۔"دیکھئے اتنی جلدی نہ کیجئے۔ اب شام ہونے والی ہے۔ آپ رات یہیں قیام کریں، میں علی الصباح آپ کو روانہ کر دوں گا۔ اگر آپ میری خاطر یہاں نہیں ٹھہر سکتے تو کم از کم میری بیوی اور بچی کو تو شکریہ ادا کرنے کا موقع دیں۔" عاصم فرمس کی مخلصانہ دعوت رد نہ کر سکا۔

غروب آفتاب کے وقت یروشلم سے غزہ کی طرف جانے والے مسافروں کا ایک قافلہ آ پہنچا اور فرمس عاصم کو سرائے کی بالائی منزل کے ایک کمرے میں ٹھہرا کر اُن کی دیکھ بھال میں مصروف ہو گیا۔ یہ کشادہ کمرہ جو صرف حکام اور رؤسا کے لئے مخصوص تھا، عجم کے اُن تکلفات سے آراستہ تھا جن سے ایک عرب کی نگاہیں ناآشنا تھیں۔ عاصم کچھ دیر خوبصورت قالین پر ٹہلنے کے بعد ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد عباد ہانپتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور بولا۔"اگر آپ اجازت دیں تو وہ دو گھوڑے ابھی فروخت ہو سکتے ہیں۔ ایک تاجر اُن کے بدلے دو تلواریں اور ریشم کی چند چادریں دینے کو تیار ہے۔ میں ان گھوڑوں کو ساتھ لے جانا خطرناک سمجھتا ہوں، اگر یروشلم میں اُس شامی کے قبیلے کے کسی آدمی نے اُنہیں پہچان لیا تو ہم مشکل میں پھنس جائیں گے۔ سرائے کے مالک کا بھی یہی خیال ہے کہ اگر یہ گھوڑے یہیں بک جائیں تو بہتر ہو گا۔"

عاصم نے کہا۔"آج قدرت ہمارے حال پر بہت مہربان ہے۔ میں ابھی ان گھوڑوں کے متعلق سوچ رہا تھا تم

جاؤ اور انہیں بلاتوقف فروخت کر دو۔ لیکن میں تمہاری ایک بات سے بہت خفا ہوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ اگر وہ رومی افسر، سرائے کے مالک کا دوست نہ ہوتا تو آج تم چوری کے جرم میں پکڑے جاتے۔ ایک خطرناک آدمی کی تلوار چھین لینے کو تو شاید رومی بھی اتنا بُرا نہ سمجھتے لیکن تمہیں اُس کی جیب خالی کرتے ہوئے بھی کوئی شرم محسوس نہیں ہوئی۔"

عباد نے جواب دیا۔"جناب میں بیوقوف نہیں ہوں، میں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ رومی افسر کو اُس احمق سے ذرہ بھر ہمدردی نہیں۔ جب آپ اُس کی قیمتی قبا پر تلوار کی مشق کر رہے تھے تو وہ قہقہے لگا رہا تھا۔ پھر میں یہ بھی جانتا تھا کہ سرائے کے اندر جتنے آدمی جمع ہیں وہ سب ہمارے طرفدار ہیں۔ اور اگر رومی افسر میری حرکت پر بگڑ بھی گیا تو زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ مجھے مالِ غنیمت واپس کرنا پڑے گا۔ لیکن میرے سارے اندازے درست ثابت ہوئے اور مجھے افسوس ہے کہ آپ نے مجھے شاباش نہیں دی۔ آپ نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ اس تھیلی کے اندر کیا ہے؟"

"اچھا اب بتا دو۔"

"جناب تھیلی سے تیس سونے کے اور باون چاندی کے سکے برآمد ہوئے ہیں۔ اور میرے ہاتھ ایک اور چیز بھی آگئی تھی جس کا اب تک کسی کو علم نہیں۔"

"وہ کیا ہے؟"

"وہ ایک انگوٹھی ہے جسے اتارنے میں، میں نے اس قدر ہوشیاری سے کام لیا تھا کہ اُس کے غلام کو بھی پتا نہیں چلا ـــــ"

عاصم نے کہا۔"اچھا اب تم جاؤ اور فوراً گھوڑے فروخت کر دو۔"

"آپ نہیں آئیں گے؟"

"نہیں مجھے یہ اطمینان ہے کہ اس کام میں تم مجھ سے زیادہ ہوشیار ہو۔ اور سنو! تھیلی اور انگوٹھی تمہاری ہے میرا اُس میں کوئی حصہ نہیں۔ اب جاؤ!"

عباد مسکراتا ہوا وہاں سے چل دیا لیکن دروازے کے قریب پہنچ کر اچانک رُک گیا اور مڑ کر بولا۔"یہ کمرہ تو اس سرائے کی بجائے کسی محل کا حصہ معلوم ہوتا ہے۔ دیکھئے ایسا قالین تو ـــــ"

عاصم نے غضب ناک ہو کر اُس کی طرف دیکھا اور کہا۔"عباد! اگر تم نے اس کمرے کی کسی چیز کو ہاتھ لگایا تو میں تمہاری

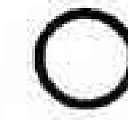
آنکھیں نکال لوں گا ——— یہاں سے بھاگ جاؤ!"

عباد کمرے سے باہر نکل گیا اور عاصم کرسی سے اُٹھ کر بستر پر لیٹ گیا۔ ایک ساعت بعد فرمس کمرے میں داخل ہوا تو عاصم گہری نیند سو رہا تھا۔ فرمس نے اُس کا بازو ہلا کر جگایا اور وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

فرمس نے کہا۔"مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو جلدی کھانا نہیں کھلا سکا۔ بات دراصل یہ تھی کہ آپ کا کھانا تیار کرنے میں دیر لگ گئی۔ میری بیوی اور بیٹی کو اس کا ملال تھا کہ آپ علی الصباح جا رہے ہیں، اِس لئے وہ آپ کو اپنی پسند کے تمام کھانے کھلانا چاہتی تھیں ——— چلئے وہ گھر میں آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔"

عاصم نے پُوچھا۔"وہ گھوڑے فروخت ہوگئے ہیں؟"

"ہاں اُن کا معاوضہ تو بہت کم ملا ہے لیکن آپ کی ایک الجھن دور ہوگئی ہے۔ آپ کا غلام بہت ہوشیار ہے۔ وہ بہت تھکا ہوا تھا اِس لئے میں نے اُسے کھانا کھلا دیا ہے۔"



عاصم اپنے میزبان کے ساتھ سرائے کے گرد نصف چکر لگانے کے بعد پچھلی طرف ایک چھوٹے سے سکونتی مکان میں داخل ہوا، بلند دیواروں سے گھرے ہوئے ایک تنگ صحن میں فرمس کی بیوی اور بیٹی کھڑی تھیں اور سامنے ایک کمرے کے کھلے دروازے سے روشنی آرہی تھی۔

انطونیہ نے اپنے باپ کے ہاتھ سے مشعل لے کر دیوار کے سہارے کھڑی کر دی اور وہ کمرے میں داخل ہو کر دسترخوان پر بیٹھ گئے ———

انطونیہ اور اُس کی ماں نے اپنے مہمان کی تواضع کے لئے شام، فلسطین، مصر اور روم کے تمام تکلفات صرف کر دیئے تھے اور عاصم جسے اپنی زندگی میں پہلی بار ایسے مہذب انسانوں کے ساتھ بیٹھنے کا موقع ملا تھا، اپنی کم مائگی کے احساس سے پسا جا رہا تھا۔ انطونیہ جسے اُس نے پہلی بار انتہائی بے بسی کی حالت میں دیکھا تھا۔ اب اپنے قیمتی لباس میں ایک شہزادی معلوم ہوتی تھی۔ کھانے کے دوران میں روم اور ایران کی جنگ اُن کی گفتگو کا موضوع تھی۔ فرمس نے آرمینیا میں ایرانیوں کے مظالم کی داستانیں بیان کرنے اور اُس کے بعد انطاکیہ کی تباہی کا حال سنانے کے بعد کہا۔"اب نہ معلوم یہ

طوفان کہاں جا کر رُکے گا۔ ہم لوگ صدیوں سے مشرق اور مغرب کے ہولناک طوفانوں کا سامنا کر رہے ہیں۔ مصر اور شام میں ایک ظالم کے پرچم سرنگوں ہوتے ہیں تو دوسرا جابر اپنے جھنڈے گاڑ دیتا ہے۔ آج ہم رومیوں کے غلام ہیں اور کل شاید ہمیں ایرانیوں کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈالنا پڑے۔

نوجوان تم خوش نصیب ہو۔ تم ایک ایسے صحرا میں رہتے ہو۔ جس میں ایرانیوں یا رومیوں کے لئے کوئی کشش نہیں تمہاری تقدیر تمہارے اپنے ہاتھ میں ہے۔ عرب میں زرخیز وادیاں اور پُررونق شہر نہ سہی لیکن تمہیں یہ خطرہ تو نہیں کہ مشرق یا مغرب سے کوئی عفریت اُٹھے گا اور تمہاری بستیوں اور شہروں کو ہڑپ کر جائے گا۔"

عاصم نے جواب دیا۔"ہمیں تباہ کرنے کیلئے کسی بیرونی عفریت کی ضرورت نہیں ہماری بستیاں جلانے کیلئے ہمارے اپنے گھروں کی آگ کافی ہے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں جب عرب کے قبائل کا خون گرم ہوتا ہے تو وہ ایکدوسرے کیلئے بھیڑیوں سے زیادہ خونخوار بن جاتے ہیں۔"

فرمس نے کہا۔"مجھے تمہاری خانہ جنگیوں کا حال معلوم ہے۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ تم ہماری طرح بے بس اور مجبور نہیں ہو۔ تمہیں اِس بات کا اختیار ہے کہ جب چاہو اپنی تلواریں نیام میں کر لو اور جب چاہو ایک دوسرے کو گلے لگا لو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہماری طرح تمہارے وطن کو بیرونی اژدہے اپنی قوت آزمائی کا اکھاڑا نہیں بناتے اور تمہیں یہ خطرہ نہیں کہ وہ تم کو پلیس کر رکھ دیں گے۔"

"نہیں"، عاصم نے جواب دیا۔"ہم آپ سے زیادہ بے بس اور مجبور ہیں۔ ایک عرب اپنی نیام سے تلوار نکال سکتا ہے لیکن اُسے دوبارہ نیام میں کرنا اُس کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ جس زمین پر ہمارا خون گرتا ہے وہ ہمیشہ پیاسی رہتی ہے اور اس کی پیاس بجھانے کے لئے مزید خون گرانا ہماری زندگی کا مقصد بن جاتا ہے۔ ہماری سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کا انتقام لے سکیں اور ہماری آئندہ نسلوں کی خواہش یہ ہوگی کہ وہ ہمارے قاتلوں سے بدلہ لے سکیں۔ اگر رُوم اور ایران کے سپاہی اپنے شہنشاہوں کی فتوحات کے لئے جنگ کرتے ہیں تو ہم اپنے اپنے قبیلے کی طاقت کا لوہا منوانے کے لئے ایک دوسرے کا خون بہاتے ہیں۔"

فرمس نے کہا۔"تمہاری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنے ملک کی اس صورت حال سے خوش نہیں ہو۔ اگر عرب کے ہر قبیلے میں تم جیسے چند نوجوان پیدا ہو جائیں تو وہاں ایک خوش گوار انقلاب آسکتا ہے۔"

عاصم نے کہا "میں صرف اپنے گھر سے کوسوں دور بیٹھ کر ایسی باتیں کر سکتا ہوں، ممکن ہے کہ میرے دل و دماغ پر یہاں کی آب و ہوا کا اثر ہو لیکن عرب کی ہوا میں سانس لینے کے بعد اپنے قبیلے کی عزت کے لئے لڑنا یا اپنے عزیزوں اور دوستوں کا انتقام لینا میرے لئے زندگی کا سب سے اہم مسئلہ بن جائے گا۔ اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کی روحوں کی بیلیں مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی چین سے نہیں بیٹھنے دے گی۔"

فرمس نے مغموم لہجے میں کہا "لیکن مجھے اس بات کا یقین نہیں آسکتا کہ تم جیسا رحم دل آدمی جس نے ایک بے بس مصری کی خاطر اپنی جان خطرے میں ڈال دی تھی محض انتقام کے لئے قتل و غارت پر آمادہ ہو جائے گا۔"

عاصم نے جواب دیا "میں بلا وجہ اتنی دور تلواریں خریدنے نہیں آیا تھا۔"

فرمس کی بیوی نے جواب تک خاموشی سے اُن کی گفتگو سُن رہی تھی۔ اپنے شوہر سے کہا۔ "آپ ان سے بحث کیوں کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ انہوں نے اپنے دشمن کے ہاتھوں نقصان اُٹھایا ہو۔ اور انہیں لڑائی کے سوا تلافی کی کوئی صورت نظر نہ آتی ہو۔ انہوں نے ہم پر احسان کیا ہے اور آپ کو اس وقت صرف یہ سوچنا چاہیئے کہ ہم ان کے احسان کا کیا صلہ دے سکتے ہیں۔"

عاصم نے کہا "مجھے آپ کی نیک دعاؤں کے سوا کسی صلے کی ضرورت نہیں۔"

فرمس نے کہا "اگر ہم آپ کو سونے یا چاندی کے چند سکے پیش کریں تو یہ ہمارے جذبۂ تشکر کی توہین ہو گی۔ لیکن آپ کو تلواروں کی ضرورت ہے اور میری بیوی آپ کے لئے سرائے میں ٹھہرنے والے مسافروں سے دو تلواریں خرید چکی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ ان کا یہ تحفہ خوشی کے ساتھ قبول فرمائیں گے۔"

فرمس کی بیوی نے کہا "انطونیہ نے آپ کے نوکر کو شامی رئیس اور اُس کے غلام کی تلواریں چھینتے دیکھا تھا اور یہ اُس وقت سے آپ کو دو مزید تلواریں پیش کرنے پر مُصر تھی۔"

عاصم نے کہا "میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، ان دنوں واقعی ہمیں تلواروں سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔"

تھوڑی دیر بعد جب وہ کھانے سے فارغ ہو چکے تھے، انطونیہ برابر کے کمرے سے دو تلواریں لے آئی اور عاصم کو پیش کرتے ہوئے بولی "ایک بہادر شخص کے لئے تلوار سے بہتر کوئی اور تحفہ نہیں ہو سکتا۔ اگر میرا بھائی آج زندہ ہوتا تو میں ایک تلوار اُس کی کمر سے باندھتی اور اس سے کہتی کہ اس شریف آدمی نے ہماری عزت بچائی ہے، اس لئے آج سے اِس کے

دوست ہمارے دوست اور اِس کے دشمن ہمارے دشمن ہیں۔ تم اگر میرے بھائی ہو تو احسانمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے ساتھ جاؤ۔"

انطونیہ پہلی بار اُس سے ہمکلام ہوئی تھی۔ عاصم کچھ دیر ایک طرح کی مرعوبیت کے احساس سے خاموش رہا۔ بالآخر اُس نے تلواریں اپنے پاس رکھ لیں اور کہا۔ "اگر آپ کا بھائی زندہ ہوتا تو میں اُس سے کہتا کہ مجھ سے زیادہ تمہاری بہن اور تمہارے والدین کو تمہاری ضرورت ہے۔ اور جو شخص اپنے باپ اور بھائیوں کے خون کا بدلہ نہیں لے سکا اُسے ایک اجنبی کو اپنے مصائب میں حصہ دار بنانے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔"

فرمس نے کہا۔ "پچھلے ہفتے مکہ کے جو تاجر یہاں ٹھہرے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ وہاں ایک نبی نیکی، رواداری اور عدل و انصاف کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ لوگ اُس کی تعلیم کا مذاق اڑاتے تھے۔ تاہم انہیں اس بات کا اعتراف ضرور تھا کہ مکہ کا نبی عرب کے شریف ترین خاندان سے تعلق رکھتا ہے اور جو چند لوگ اُس کی صداقت پر ایمان لا چکے ہیں وہ اہلِ مکہ کے ہاتھوں بدترین اذیتیں اٹھانے کے باوجود اپنے عقیدے پر قائم ہیں۔ میں نے اُن سے پوچھا تھا کہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے اُس کی زندگی کیسی تھی اور وہ یہ کہتے تھے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے پہلے وہ اپنی راستبازی، حق گوئی اور دیانتداری کے لئے مشہور تھا اور جن لوگوں کو اُس سے سابقہ پڑا تھا وہ اُس کے صادق اور امین ہونے کی گواہی دیتے تھے۔"

عاصم نے کہا "میں نے مکہ کے نبی کے متعلق یہ سنا ہے کہ وہ ہماری قبائلی اور خاندانی عصبیتوں کا مخالف ہے اور ہمارے تمام خداؤں کو جھٹلا کر صرف ایک خدا کی تعلیم دیتا ہے۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ ایک جادوگر ہے لیکن اگر وہ واقعی نبی ہے تو بھی اہل عرب کوئی ایسا دین قبول کرنے کو تیار نہیں ہوں گے جو مساوات کی تعلیم دیتا ہو اور اعلیٰ اور ادنیٰ انسانوں کو ایک ہی صف میں دیکھنا چاہتا ہو۔ میں نے سنا ہے کہ مکہ کی گلیوں میں اِس نبی کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور اُس کے اپنے قبیلے کے لوگ جن کی عصبیت اُس کے لئے سہارا بن سکتی تھی اُس کے راستے میں کانٹے بچھاتے ہیں۔ اگر چند مفلس اور نادار لوگوں یا دو چار اچھی حیثیت کے آدمیوں پر اُس کا جادو چل گیا ہے تو یہ کوئی کامیابی نہیں۔ میں نے کبھی اس نبی کے متعلق سنجیدگی سے نہیں سوچا اور آپ کو بھی سنی سنائی باتوں سے متأثر نہیں ہونا چاہیئے، عرب کی پیاسی ریت تو بڑے بڑے دریاؤں کو جذب کر لیتی ہے، پھر وہاں ایک ایسا نبی کیسے کامیاب ہو سکتا ہے جس کی تعلیم

کا نقطۂ آغاز ہی اُن عصبیتوں کے خلاف ایک اعلانِ جنگ ہے جو ہمارے لئے اپنے بے شمار خداؤں سے بھی زیادہ مقدس ہیں ـــــ۔"

فرمس نے کہا "اس دنیا پر آج جو تاریکیاں مسلط ہیں۔ وہ اِس سے پہلے کبھی نہ تھیں۔ انسانی ضمیر کسی نجات دہندہ کو پکار رہا ہے۔ خدا اپنے بندوں کو ہمیشہ کے لئے اس حال میں نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ جس کی آمد کے متعلق ہمارے بزرگانِ دین بارہا بشارت دے چکے ہیں، ضرور آئے گا۔ وہ دعائیں جو آج سسکتے ہوئے بے بس انسانوں کے دِل سے نکل رہی ہیں، یقیناً مستجاب ہوں گی۔ وہ ضرور آئے گا اور زمین و آسمان کے مالک کی ساری رحمتیں اُس کے ہم رکاب ہونگی۔ اُس کے جمال سے مایوس نگاہوں میں امیدوں کے چراغ روشن ہوں گے اور اُس کے جلال سے قیصر و کسریٰ کے ایوان لرز اُٹھیں گے۔ ناداروں اور مظلوموں کو اُس کی حمیت میں پناہ ملے گی۔ مجروح اور ستم رسیدہ انسانوں کے سر پر اُس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہو گا۔ لیکن کاش ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ وہ کب اور کس جگہ مبعوث ہو گا۔"

فرمس کی گفتگو کے دوران میں عاصم کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اُس کی نگاہیں انسانی ادراک کی سرحدوں سے آگے کسی خلاء کی وسعتوں میں پرواز کر رہی ہیں۔ اُس نے کچھ دیر سوچنے کے بعد پوچھا "آپ قیصر اور کسریٰ دونوں کے مخالف ہیں ـــــ؟"

فرمس مُسکرایا "یہ باتیں ابھی آپ کی سمجھ میں نہیں آئیں گی" اور عاصم کو یہ مسکراہٹ اُس آدمی کی مسکراہٹ سے یکسر مختلف نظر آئی جسے وہ صرف ایک سرائے کے مالک کی حیثیت سے جانتا تھا۔

علی الصباح جب عاصم اپنے نیک دِل میزبان سے الوداعی مصافحہ کر رہا تھا، فرمس نے کہا "میں آپ سے دو باتیں کہنا چاہتا ہوں، ایک یہ کہ اگر آپ کبھی دوبارہ یہاں آئیں تو میرے گھر کا دروازہ آپ کے لئے کُھلا ہو گا۔ دوسری یہ کہ اگر آپ گرے ہوئے دشمن کی شاہرگ پر تلوار رکھنے کے بعد اپنا ہاتھ روک لیں تو آپ کو زیادہ تسکین محسوس ہو گی۔"

عاصم نے جواب دیا "مجھے ایک دوست کے گھر کا راستہ ہمیشہ یاد رہے گا، لیکن کسی دشمن کی شاہرگ پر تلوار رکھنے کے بعد اپنا ہاتھ روک لینا ایک عرب کے بس کی بات نہیں۔"

فرمس نے کہا "لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تم گرے ہوئے دشمن پر وار نہیں کر سکو گے۔"

عاصم نے ایک مغموم مسکراہٹ کے ساتھ فرمس کی طرف دیکھا اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ سرائے سے نکلنے کے

بعد اُس کو گزشتہ چند پہر کے واقعات ایک خواب محسوس ہوتے تھے۔ کبھی کبھی انطونیہ کا خیال آتا تو اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگتی لیکن جب وہ اُس کے خدوخال کے متعلق سوچتا تو اُسے ایسا محسوس ہوتا کہ اُس کے ذہن میں فرمس کی بیٹی کا ایک مبہم سا تصور صرف چمکتی ہوئی سیاہ آنکھوں کی دلکشی تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔

باب (۲)

وقت کی آندھیاں شاہراہِ حیات پر ماضی کے نشان مٹا رہی تھیں۔ اور حال کے ظلمتکدے میں بھٹکنے والوں کی نگاہوں سے وہ ستارے اوجھل ہو رہے تھے جو رات کے مسافروں کو سحر کی آمد کا پیغام دیتے ہیں۔ انسانیت کا پیرہن خون اور آنسوؤں میں ڈوبا ہوا تھا۔

بحیرۂ رُوم کے مشرقی علاقے، جو کبھی مصر کے فراعنہ اور کبھی بابل کے حکمرانوں کے ہاتھوں تباہی کا سامنا کیا کرتے تھے، اب کوئی ایک ہزار سال سے ایران اور اُس کے مغربی حریفوں کے درمیان قوت آزمائی کا اکھاڑا بنے ہوئے تھے۔

ولادتِ مسیحؑ سے ساڑھے پانچ سو سال قبل ایران پر سائرس کا تسلط مشرق کی تاریخ کے ایک نئے دور کی تمہید تھا۔ اس چرواہے حکمران نے بابل کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اور پھر بلخ سے لے کر آبنائے باسفورس اور بحیرۂ خزر سے لے کر صحرائے سینا تک اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ ربع صدی کے اندر اندر ایرانی سلطنت کی حدود پنجاب سے لے کر یونان تک پھیل چکی تھیں اور مصر کی حیثیت اِس عظیم سلطنت کے ایک صوبے سے زیادہ نہ تھی۔ اس کے بعد قریباً دو سو سال تک مشرق و مغرب میں سائرس کے جانشینوں کا کوئی مدِمقابل نہ تھا۔ پھر اچانک یونان نے انگڑائی لی، مقدونیہ سے ایک نوجوان نمودار ہوا اور ایشیا میں ایران کا پرچم سرنگوں کرتا ہوا پنجاب تک پہنچ گیا۔ مصر، بابل اور نینوا کے تاجداروں نے ماضی کی گزرگاہوں پر جو نشان چھوڑے تھے وہ سکندرِاعظم کے پاؤں تلے دب چکے تھے۔ پھر جب سکندرِاعظم کی عظیم سلطنت کا انحطاط شروع ہوا تو یورپ سے ایک نیا اژدہا نمودار ہوا اور اس کی پھنکار

سن کر زمانے کی نگاہیں روم کو تکنے لگیں۔ رومی افواج ایک طرف مشرق کے پامال راستوں پر دوڑ رہی تھیں اور دوسری طرف یورپ کے اُن ممالک کو مسخر کر رہی تھیں جو ابھی تک مہذب دنیا کی نگاہوں سے اوجھل تھے۔ ۶۴ء قبل مسیحؑ میں رومیوں نے شام میں سکندرِاعظم کے جانشینوں کو آخری شکست دی اور یورپ اور ایشیا کی عظیم ترین طاقت بن گئے۔ لیکن محکوم اقوام کے لئے ماضی کے ان گنت انقلابات کی طرح اِس نئے انقلاب کا مفہوم بھی آقاؤں کی تبدیلی کے سوا کچھ نہ تھا —— ملوکیت کی قبا اب بھی انسانیت کے خون سے داغدار تھی۔

مذہبِ عیسوی مجبور اور بے بس انسانوں کے لئے ایک نئی زندگی کا پیغام لے کر آیا۔ لیکن یہ آواز اُن حکمرانوں کے لئے اجنبی تھی جو اپنے بے گناہ قیدیوں کو بھوکے شیروں کے آگے ڈال کر قہقہے لگایا کرتے تھے۔ قریباً تین صدی یہ دین رومی شہنشاہوں کے مزاج پر اثر انداز نہ ہو سکا اور اِس عرصہ میں کمزور اور بے بس عیسائی رومیوں کے ہاتھوں بدترین اذیتیں برداشت کرتے رہے۔

چوتھی صدی عیسوی کے ربع اوّل میں شہنشاہ قسطنطین نے عیسائی مذہب قبول کیا اور اس کے بعد روم کی بجائے قدیم بازنطین کے کھنڈروں پر اپنے نئے دارالحکومت قسطنطنیہ کی بنیاد رکھی —— اپنے جغرافیائی محل وقوع اپنے فوجی اور اقتصادی وسائل کے لحاظ سے قسطنطنیہ کو نہ صرف روم بلکہ مشرق و مغرب کے تمام اُن شہروں پر فوقیت حاصل تھی جن کے کھنڈروں میں عظیم ترین سلطنتوں کے عروج و زوال کی داستانیں دفن تھیں۔

۳۹۵ء تک رومی سلطنت کی یہ حالت تھی کہ کبھی قسطنطین کے جانشین اسے متحد کر لیتے اور کبھی یہ رومی اور بازنطینی شہنشاہوں میں تقسیم ہو جاتی۔ بالآخر شہنشاہ تھیوڈوسیس کی موت کے بعد یہ سلطنت مستقلاً دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ اس کے بعد قسطنطنیہ میں رومیوں کی مشرقی سلطنت کی جڑیں مضبوط ہوتی گئیں اور روم میں اُن کی سطوت کے محل بتدریج مسمار ہوتے چلے گئے، بالآخر پانچویں صدی کے نصف آخر میں وسطی یورپ کے وحشی قبائل کا ایک طوفان روم پر چھا گیا اور رومی سلطنت کے مستقبل کی تمام امیدیں قسطنطنیہ کے حکمرانوں کے مستقبل سے وابستہ ہو کر رہ گئیں ——

ڈیڑھ سو سال کے عرصہ میں رومیوں کا نیا دارالسلطنت دنیا کا ایک عظیم ترین شہر اور ایک انتہائی ناقابلِ تسخیر قلعہ بن چکا تھا اور قسطنطین کے جانشینوں کو مشرق کی طرف پیش قدمی کے لئے وہ راستے کھلے دکھائی دیتے تھے، جنھیں کسی زمانے میں سکندرِ اعظم نے ہموار کیا تھا لیکن زمانے نے ایک نئی کروٹ لی اور صدیوں کے بعد ایران کے آتشکدوں میں دبی ہوئی آگ اچانک بھڑک اٹھی۔ وہ پرچم جو یونانیوں کے ہاتھوں پرسی پولس، سوس اور اسطخر میں سرنگوں ہوئے تھے، اب دجلہ کے کنارے مدائن کی دیواروں پر نصب کئے جا رہے تھے۔ ایران میں ساسانی خاندان کا عروج تاریخ کے ایک نئے دور کی تمہید تھا۔ قسطنطنیہ کے حکمران پہلی بار ایشیا میں کسی کو اپنا مدِمقابل دیکھ رہے تھے۔

ایران کے کسریٰ اور روم کے قیصر مشرق اور مغرب کے دو مہیب اژدہے تھے۔ اور ۵۲۷ء میں مشرقِ وسط کی زمین ان اژدھوں کی زور آزمائی کا اکھاڑا بن چکی تھی ——— یہ دو ننگی تلواریں تھیں جو آپس میں ٹکرانے کے لئے ہمیشہ بے قرار رہتی تھیں۔ مشرق کی طرف ایران کے سوا اہلِ روم کا کوئی مدِمقابل تھا، نہ مغرب کی طرف روم کے سوا ایرانیوں کا کوئی حریف۔

مجوسی حکمران جب اپنے آتش کدوں سے باہر جھانکتے تو مغرب کی سمت اُن کی نگاہیں فرزندانِ تثلیث کے گرجوں پر مرکوز ہو کر رہ جاتیں اور قسطنطنیہ کے تاجدار جب اپنی مشرقی سرحدوں سے آگے دیکھتے تو مدائن اُن کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا۔ شام آرمینیا اور ایشیائے کوچک کے باشندے بے بس تماشائیوں کی حیثیت سے آگ اور خون کے اُن طوفانوں کی ہولناکیاں دیکھ رہے تھے جو کبھی مدائن اور کبھی قسطنطنیہ سے اُٹھتے تھے۔ یہ چکی کے دو پاٹ تھے اور اُن کے درمیان پسنے والے انسان صرف اُن ادوار میں اطمینان کا کوئی سانس لے سکتے تھے جب کسی کسریٰ یا قیصر کو اندرونی خطرات اپنی طرف متوجہ کر لیتے تھے۔

ایسے ممالک میں جہاں ریاست کا ہر قانون، اور اخلاق کا ہر ضابطہ عوام کی بجائے اُن کے حکمرانوں کے تحفظ کے لئے وضع کیا جاتا تھا۔ تخت و تاج کے حصول کے لئے سازشیں کرنے والوں کی کمی نہ تھی۔ روم اور ایران میں کئی سرپھرے اقتدار کی اُن مسندوں پر قبضہ کرنے کو تیار رہتے تھے۔ جن پر بیٹھ کر ایک انسان دوسرے انسانوں کے حقّے کی تمام راحتیں چھین سکتا تھا۔ شکست اور ناکامی کی صورت میں تخت و تاج کے لئے جان کی بازی لگانے والوں کے سر قلم کر دیئے جاتے اور رعایا کو اس بات پر جشن منانے کا حکم دیا جاتا کہ دیوتاؤں کے دیوتا اور شہنشاہوں کے شہنشاہ نے ایک حقیر دشمن کے ناپاک عزائم خاک میں ملا دیئے ہیں۔ امراء ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اپنے آقا کی کامیابی پر خوشی کا اظہار کرتے اور مذہبی پیشوا اُس کے لئے دُعائیں مانگتے۔ لیکن اگر کوئی قسمت آزما اپنی سازش میں کامیاب ہو جاتا تو یہی اُمراء اُسے اپنی اطاعت اور یہی مذہبی پیشوا اُسے اپنی بہترین دعاؤں کا مستحق سمجھتے۔

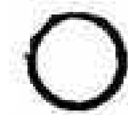
سلطنت کے اندر ان انقلابات کے اثرات زیادہ تر اُن امراء اور مذہبی پیشواؤں یا کاہنوں تک محدود رہتے تھے، جنھیں ملک کا قانون، بادشاہ کے بعد رعایا کی ہڈیاں چبانے کی اجازت دیتا تھا۔ اور سلطنت کے باہر انقلابات کے اثرات اُن ہمسایہ ممالک کے باشندوں پر ظاہر ہوتے تھے جن کے خون اور آنسوؤں سے کسی نئے قیصر یا نئے کسریٰ کی فتوحات کی داستانیں لکھی جاتی تھیں۔

مذہب نیکی اور بدی کی کسوٹی یا تہذیب و اخلاق کے ارتقا کے لئے ایک زینے کا کام دینے کی بجائے اُس عمارت کے لئے ایک ستون کا کام دے رہا تھا۔ جس کی بنیاد ظلم و استبداد پر رکھی گئی تھی۔ یہ وہ پل تھا جس کے ذریعے کاہن یا پیشوا عوام کی صفوں سے نکل کر مراعات یافتہ لوگوں کی صف میں جا کر کھڑے ہوتے تھے۔

ایران کے مذہب میں انسانی اخوت اور مساوات کا کوئی تصور نہ تھا۔ زردشت نے اگر نیکی اور بدی کے متعلق کوئی اچھے تصور بھی پیش کئے تھے تو وہ صدیوں کے گرد و غبار میں گم ہو کر رہ گئے تھے۔ اب ایران کے مجوسیوں کا اوّلین مقصد اس معاشرے کو بیرونی اثرات سے محفوظ رکھنا تھا جو ابنائے آدم کو ادنیٰ اور اعلیٰ، با اختیار اور بے اختیار طبقوں میں تقسیم کرتا تھا۔ ایران میں چند خاندان ایسے تھے، جن کے لئے سلطنت کے تمام بڑے عہدے وقف تھے اور انہی خاندانوں کے گٹھ جوڑ کے نتائج کسی اندرونی انقلاب کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے۔ جس طرح ہندوستان کے برہمو سماج میں کسی اچھوت کے لئے برہمنوں یا کھشتریوں کے دائرے میں داخل ہونا ممکن نہ تھا، اسی طرح ایران میں کسی کے لئے عوام کی صف سے نکل کر خواص کے زمرے میں داخل ہو جانا بعید از قیاس تھا۔ ایران کے شہنشاہوں کو اپنی رعایا کے جان و مال پر کلّی اختیارات حاصل تھے۔ اقتدار کے دوسرے زینے پر باجگزار ریاستوں کے سربراہ اور شاہی خاندان کے وہ شہزادے براجمان تھے، جن میں سے بعض کو مفتوحہ

علاقوں کی نیم خود مختار سرداری اور بعض کو اعلیٰ سول اور فوجی عہدے مل جاتے تھے۔ اس کے بعد اُن چند خاندانوں کی باری آتی تھی، جن کی وسیع جاگیریں پورے مُلک میں پھیلی ہوئی تمیں۔ ان خاندانوں کے سربراہ اپنے لیے جو لگان وصول کرتے تھے اس کے عوض بادشاہ کو بوقت ضرورت سپاہی مہیا کرتے تھے۔ اقتدار کے نچلے زینے پر وہ چھوٹے زمیندار یا دیہات کے سرکردہ لوگ تھے، جو سرکاری واجبات کی وصولی کیلئے کاشتکار عوام اور حکومت کے کارندوں کے درمیان ایک کڑی کا کام دیتے تھے اور یہ کاشتکار عوام وہ تھے، جن کی حیثیت غلاموں کے برابر تھی، جس زمیندار کی زمین میں ہل چلاتے تھے، اس کی ملکیت سمجھے جاتے تھے اور ان کے آقا اپنی جائیداد کے ساتھ انہیں بھی فروخت کر سکتے تھے۔ یہ وہ بھیڑیں تھیں، جن کا گوشت، اون اور ہڈیاں سب دوسروں کے لئے تھیں۔

مزدکیت اِس نظام کے خلاف ایک بغاوت تھی۔ اِس کا مقصد نجی املاک کو ختم کر کے ملک کی دولت میں پوری آبادی کو یکساں حصہ دار بنانا تھا۔ اِس تحریک کے بانی کی انتہا پسندی کا یہ عالم تھا کہ اُس نے زمین اور زر کی طرح عورت کو بھی افراد کی بجائے قوم کی ملکیت بنا دیا تھا۔ زندگی کی تمام راحتوں سے محروم اور غلاموں کی سی زندگی بسر کرنے والے عوام کا اِس تحریک سے متاثر ہونا ایک قدرتی بات تھی۔ ایرانی امراء نے انہیں صرف زر اور زمین سے ہی محروم نہیں رکھا تھا بلکہ عورتوں سے بھی اپنے حرم بھر لئے تھے۔ قباد نے جو اِس زمانے میں ایران کا حکمران تھا، اندرونی اور بیرونی خطرات کے پیشِ نظر عوام کے تعاون کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے اِس تحریک کی سرپرستی کی۔ لیکن جب اِس نئے دین کے حامی امراء کی دولت لوٹنے، اُن کے گھر جلانے اور اُن کی بہو بیٹیوں کو زبردستی چھیننے لگے تو قباد کو اُن کی سرپرستی سے دست کش ہونا پڑا۔ اب ملک کی افواج امراء اور مجوسی پیشواؤں کے اشاروں پر اِس تحریک کے حامیوں کو چن چن کر موت کے گھاٹ اتار رہی تھیں۔ چند سال کے اندر اندر ایران کے طول و عرض میں مزدکیت کی تحریک مکمل طور پر ختم ہو چکی تھی اور مجوسی مذہب پھر ایک بار پہلا مقام حاصل کر چکا تھا۔



روم کے سیاسی حالات ایران سے —— زیادہ مختلف نہ تھے۔ عیسائی مذہب کی تعلیم اپنی تمام خوبیوں کے باوجود ایک ایسی ملوکیت کا مزاج بدلنے سے قاصر تھی۔ جس نے قدیم یونان کے صنم خانوں میں آنکھ کھولی تھی۔

شام اور فلسطین میں عیسائیت کا فروغ ایک فطری بات تھی۔ یہ وہ سرزمین تھی جس کے باشندے گزشتہ صدیوں میں مشرق و مغرب کے افق سے اٹھنے والے ان گنت طوفانوں کی ہولناکیاں دیکھ چکے تھے۔ اور یہاں عیسائیت کی تعلیم میں اُن زیردستوں کی روح کے لئے تسکین کا سامان موجود تھا، جن کے ہاتھوں میں بالادستوں کا وار روکنے کی سکت نہ تھی۔ لیکن رومی حکمرانوں کو اپنے محکوموں کی روحوں پر بھی کسی اور کی حکومت پسند نہ تھی۔ چنانچہ قریباً تین صدی تک عیسائیت کے آغوش میں پناہ لینے والے کمزور اور بے بس انسانوں کے ساتھ باغیوں کا سا سلوک ہوتا رہا، پھر جب شام اور فلسطین کے عوام کی طرح مشرقی یورپ کے عوام میں بھی یہ دین مقبول ہونے لگا تو حکومت نے بھی اس کے لئے اپنی آغوش کشادہ کر دی۔ قیصر نے اپنا ظاہری لبادہ تبدیل کر لیا لیکن ملوکیت کی جبلت نہ بدل سکی۔ قسطنطنیہ کے شہنشاہوں کے سر پر پہلے اپالو کے مندر کے کاہن تاج رکھتے تھے اور اب یہ خدمت کلیساؤں کے اکابر اپنے ذمے لے چکے تھے۔ پہلے وہ اپنے دشمنوں پر حملہ کرتے وقت اپنے دیوتاؤں سے مدد مانگتے تھے اور اب اُن پر تلوار اُٹھانے سے پہلے صلیب کو بوسہ دے لیا کرتے تھے۔ تلوار وہی تھی صرف نیام تبدیل کر دی گئی تھی۔

عوام میں عیسائیت کی مقبولیت کی وجہ یہ تھی کہ یہ مذہب ظلم و تشدد کے خلاف محبت، رحم اور انکساری کی تعلیم دیتا تھا۔ لیکن اس تعلیم کا عملی نتیجہ رہبانیت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ ابتدا میں بعض لوگ معاشرے کی اصلاح سے مایوس ہو کر تارک الدنیا ہو گئے اور شہروں اور بستیوں سے نکل کر ویرانوں کو جا بسایا۔ یہ راہب چلّے کاٹتے، زمین پر سوتے بھوکے رہتے اور اپنی روح کی تسکین کے لئے ان گنت جسمانی اذیتیں برداشت کرتے تھے، دنیا کے تمام مسائل انہوں نے حکمرانوں کے لئے چھوڑ دیئے تھے۔ لیکن اہلِ دنیا انہیں خدا رسیدہ سمجھ کر اُن کا پیچھا کرتے۔ کوئی اپنی بیماری سے نجات حاصل کرنے اور کوئی اپنے کاروبار میں برکت کے لئے اُن کی دعاؤں کا طلبگار ہوتا۔ وہ سردی میں ٹھٹھرنے اور دھوپ میں جلنا پسند کرتے لیکن اُن پر سائبان تان دیئے جاتے۔ وہ زندہ رہنے کے لئے سوکھے ٹکڑے کا ایک نوالہ کافی سمجھتے لیکن اُن کے سامنے دنیا کی نعمتوں کے ڈھیر لگا دیئے جاتے۔ وہ نفس کشی اور ریاضت کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھتے لیکن اہلِ دنیا اُن کی کرامات کا ڈھنڈورا پیٹتے۔ غرض جس قدر وہ دنیا سے بھاگتے تھے، اُسی قدر دنیا اُن کا پیچھا کرتی تھی۔ پھر جب اُن میں سے کوئی مر جاتا تو اہلِ دنیا اُس کی قبر پر عظیم الشان خانقاہیں تعمیر کر ڈالتے۔

آہستہ آہستہ یہ رہبانیت عیسائی مذہب کا ایک اہم ترین جزو بن گئی۔

ایک ایسے معاشرے میں جہاں انسان دولت اور اقتدار کے پیمانوں سے ناپا جاتا تھا کسی تہی دست اور نادار آدمی کا مرجع خلائق بن جانا ایک معمولی بات نہ تھی۔ آہستہ آہستہ خانقاہیں راہبوں سے بھر گئیں اور ریاضت اور نفس کشی کے نئے نئے طریقے رائج ہونے لگے۔ بعض راہب سمندر کے کسی ٹاپو کی سنگلاخ چٹان پر ڈیرے ڈال لیتے اور ساری زندگی وہیں گزار دیتے۔ بعض اپنے لئے کسی جنگل یا صحرا میں مینار تعمیر کرتے اور اُس کی چوٹی پر بیٹھ کر اپنا وقت گزار دیتے۔ بعض لباس سے بے نیاز، سردی یا گرمی برداشت کرنے کی قوت کا مظاہرہ کر کے عوام سے داد و تحسین حاصل کرتے اور بعض لوہے کی اس قدر بھاری زنجیریں اور طوق پہن لیتے کہ اُن کی کمر بوجھ سے دُہری ہو جاتی۔ ابتدا میں ریاضت اور نفس کشی کے یہ ہولناک طریقے اُن لوگوں نے رائج کئے تھے، جن کے نزدیک دُنیا کی ہر خواہش کو مٹانا یا جسمانی اذیتیں برداشت کرنا روحانی نجات کا واحد ذریعہ تھا لیکن بعد میں انفرادی جنون کے یہ مظاہرے مذہب کے اجتماعی فرائض میں داخل ہو گئے۔ یہ خانقاہیں جہاں اب لاکھوں مرد اور عورتیں پناہ لے چکی تھیں، کلیسا کے حصار بن گئیں۔ اور ان کی نگرانی مذہب کے اُن اکابر کے سپرد تھی، جن کی اکثریت ملوکیت کے دوش بدوش کلیسا کے پرچم نصب کرنے کے لئے کوشاں تھی۔ خانقاہوں کے نظم اور راہبوں کی تربیت کے لئے جو اصول و ضوابط وضع کئے گئے تھے، وہ سلطنت کے قوانین سے زیادہ سخت تھے۔

رومی شہنشاہوں نے اپنے بدترین ادوار میں بھی فرزندانِ تثلیث پر وہ مظالم نہیں کئے تھے جو ان خانقاہوں کے مکین اپنی خوشی سے برداشت کر رہے تھے۔ اب مذہب کی تعلیم کا مرکزی نقطہ یہ تھا کہ انسان پیدائشی طور پر گنہگار ہے۔ اُس کا جسم اُس کی روح کا سب سے بڑا دشمن ہے اور رُوح کی نجات کے لئے جسم کی تذلیل کے سوا کوئی اور راستہ نہیں ——

غرض خانقاہیں وہ بھٹیاں تھیں جن کی آنچ میں روح کو جسم کی آلائشوں سے پاک کیا جاتا تھا۔

عام طور پر توہم پرست یا دنیا کے آلام و مصائب کے ستائے ہوئے پریشان حال لوگ ایک بہتر زندگی کی اُمید پر اور اپنے گناہوں پر پشیمان لوگ اپنے ضمیر کی تسکین کے لئے ان خانقاہوں میں داخل ہوتے تھے لیکن یہاں انہیں ایسے لوگوں سے سابقہ پڑتا تھا جنھوں نے اُن کی ہڈیوں پر کلیسا کے اقتدار کے محل کھڑے کرنے کا راز معلوم کر لیا تھا۔ خانقاہ میں داخل ہونے کے بعد دنیا کے ساتھ اُن کے ماضی کے تمام رشتے ٹوٹ جاتے تھے، یہاں تک کہ

ماضی کے متعلق سوچنا بھی ایک گناہ تھا۔ ہر نئے راہب کی نگرانی دو تربیت یافتہ راہبوں کو سونپ دی جاتی تھی۔ یہ دن رات اُس پر پہرا دیتے تھے، کوئی راہب اپنے محافظوں یا پہریداروں کی موجودگی کے بغیر اپنے عزیزوں یا رشتہ داروں سے ملاقات نہیں کر سکتا تھا۔ اگر وہ ملاقات سے انکار کر دیتا تو اس کا یہ فعل قابل قدر سمجھا جاتا تھا —— ایک طویل عرصہ تک بھوکا پیاسا رہنا یا جاگنا ایک راہب کی تربیت کا ضروری حصہ سمجھا جاتا تھا —— ہاتھ پاؤں دھونا یا نہانا جسمانی خواہشوں میں شامل تھے، اِس لئے جسم کو انتہائی غلیظ و متعفن رکھنا اور میلے کچیلے، بدبودار چیتھڑوں میں ملبوس یا ننگا رہنا کارِ ثواب سمجھا جاتا تھا —— خوبصورت چہروں اور جسموں کو مسخ کر دینا بھی ایک نیکی تھی —— چنانچہ کسی خوبصورت راہبہ کی ایک آنکھ نکال دینا یا کسی تندرست و توانا راہب کی ایک ٹانگ یا بازو توڑ دینا بھی ایک معمولی بات تھی۔ خانقاہ کے قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کے جرم کی سزا سو درّے تھی۔ دنیا کی کسی شے پر اپنا دعویٰ جتانا ایک جرم تھا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی راہب بے خیالی میں بھی یہ کہہ دیتا کہ یہ میرا جوتا یا میری قمیص ہے تو اسے اِس جرم کی پاداش میں چھ کوڑے رسید کئے جاتے تھے۔ خانقاہوں کے مکینوں کو ریاست کے قیدیوں سے زیادہ مشقت کرنا پڑتی تھی۔ اِن گنت جسمانی اور ذہنی اذیتوں کے بعد نیند اُن کے لئے کسی راحت کا باعث ہو سکتی تھی لیکن اُن کی روحوں کے محافظ جہاں انہیں فاقہ کشی میں مبتلا رکھنا ضروری سمجھتے تھے وہاں اس بات کا بھی خیال رکھتے تھے کہ آرام کی نیند سے اُن کی رُوح پر جسم کی آلائشیں غالب نہ آجائیں۔

ان بدنصیب لوگوں کو ہر سزا کے بعد یہ یقین دلایا جاتا تھا کہ یہ سب اُن کی بہتری کے لئے ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے ہوش و حواس اور عقل و شعور کھو بیٹھتے تھے اور ان ناقابل برداشت اذیتوں میں بھی ایک تسکین محسوس کرتے تھے۔ رات کی تاریکی اور بسا اوقات دن کی روشنی میں بھی انہیں چاروں طرف ابلیس کی اِن گنت صورتیں دکھائی دیتیں۔ اور ایسا محسوس ہونے لگتا کہ وہ گناہوں کے سمندر میں ڈوبے جا رہے ہیں۔ خیالی گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے وہ اپنی ارواح کے محافظوں سے مزید سزاؤں کے طلبگار ہوتے، بعض اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی ختم کر ڈالتے بعض گناہوں کے مستقل خوف سے اپنا ذہنی توازن[1] کھو بیٹھتے۔

[1] چھٹی صدی عیسوی میں اس قسم کے پاگلوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو گئی تھی۔ کہ یروشلم میں دماغی امراض کا ہسپتال تعمیر کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

راہب یا راہبہ بن جانے کے بعد کسی کے لئے جیتے جی اپنی خانقاہ سے بھاگ نکلنا ممکن نہ تھا، جو راہب اپنی خوشی سے ذہنی اور جسمانی اذیتیں برداشت کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے تھے، انہیں مجبوراً نفس کشی کے تمام مراحل سے گزرنا پڑتا تھا۔

ابتدائی ادوار میں یہ خانقاہیں عام طور پر صرف اُن مفلوک الحال لوگوں سے آباد ہوتی تھیں جن کے لئے دنیاوی زندگی میں کوئی کشش نہ تھی لیکن جب رہبانیت نے مسیحی معاشرے میں ایک اہم مقام حاصل کرلیا تو خوشحال لوگ بھی ان کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ طبقہ اعلیٰ کے وہ نوجوان جن کے لئے رومی فوج میں بھرتی ہونا ضروری تھا، اپنی جان بچانے کے لئے خانقاہوں میں پناہ لیتے تھے۔

با اثر لوگوں کی شمولیت نے رہبانیت کی توقیر میں اور اضافہ کردیا ——— اور خانقاہوں کے بشپ عوام کی بجائے خواص کو ترجیح دینے لگے۔ یہ لوگ خوشحال تاجروں یا حکومت کے عہدہ داروں کے پاس جاکر اُن سے اپیلیں کرتے کہ تم اپنے فلاں بیٹے یا بیٹی کو دینِ مسیح کی خدمت کے لئے وقف کردو تو تم دنیا اور آخرت میں سرخرو ہوگے۔ اور اگر تم نے اُسے نجات کے راستے سے روکنے کی کوشش کی تو اُس کے زندگی بھر کے گناہوں کا بوجھ تمہاری گردن پر ہوگا۔ ان راہبوں کی تقریریں اِس قدر پرجوش اور مؤثر ہوتیں کہ والدین اپنے بچوں کو اُن کے حوالے کردیتے۔ لوگوں کے دلوں پر خانقاہوں کا رعب جمانے کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ بعض راہبوں کی کرامات کے متعلق عجیب و غریب باتیں مشہور کردی جاتی تھیں۔

ہر خانقاہ ایک چھوٹی سی سلطنت تھی، جہاں اختیارات ادنیٰ اور اعلیٰ عہدہ داروں میں تقسیم کئے جاتے تھے۔ اور جس طرح رعایا سلطنت کا حکم ماننے پر مجبور ہوتی ہے اِسی طرح عام راہب با اختیار راہبوں کا حکم مانتے تھے خانقاہ کا حاکم اعلیٰ یا راہب اپنے اختیارات میں صرف اُن آزمودہ کار راہبوں کو شریک کرتا تھا جو نفس کشی اور ریاضت کے اَن گنت مراحل سے سرخرو ہوکر نکلتے تھے۔ ان خانقاہوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے دولت کی کمی نہ تھی۔ لوگ یہاں اپنی اپنی استطاعت کے مطابق نذرانے لے کر آتے تھے۔

توہم پرستی اور اذیت پسندی نے ان راہبوں کو انتہائی متعصب اور تنگ نظر بنادیا تھا۔ یہ لوگ اپنی ذات سے متنفر تھے اس لئے دوسروں کے ساتھ محبت یا رواداری سے پیش آنا اُن کے بس کی بات نہ تھی۔ اپنے تنگ و

تاریک راستوں کے سوا انہیں کوئی دوسرا راستہ پسند نہ تھا۔ عقائد کے معاملے میں ذرہ بھر لچک اُن کے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔ اُن کی خانقاہوں میں نفس کشی کے جو طریقے رائج تھے اُن پر نکتہ چینی کرنا یا انہیں معقولیت کی کسوٹی پر کسنا ایک ایسا گناہ تھا جس کی کوئی بخشش نہ تھی۔ مختلف فرقوں کے درمیان اعتقادات یا عبادات کے طریقوں کا معمولی سا اختلاف انہیں قتل و غارت پر آمادہ کرسکتا تھا اور وہ اپنے مخالفین پر بھوکے درندوں کی طرح ٹوٹ پڑتے تھے۔ کسی کے قتل کر دینے یا زندہ جلا دینے سے انہیں یہ تسکین ملتی کہ انہوں نے مقتول کی روح پر احسان کیا ہے۔ اور کسی کے ہاتھوں قتل ہوتے وقت انہیں یہ اطمینان ہوتا کہ ان کی رُوح کو جسم کی نجاست سے نجات حاصل ہوگئی ہے۔

رومی حکومت اپنے تمام جاہ و جلال کے باوجود کلیسا کے معاملات میں مداخلت سے اجتناب کرتی تھی۔ اگر کسی بات پر دنیاوی اور روحانی حکمرانوں کے درمیان ٹھن جاتی تو رومی سپاہی یہ محسوس کرتے کہ کلیسا کے تقدس کے محافظ اُن سے کہیں زیادہ نڈر اور خونخوار ہیں۔

بادشاہی اور کلیسا کے علاوہ سلطنت کی تیسری قوت سینیٹ تھی جو رومی حکومت کو کسی حد تک جمہوریت کا رنگ عطا کرتی تھی۔ لیکن سلطنت کے معاملات میں سینیٹ کی مداخلت حکمرانوں کے مزاج پر منحصر تھی۔ ایک کمزور حکمران کبھی سینیٹ کے ارکان اور کبھی کلیسا کے اکابر کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن کر رہ جاتا تھا اور ایک طاقتور بادشاہ کے لئے اپنے اختیارات میں معمولی مداخلت بھی ناقابلِ برداشت ہوتی تھی۔

اصنام پرست یونانیوں کی بعض قدیم رسوم روم کی طرح قسطنطنیہ میں بھی پہنچ چکی تھیں۔ رتھوں کی دوڑ کو ایتھنز اور روم کی طرح یہاں بھی ایک قومی کھیل کا درجہ حاصل تھا۔ اور بازنطینی حکمران ایک مذہبی رسم کی طرح اِس کھیل کی سرپرستی کرتے تھے۔

ابتدائی ادوار میں یہ کھیل ایک تفریحی مشغلہ تھا لیکن آگے چل کر تفریح ایک مستقل فساد کا ذریعہ بن گئی۔ رتھوں کی دوڑ میں حصہ لینے والے کھلاڑیوں کے مختلف گروہ آپس میں برسرِپیکار رہتے تھے۔ اور بازنطینی معاشرے میں انہیں مذہبی فرقوں کی سی اہمیت حاصل ہوگئی تھی۔ کھلاڑیوں کے جس گروہ کو شہنشاہ کی سرپرستی نصیب ہوتی، اُس کے مخالفین پر عرصہ حیات تنگ ہوجاتا تھا۔ یہ لوگ رات کے وقت مسلح ہوکر گھروں سے نکلتے اور شہر کی گلیوں اور بازاروں میں لوٹ مار اور قتل و غارت شروع کردیتے۔ اُن کے مظالم اپنے مخالفین یا اُن کے حامی عوام تک ہی محدود نہ رہتے تھے

بلکہ یہ درندے اُن بے گناہ لوگوں کے گھروں میں بھی جا گھستے تھے جنھیں اُن کی دوستیوں یا دشمنیوں سے کوئی سروکار نہ ہوتا تھا۔ دولت مندوں کی دولت چھین لی جاتی، خاوندوں اور بھائیوں کے سامنے اُن کی بیویوں اور بہنوں کی عصمت لُوٹی جاتی، والدین کی گود سے اُن کے خوبصورت بچے چھین لئے جاتے لیکن انہیں احتجاج کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔ اگر کوئی ان درندوں کو دیکھ کر اپنے گھر کا دروازہ بند کرلیتا تو مکان کو آگ لگا دی جاتی۔

قسطنطنیہ کو ان ہولناکیوں سے بچانے کے لئے قانون، مذہب اور اخلاق کے تمام ضابطے ناکام ہو چکے تھے۔

عوام کے گھروں کی طرح گرجے اور خانقاہیں بھی وحشت اور بربریت کی اِس آندھی سے محفوظ نہ تھیں۔

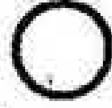
حکومت کی فوج اور پولیس یہ المناک مناظر دیکھتی لیکن ملوکیت کا رعب و جلال ادائے فرض کے راستے میں حائل ہو جاتا۔ اگر کوئی فرض شناس حاکم یا دیانت دار جج عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کی جرأت کرتا تو اُسے اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑتے۔ ان کھلاڑیوں کے جس فریق کے سر پر شہنشاہ کا ہاتھ ہوتا اُس کے بدترین مظالم کے خلاف ملک کے قانون کی زبان گنگ ہو جاتی۔ پھر جب کوئی نیا حکمران کسی دوسرے فریق کا سرپرست بن جاتا تو ظالم مظلوم ہو جاتے اور مظلوم ظالم۔

رومی حکمرانوں کا یہ سلوک کسی بیرونی دشمن کے ساتھ نہیں، اُس رعایا کے ساتھ تھا جو انہیں اپنا محافظ سمجھتی تھی۔ جس کی مذہبی عبادت گاہوں میں ان کی عزت اور سربلندی کے لئے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔

یہ وہ دور تھا جب مشرق و مغرب کے چوسٹھ صوبوں، نوسو پینتیس شہروں اور بے شمار بستیوں کے عوام پر قیصر کا حکم چلتا تھا۔ اور اگر ان صوبوں، شہروں اور بستیوں میں سوچنے، سمجھنے اور محسوس کرنے والے انسان آباد تھے تو ہمارے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ شاہراہ حیات کے ان بھٹکے ہوئے مسافروں کی رات کتنی تاریک، کتنی بھیانک اور کتنی صبر آزما تھی۔ پھر ہمارے لئے یہ سمجھنا بھی مشکل نہیں کہ روم اور ایران کے تصادم کا نیا دور فرزندان آدم کے لئے کس قدر ہولناک تھا۔

یہ اُن شہنشاہوں کا تصادم تھا جنھیں خدا کی زمین پر اپنے سوا کسی اور کا سانس لینا گوارا نہ تھا۔ اور یہ اُن قوموں کا معرکہ تھا جو یکساں بے رحم، توہم پرست اور تنگ نظر تھیں۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود انسانی تاریخ کے اُس دور میں روم اور ایران ہی وہ عظیم سلطنتیں تھیں جن سے مشرق و مغرب کی اقوام تہذیب و اخلاق کا درس لے سکتی تھیں۔ یہی وہ گدلے پانی کے چشمے تھے جن کی طرف بے آب و گیاہ صحراؤں میں بھٹکنے والے قافلے رجوع کر سکتے تھے۔

ایشیا اور یورپ کے شمالی اور وسطی ممالک میں جہالت اور پسماندگی اپنے انتہائی عروج پر تھی۔ یہ ممالک اُن خانہ بدوش اور وحشی قبائل کی شکارگاہیں تھیں جو مختلف ادوار میں منگولیا سے نکل کر یورپ اور ایشیا کے میدانوں میں پھیل جایا کرتے تھے۔ زرخیز خطوں پر قبضہ جمانے کے بعد جب یہ خانہ بدوش نسبتاً متمدن زندگی کے عادی ہو جاتے اور کھیتی باڑی کی بدولت وسائل حیات کی فراوانی اُن کی بدویانہ خصوصیات بدل ڈالتی تو وسط ایشیا سے وحشت اور بربریت کے طوفان کی ایک اور لہر اُٹھتی اور ان ترقی یافتہ وحشیوں کو اپنے انتہائی پسماندہ اور خونخوار بھائیوں کے لئے جگہ خالی کرنی پڑتی۔ سیتھین، ہُن اور ونڈال جن کی وحشت اور بربریت کبھی مشرق میں سلطنت ایران اور کبھی مغرب میں سلطنتِ روما کے لئے خطرۂ عظیم بن جاتی تھی۔ انہی قبائل کی شاخیں تھیں جو اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے منگولیا کی چراگاہوں کو ناکافی پاکر نئی چراگاہوں کی تلاش میں نکل پڑتے تھے۔



عرب، روم اور ایران کی عظیم سلطنتوں کا ایک گمنام اور حقیر ہمسایہ تھا۔ لیکن اس ملک کے باشندے اپنے ہمسایہ ممالک کے اچھے یا بُرے اثرات سے محفوظ تھے۔ مشرق یا مغرب سے اگر کوئی طوفان نمودار ہوتا تھا تو اُس کی لہریں اِس صحرا کی ریت میں گم ہو کر رہ جاتی تھیں۔ اہل عرب مدنیت کے شعور کی اُس منزل سے صدیوں پیچھے تھے جہاں افراد یا قبائل کے اتحاد سے قوم یا ملّت معرضِ وجود میں آتی ہے اور زمین کے خطے ایک سلطنت کے اجزا بن جاتے ہیں۔

یہاں بیرونی تہذیبوں کے خفیف سے اثرات صرف اُن بستیوں اور شہروں تک محدود تھے جو یمن اور شام کے درمیان قدیم تجارتی شاہراہ پر آباد تھے۔ سلطنت کا تصوّر جزیرہ نمائے عرب کے اُن بیرونی اور نسبتاً زرخیز علاقوں تک محدود تھا جہاں مستقل آبادی اپنے وسائل حیات کے تحفظ کے لئے کسی طاقتور خاندان کی سیادت قبول کرنے پر مجبور ہو جاتی تھی۔ صحرائی آبادی اُن خانہ بدوشوں پر مشتمل تھی جو اونٹ کے بالوں یا بکریوں کی کھالوں کے خیموں میں رہتے تھے۔ اُن کے نزدیک بھیڑ بکریاں، اونٹ یا گھوڑے پالنا اور شکار کھیلنا ہی مردانہ کام تھے۔ جنوب کے زرخیز علاقے میں سلطنتیں بنی اور ختم ہو گئیں لیکن بے آب و گیاہ وادیوں کے مکین ان انقلابات سے محفوظ رہے۔ پانی کی کمیابی، خوراک کی قلت اور جھلس دینے والی گرمی کے باعث بیرونی حملہ آوروں کے لئے اس خطہ

زمین میں کوئی کشش نہ تھی لیکن اس کے باوجود یہ صحرانشین امن وسکون سے ناآشنا تھے۔ وہ بیرونی جارحیت سے تو محفوظ تھے لیکن جہالت کا عفریت جسے وہ اپنی مخصوص تہذیبی اور اخلاقی روایات کا محافظ سمجھتے تھے اُن کے لئے روم وایران کی استبدادی قوتوں سے زیادہ خطرناک بن چکا تھا۔ وہ باہر کی آندھیوں سے محفوظ تھے لیکن اپنے گھر کی آگ سے اُن کے لئے کوئی جائے پناہ نہ تھی۔

اُن کے ماضی کی تاریخ خاندانی جھگڑوں یا قبائلی جنگوں تک محدود تھی۔ یہ جنگیں عام طور پر افراد سے شروع ہوتی تھیں جو کبھی کسی پانی کے چشمے، یا چراگاہ پر قبضہ کرنے اور کبھی ایک دوسرے کے مویشی چھیننے کے لئے آپس میں اُلجھ پڑتے تھے، پھر تمام کے تمام قبیلے میدان میں آجاتے اور برسوں تک لوٹ مار، قتل وغارت اور انتقام در انتقام کا سلسلہ جاری رہتا۔ جب ایک نسل کی رگوں سے خون کا آخری قطرہ تک بہ نکلتا تو نئی نسل میدان میں آجاتی۔ اُن کے خطیب اور شاعر نفرت وانتقام کے جہنم کیلئے تازہ ایندھن مہیا کرتے تھے، اُن کا بیشتر شعروادب اُن قصائد اور ہجویات پر مشتمل تھا جس کی بدولت وہ اپنی پرانی عداوتیں زندہ رکھ سکتے تھے۔

قبائلیت بدوی سوسائٹی کی بنیاد تھی۔ ایک فرد کی زندگی کا اوّلین مقصد اپنے قبیلے کی انا کی تسکین کا سامان مہیا کرنا تھا۔ اپنے قبیلے کے کسی فرد کے قاتل کے لئے کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ ایسا مجرم فرار ہو کر ہی قبیلے کے انتقام سے بچ سکتا تھا۔ لیکن ہمسایہ قبائل کے خلاف انتہائی گھناؤنے جرائم کا ارتکاب بھی قابلِ تحسین سمجھا جاتا تھا ــــ

کمزور قبائل کو اپنی سلامتی کے لئے کسی طاقتور قبیلے کی پناہ لینا پڑتی تھی اور اس کے بدلے وہ خراج ادا کرتے تھے۔ بعض اوقات ایک غیر جانبدار قبیلہ فریقین کے درمیان کود پڑتا تو ایک عارضی مدت کے لئے صلح بھی ہوجاتی تھی لیکن تصفیہ کا اصول یہ تھا کہ جنگ میں جس قبیلے کے کم آدمی مارے جاتے تھے اُسے اپنے حریف کی زائد اموات کا خوں بہا دینا پڑتا تھا۔

قبائل صرف پیدائشی اور نسلی رشتوں ہی سے نہیں بنتے تھے بلکہ ایک اجنبی کسی کے گھر کا کھانا کھانے اور اُس کے خون کی چند بوندیں چکھنے کی رسم ادا کرنے کے بعد اُس کے قبیلے میں داخل ہوسکتا تھا۔ بعض اوقات ایک چھوٹے اور کمزور قبیلے کے تمام افراد اپنی بقا کے لئے کسی بڑے اور طاقتور قبیلے میں جذب ہوجاتے تھے،

اور اس طرح انہیں اپنی قوت میں اضافہ کرنے کے بعد اپنے دشمنوں کے مظالم کا حساب چکانے کا موقع مل جاتا تھا ــــ

عرب جس قدر جاہل تھے اُسی قدر ضدی، خونخوار اور مغرور تھے۔ صحرا کی آب وہوا نے انہیں اونٹ کی طرح جفاکش اور کھجور کے درختوں کی طرح سخت جان بنا دیا تھا لیکن یہ جفاکشی کسی صحت مند معاشرے کی بجائے انہیں اپنے ماحول کی تاریکیوں میں ثابت قدم رکھنے کے کام آرہی تھی۔ اپنے اسلاف کی بدترین روایات پر قائم رہنا اُن کے نزدیک بہادری اور اپنے اسلاف کا راستہ چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرنا اُن کے نزدیک بزدلی اور بے غیرتی کے مترادف تھا۔

مکہ کو یہ شرف حاصل تھا کہ یہاں ابراہیم علیہ السلام نے خدا کا پہلا گھر تعمیر کیا تھا۔ لیکن شرک کی آندھیاں یہاں توحید کا چراغ بجھا چکی تھیں۔ اور خدا کا یہ گھر ایک بتکدہ بن چکا تھا۔ عرب اب بھی خانہ کعبہ کو اپنا روحانی مرکز سمجھتے تھے لیکن صدیوں کی جہالت کی طغیانیوں میں دینِ ابراہیمؑ کی تعلیم، چند مشرکانہ رسوم کا مجموعہ بن کر رہ گئی تھی ــــ خال خال ایسے لوگ تھے جن کے دلوں کی گہرائیوں میں دینِ ابراہیمؑ کی لو جھلملا رہی تھی لیکن ظلمت کے طوفانوں کے آگے چند ٹمٹماتے ہوئے چراغوں کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ عرب سے باہر مجروح انسانیت کو اپنے زخموں کا احساس تھا۔ وہاں بھٹکے ہوئے قافلے کسی راہنما کے جویا ہوسکتے تھے۔ بالخصوص شام میں عیسائی اور یہودی مذاہب کے پیشوا جب اپنے گردوپیش سے مایوس ہوتے تھے۔ تو ان کی نگاہیں فلسطین کی وادیوں میں اُس نجات دہندہ کو تلاش کرتی تھیں جس کی آمد کی بشارت اُن کے آسمانی صحیفوں میں موجود تھی ــــ اگر وہ تاریکی میں بھٹک رہے تھے تو انہیں کسی روشنی کا انتظار تھا۔ اگر وہ جبر واستبداد کی چکی میں پس رہے تھے تو انہیں عدل وانصاف اور رحم وکرم کی طلب تھی۔ لیکن عرب کا ضمیر اُس روشنی سے محروم ہوچکا تھا جو اچھائی اور برائی میں تمیز کرسکتی ہے۔ انہیں اپنے اندوہناک ماضی پر فخر تھا، وہ اپنے حال کی پستیوں پر مغرور تھے۔ اُن کے مقدر کی ظلمتوں کو کسی روشنی کی احتیاج نہ تھی وہ جس ڈگر پر چل رہے تھے اُسی پر چلتے رہنا چاہتے تھے ــــ کوئی نیا راستہ جس پر اُن کے اسلاف کے نشانِ قدم موجود نہ تھے اُن کے لئے قابلِ قبول نہ تھا ــــ کوئی برائی جو انہیں ورثے میں ملی تھی قابلِ نفرت نہ تھی۔ اور کوئی نیکی جسے اُن کے آباؤ اجداد ٹھکرا چکے تھے اُن کے نزدیک قابلِ التفات نہ تھی ــــ اُن کا وجود زندگی کی

ہر سعادت کی نفی کرتا تھا ـــــــ وہ اپنے ظلمتکدے کو اس صبح کی روشنی سے محفوظ رکھنا چاہتے تھے جس کے انتظار میں امن و سکون کے جویاؤں کی نگاہیں پتھرا گئی تھیں۔ لیکن یہی وُہ ظلمتکدہ تھا جو روشنی کے جویاؤں کی نگاہوں کا مرکز بننے والا تھا ـــــــ یہی وہ بنجر اور سنگلاخ زمین تھی جسے قدرت نے اپنے انعامات کی بارش کے لئے منتخب کیا تھا ـــــــ اور یہی وُہ افق تھا جس کی بھیانک تاریکیاں، آفتابِ رسالتؐ کی ضیا پاشیوں کی اوّلین مستحق سمجھی گئی تھیں

یہ داستان فرزندانِ آدم کی تاریخ کے اُس دور سے تعلق رکھتی ہے، جب مکّہ میں ایک نئی صبح کی روشنی نے تاریک رات کے مسافروں کو چونکا دیا تھا۔

باب (۳)

ایک دن یثرب کے یہودیوں کا ایک بااثر سردار کعب بن اشرف کھجوروں کے باغ سے گھرے ہوئے اپنے قلعہ نما مکان سے نمودار ہوُا، اور شمعون اور اُس کے خاندان کے آٹھ آدمی جو کھجوروں کی چھاؤں تلے، چٹائیوں پر بیٹھے اُس کا انتظار کر رہے تھے اُسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔

کعب نے شمعون سے پوچھا "ہبیرہ ابھی تک نہیں آیا؟"

شمعون نے جواب دیا "جناب میرے غلام نے اُسے آپ کا پیغام پہنچا دیا تھا اور اُس نے بہت جلد آنے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ وُہ ایک بدمزاج آدمی ہے۔ آپ ذرا سختی سے بات کریں۔ ان لوگوں کی یہ جرأت نہیں ہونی چاہیئے کہ ہمارے مقروض ہو کر ہمیں کو آنکھیں دکھائیں۔ پچھلے مہینے میں اُس کے پاس گیا تھا تو وہ لڑنے مرنے کو تیار ہو گیا تھا۔"

پانچ عرب، باغ سے مکان کی طرف آنے والے راستے پر نمودار ہوئے اور کعب نے اُن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "دیکھو! وہ آرہا ہے۔ تمہیں اُس سے بات کرتے ہوئے ذرا تدبر سے کام لینا چاہیے۔ اوس اور خزرج کو ایک طویل جنگ نے تھکا دیا ہے اور اُن کے کئی سرکردہ لوگ در پردہ مصالحت کے لئے کوشاں ہیں۔ مجھے ہمیشہ اس بات کا اندیشہ رہتا ہے کہ اگر اُن کی لڑائی ختم ہو گئی تو وہ کسی دن ہمارے خلاف متحد ہو جائیں گے، ہمیں کسی فریق کو بھی اس قدر آزردہ نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ مایوسی اور بے بسی کی حالت میں اپنے دشمن سے مصالحت کرنے پر آمادہ ہو جائے ـــ"

ہبیرہ اور اُس کے ساتھیوں کو قریب آتے دیکھ کر یہودی خاموش ہوگئے۔ ہبیرہ کی ڈاڑھی کے نصف بال سفید ہوچکے تھے تاہم اُس کے بھاری جسم اور بارعب چہرے سے تندرستی اور توانائی مترشح تھی۔ اُس کا دایاں بازو کہنی کے اوپر سے کٹا ہوا تھا اور پیشانی اور بائیں گال پر پرانے زخموں کے نشان تھے۔ اُس کے بائیں ہاتھ میں ایک مضبوط لاٹھی تھی۔ باقی چار افراد جن میں سے دو کی عمر پندرہ اور اٹھارہ برس کے درمیان معلوم ہوتی تھی اور دو ہبیرہ کے ہم عمر تھے، تلواروں سے مسلح تھے۔

یہ لوگ کعب کے اشارے سے یہودیوں کے قریب بیٹھ گئے۔ اور کعب نے اُن کے سامنے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ہبیرہ میں حیران ہوں کہ تم امن کے دنوں میں بھی مسلح آدمیوں کے پہرے میں گھر سے باہر نکلتے ہو۔"

ہبیرہ نے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ خالی ہاتھوں کے مقابلے میں تلواریں امن کی بہتر ضمانت ہوسکتی ہیں۔"

ایک یہودی نے کہا۔ "احتیاط بُری چیز نہیں، پرسوں بنو خزرج کے تین آدمی، ہتھیار بند شہر میں پھر رہے تھے۔"

کعب نے کہا۔ "ہبیرہ، شمعون کو شکایت ہے کہ تم نے اُس سے بدعہدی کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم آپس میں تصفیہ کرلو۔"

ہبیرہ کا چہرہ غصے سے تمتما اُٹھا، اُس نے قہر آلود نگاہوں سے شمعون کی طرف دیکھا اور کہا۔ "میں نے اِس کے ساتھ کوئی بدعہدی نہیں کی۔"

شمعون نے کہا۔ "جناب اِس نے میرا قرض ادا کرنے کی بجائے، اپنے گھوڑے کہیں باہر بھیج دیئے ہیں۔"

ہبیرہ نے شمعون کے بدلے کعب کی طرف متوجہ ہوکر کہا۔ "جناب میں نے اِس کا قرض ادا کرنے سے انکار نہیں کیا۔ صرف چند ماہ کی مہلت مانگی تھی۔"

شمعون نے کہا۔ "اگر تم اپنے گھوڑے دوسروں کے ہاتھ بیچنا چاہو تو میں تمہیں مہلت کیوں دوں، میں اُس دن کا انتظار کیوں کروں جب تم اپنا باغ، جانور اور گھر کا تمام اثاثہ بیچ کر کہیں بھاگ جاؤ۔"

ہبیرہ خون کا گھونٹ پی کر رہ گیا اور کعب نے فوری مداخلت کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "شمعون تمہیں ایک معزز آدمی سے اِس طرح بات نہیں کرنا چاہیئے۔ میں ہبیرہ کو جانتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارا ایک ایک درہم ادا کر دے گا۔"

ہبیرہ نے شکایت کے لہجے میں کہا۔ "میں نے جو رقم اس سے لی تھی اُس سے تین گنا سود ادا کرچکا تھا۔ اور یہ کہتا تھا کہ اگر میں اسے اپنے آٹھ بہترین گھوڑے دے دوں تو بھی صرف سود کی بقایا رقم ہی پوری ہوسکے گی۔ اور میں یہ چاہتا تھا کہ اِس کا پورا حساب چکا دیا جائے، پچھلے دنوں شام میں گھوڑوں کی بہت مانگ تھی اس لئے میں نے گھوڑے وہاں بھیج دیئے تھے۔"

کعب نے کہا۔ "اگر تمہارا یہ خیال تھا کہ شمعون تمہارے گھوڑوں کی قیمت کم لگاتا ہے تو یہاں کسی اور کے ہاتھ فروخت کر دیئے ہوتے۔"

ہبیرہ نے کہا۔ "اگر وہ تمام گھوڑے میرے اپنے ہوتے تو میں شاید یہی کرتا۔ لیکن اُن میں میرا بھتیجا عاصم بھی حصہ دار تھا۔ اور وہ انہیں یہاں بیچنے کی بجائے شام لے جانے پر مصر تھا، اُس کے اصرار کی وجہ یہ تھی کہ ہمیں اسلحہ کی بے حد ضرورت تھی۔ عاصم شام میں گھوڑے بیچنے کے بعد تلواریں خرید کر لائے گا۔ اور ہم یہاں اپنی ضرورت سے زائد تلواریں اپنے قبیلے کے لوگوں کے ہاتھ دگنی قیمت پر فروخت کرسکیں گے۔ پھر میرے لئے شمعون کا قرضہ اتارنا مشکل نہ ہوگا۔ شمعون مجھ پر بدعہدی کا الزام لگاتا ہے لیکن آپ اِس سے پوچھیئے کیا اِس نے ہمارے خاندان کے آدمیوں سے بیس تلواریں مہیا کرنے کا وعدہ کرنے کے بعد ہمیں دھوکا نہیں دیا اور وہ تلواریں ہمارے دشمنوں کے ہاتھ فروخت نہیں کیں؟"

شمعون نے کہا۔ "جب قبیلۂ خزرج کے لوگ مجھے زیادہ قیمت دیتے تھے تو میں تم سے سودا کیوں کرتا؟"

ہبیرہ نے کہا۔ "پھر تمہیں یہ شکایت کیوں ہے کہ میں نے اپنے گھوڑے سستے داموں تمہارے ہاتھ فروخت کیوں نہیں کئے؟"

شمعون نے جواب دیا۔ "اس لئے کہ تم میرے مقروض ہو۔"

ہبیرہ نے طیش میں آکر کہا۔ "تمہاری تمام دولت ہمارے خون اور پسینے سے نچوڑی ہوئی ہے اور اب تم ہمیں مقروض ہونے کا طعنہ دیتے ہو۔؟"

کعب نے کہا۔ "دیکھو جھگڑنے سے کوئی فائدہ نہیں، میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ تمہارا تصفیہ کرا دیا جائے۔"

ہبیرہ نے کہا "آپ جو کہیں میں ماننے کو تیار ہوں، لیکن شمعون کو مجھ سے بدکلامی کرنے کا کوئی حق نہیں میں نے آج تک اِس سے کوئی بدعہدی نہیں کی لیکن اس نے ہمیشہ میری مجبوری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے مجھ سے پہلے اِس نے میرے بھائی کو قرض دیتے وقت جو شرائط منوائی تھیں وہ انتہائی تکلیف دہ تھیں لیکن ہم نے مجبوری کی حالت میں سب کچھ برداشت کیا۔ میرے بھائی کو اپنا نصف باغ اور چشمے سے اپنے حصّے کا نصف پانی اِس کے پاس رہن رکھنا پڑا۔ ظاہر ہے کہ یہ پانی رہن شدہ باغ کی آبیاری کے لئے استعمال ہونا چاہیئے تھا، لیکن جب میرا بھائی قرضے کی نصف سے زائد رقم ادا کر چکا تو اِس کی نیت میں فتور آ گیا اور اِس نے پانی اپنے نئے باغ کو دینا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوُا کہ مزید تین سال گزرنے کے بعد جب میرے بھائی نے پوری رقم ادا کر کے اپنا باغ چھڑایا تو اُس کے بیشتر درخت سوکھ چکے تھے۔"

شمعون نے کہا "لیکن تم یہ بات بھول گئے ہو کہ تمہارے بھائی نے اپنے ایک بیٹے کو بھی میرے پاس رہن رکھا تھا اور ہمارا معاہدہ یہ تھا کہ قرضے کا آخری درم ادا ہونے تک وہ میرے پاس رہے گا۔"

ہبیرہ نے کہا "اگر تم اُسے اپنے پاس نہیں رکھ سکے تو اِس میں میرا یا میرے بھائی کا کیا قصور تھا؟ کیا یہ درست نہیں کہ جب وہ تمہاری بدسلوکی سے تنگ آ کر گھر بھاگ آیا تھا تو ہم اُسے پکڑ کر تمہارے پاس لے گئے تھے لیکن تم نے خود ہی اُسے اپنے پاس رکھنے سے انکار کر دیا تھا۔؟"

شمعون نے کعب سے مخاطب ہو کر کہا "جناب آپ ہی انصاف کریں کہ میں نے عاصم کے ساتھ کیا بدسلوکی کی تھی۔ میں نے اُسے کام کا آدمی بنانے کے لئے اُس کی تعلیم کا انتظام کیا، لیکن جب وہ پڑھنے لکھنے کے قابل ہوُا تو اُلٹا میرا دشمن بن گیا۔ اُس نے تین دفعہ میرے بڑے لڑکے کو پیٹا۔ چوتھی بار میرے چھوٹے لڑکے کو ایک سرکش گھوڑے کی پیٹھ پر بٹھا کر چھوڑ دیا۔ میرے پاس بنوخزرج کے ایک معزز شخص عدی کا لڑکا عُمیر بھی رہن تھا، عاصم کی اس سے بھی نہیں بنتی تھی۔ ایک دِن اِس نے عُمیر بن عدی کو اتنا پیٹا کہ اُس کے منہ اور ناک سے خون بہنے لگا۔ میرے نوکروں کی مداخلت سے عُمیر جان چھڑا کر گھر پہنچا تو اُس کے خاندان کے بوڑھے اور جوان میرے پاس آئے اور مطالبہ کیا کہ عاصم کو ہمارے حوالے کر دو۔ یہ عاصم کی خوش قسمتی تھی کہ وہ میری پناہ میں تھا ورنہ عدی کے بیٹے سے یہ سلوک کرنے کے بعد اُس کا ایک لمحہ کے لئے بھی زندہ رہنا ممکن نہ تھا۔ میں نے بڑی مشکل سے ان لوگوں کو سمجھا بجھا کر رخصت کیا۔

چند دن بعد مجھے معلوم ہوُا کہ اوس اور خزرج پھر کھلے میدان میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں مجھے ڈر تھا کہ اوس، خزرج کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتے اس لئے میں نے نوکروں سے کہہ دیا کہ وہ عاصم کا خیال رکھیں چنانچہ لڑائی سے ایک دن قبل ہم نے اُسے ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ میرا قیاس درست نکلا، اِس لڑائی میں بنو اوس کا بہت نقصان ہوُا۔ ہبیرہ کا ایک بیٹا اور اِس کے بھائی کے دو بیٹے مارے گئے اور میری وجہ سے عاصم کی جان بچ گئی، لیکن اُس نے مجھے احسان کا بدلہ یہ دیا کہ جب اُس کی کوٹھڑی کا دروازہ کھولا گیا تو وہ باہر نکلتے ہی مجھ پر ٹوٹ پڑا یہ دیکھئے!" شمعون نے اپنا منہ کھول کر دانتوں پر انگلی پھیرتے ہوئے کہا "میرے تین دانت اب بھی ہلتے ہیں۔"

ہبیرہ نے فخریہ انداز میں کہا "یہ تم سے کس نے کہا تھا کہ میرا بھتیجا موت سے ڈرتا ہے۔ تم تو بنوخزرج کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ لڑائی کے دن تم نے ہمارے ایک شیر کو باندھ رکھا تھا۔ تمہیں اس بات کا دکھ ہے کہ اُس نے عُمیر بن عدی کو پیٹ ڈالا تھا لیکن تم نے یہ کیوں نہ سوچا کہ آگ اور پانی ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔ پھر تمہارے بیٹوں کے دماغ میں یہ خیال کیسے پیدا ہوُا کہ وہ میرے بھتیجے سے افضل تھے۔ ہم نے تم سے قرضہ لیا تھا بھیک نہیں مانگی تھی۔"

شمعون نے کہا "جناب! میں نے عاصم کو اپنے بچوں کی طرح گھر میں رکھا تھا۔ لڑائی کے دن میں نے اُسے صرف اس ڈر سے کمرے میں بند کر دیا تھا کہ وہ ابھی تلوار اٹھانے کے قابل نہیں ہوُا۔ اگر وہ میدان میں چلا جاتا تو اُس کا انجام اپنے بڑے بھائیوں سے مختلف نہ ہوتا۔ لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ اس نیکی کا یہ اجر ملے گا ——— بات دراصل یہ تھی کہ جب عاصم کے دو بھائی جنگ میں مارے گئے تو اِس کے باپ نے اُسے اپنے پاس رکھنے کی ضرورت محسوس کی، پہلے اُس نے یہ کہا کہ میں تجارت کے سلسلے میں شام جا رہا ہوں اور عاصم کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔ اُسے چند مہینے کے لئے آزاد کر دو، لیکن جب میں ادائے قرض سے پہلے اُسے چھوڑنے پر رضامند نہ ہوُا تو اُس نے عاصم کو میرے خلاف بھڑکا کر ایسے حالات پیدا کرنے کی کوشش کی کہ میں اُسے واپس کرنے پر مجبور ہو جاؤں۔"

ہبیرہ نے اپنا غصّہ ضبط کرتے ہوئے کہا "تم جھوٹ کہتے ہو۔ اگر ہماری نیت بُری ہوتی تو ہم عاصم کو

دوبارہ تمہارے پاس لے کر نہ آتے۔"

شمعون نے کعب سے مخاطب ہو کر کہا۔ "جناب! اُسے دوبارہ میرے پاس لانے سے ان کا مقصد صرف میرا مذاق اڑانا تھا۔ ایک طرف یہ مجھ سے مصالحت کی باتیں کر رہے تھے اور دوسری طرف وہ لڑکا میرے بیٹے کے کان میں کہہ رہا تھا کہ اگر اب مجھے یہاں رہنا پڑا تو میں سب سے پہلے تمہیں قتل کروں گا اور اس کے بعد تمہارے باپ اور بھائیوں کی باری آئے گی۔"

ہبیرہ نے کعب سے کہا۔ "جناب! آپ اسی بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں عاصم کے ساتھ ان لوگوں کا سلوک کیسا تھا۔ ایک کمسن لڑکا بلاوجہ اس قدر مشتعل نہیں ہو سکتا۔"

کعب نے قدرے درشت ہو کر کہا۔ "ہبیرہ ہم تمہارے کسی آدمی کو اس کی اجازت نہیں دے سکتے کہ وہ ہمارے بچوں کو پیٹے۔ تم بنوخزرج کے مقابلے میں اپنی ناکامیوں کا انتقام یہاں کے یہودیوں سے نہیں لے سکتے، میں تمہیں یہ سمجھانے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ ہم سے بگاڑ کر تم ایک دن کے لئے بھی یثرب کی وادیوں میں نہیں رہ سکتے۔ میں نے انتہائی ضبط سے کام لے کر تمہاری باتیں سنی ہیں اور مجھے افسوس ہے کہ تمہارا یہ رویہ دانشمندانہ نہیں، تمہیں قدم قدم پر ہماری ضرورت پڑے گی۔"

ہبیرہ کچھ دیر سکتے کے عالم میں کعب کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "آپ شمعون کی غلط بیانی سے متاثر ہوئے ہیں۔ عاصم نے کسی بچے پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا، اس کا چھوٹا لڑکا اُس کا ہم عمر ہے اور باقی دونوں اُس سے بڑے ہیں۔ آپ شمعون سے یہ پوچھیئے کہ اس کے لڑکوں نے عاصم سے کیا کہا تھا؟"

شمعون بولا۔ "تم خود ہی بتا دو نا؟"

"انہوں نے کہا تھا کہ آئندہ ہم قرضہ مانگنے والوں سے لڑکوں کی بجائے لڑکیاں رہن رکھنے کا مطالبہ کیا کریں گے۔ عدی کا بیٹا بے غیرت تھا اور وہ یہ برداشت کر گیا، لیکن عاصم اُس سے مختلف تھا۔"

شمعون نے کہا۔ "یہ بالکل غلط ہے۔ بات یہ تھی کہ لڑکے عُمیر کے ساتھ مذاق کر رہے تھے اور عاصم نے پہلے اُسے بے غیرتی کا طعنہ دے کر اکسانے کی کوشش کی تھی لیکن جب وہ اُس کی باتوں میں نہ آیا تو اُس نے بذاتِ خود میرے لڑکوں سے لڑنا شروع کر دیا۔ وہ ہمیشہ میرے لڑکوں سے اُلجھنے کے لئے کسی بہانے کی تلاش

میں رہتا تھا اور عُمیر سے اُس کی عداوت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ میرے بیٹوں کے خلاف اُس کا ساتھ نہیں دیتا تھا۔"

ہبیرہ نے کہا۔ "جناب آپ خود ہی انصاف کریں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شمعون کے بیٹوں نے بنوخزرج کے ایک لڑکے سے مذاق کیا ہو اور عاصم کو طیش آگیا ہو۔ بات دراصل یہ تھی کہ انہوں نے ان دونوں کی عزت پر حملہ کیا تھا۔ عمیر نے اپنے خاندان کی توہین برداشت کر لی لیکن عاصم برداشت نہ کر سکا۔ اُس وقت اُس کی عمر بارہ یا تیرہ سال سے زیادہ نہ تھی لیکن شمعون آج تک ہم سے انتقام لے رہا ہے۔"

شمعون نے برہم ہو کر کہا۔ "کیسا انتقام؟"

ہبیرہ نے جواب دیا۔ "تم نے پہلے میرے بھائی کا نصف باغ ویران کر دیا۔ اس کے بعد ہماری بجائے ہمارے دشمنوں کے ہاتھ تلواریں فروخت کیں۔ پھر ابھی چار مہینے کی بات ہے کہ ہمارے گھر میں میرے بھائی کی لاش پڑی تھی اور تم رقم ادا کرنے پر اصرار کر رہے تھے۔ عاصم کا اولین فرض اپنے باپ کے قتل کا انتقام لینا تھا، لیکن اُس پر تمہاری باتوں کا یہ اثر ہوا کہ وہ اپنے باپ کو دفن کرتے ہی گھوڑے لے کر شام کی طرف روانہ ہو گیا، تاکہ کسی تاخیر کے بغیر تمہاری رقم ادا کرنے کا بندوبست کر دیا جائے لیکن اب تم کچھ دن بھی صبر نہیں کر سکتے۔"

کعب نے کہا۔ "شمعون میں ہبیرہ کو مدت سے جانتا ہوں یہ ایک بااصول آدمی ہے تمہیں اس کے وعدے پر اعتماد کرنا چاہیئے۔"

شمعون نے جواب دیا۔ "میں اس کے وعدے پر اعتماد کر سکتا ہوں لیکن اول تو مجھے اس کے بھتیجے سے یہ توقع نہیں کہ وہ واپس آجائے گا۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ وہ راستے ہی میں سب کچھ گنوا بیٹھے۔"

ہبیرہ نے کہا۔ "میرا بھتیجا اس سے پہلے بھی شام کا سفر کر چکا ہے اور مجھے اُس کی فراست پر اعتماد ہے لیکن اگر اُسے کوئی حادثہ پیش آگیا تو قرضے کی رقم کے عوض میں اپنا آدھا باغ تمہارے پاس رہن رکھ دوں گا۔"

کعب نے کہا۔ "شمعون! اب تمہیں مطمئن ہو جانا چاہیئے۔ اور ہبیرہ! تم کو بھی یہ محسوس نہیں کرنا چاہیئے کہ میں نے تم پر دباؤ ڈالنے کے لئے تمہیں یہاں بلایا ہے۔ میں صرف یہ چاہتا تھا کہ ہم سے تمہارے تعلقات خراب نہ ہوں۔ آئندہ اگر تمہیں کوئی دشواری پیش آئے تو میرے پاس آجانا۔"

ہبیرہ نے اُٹھ کر احسان مندانہ لہجے میں کہا۔"میں آپ کا شکر گزار ہوں۔موجودہ حالات میں ہمارے لئے آپ سے اعانت طلب کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ اگر آپ لڑائی میں ہمارا ساتھ دینا پسند نہ کریں تو بھی ہمیں اتنا قرضہ ضرور دے دیا کریں کہ ہم بنو خزرج سے برابر کی ٹکر لے سکیں۔ہمارے قبیلے کے معززین کا ایک وفد آپ کے پاس آنے والا ہے اور مجھے اُمید ہے کہ آپ انہیں مایوس نہیں کریں گے۔"

کعب نے جواب دیا۔"تم اطمینان رکھو۔ہم نے پہلے بھی تمہیں کبھی مایوس نہیں کیا۔اور اب بھی اُس شکایت کا موقع نہ دیں گے کہ ہم بنو خزرج کو بنو اوس سے افضل سمجھتے ہیں۔"

"اور ہم بھی کبھی آپ کو یہ کہنے کا موقع نہ دیں گے کہ بنو اوس احسان کا بدلہ دینا نہیں جانتے۔"ہبیرہ یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا اور اُس کے ساتھی اُس کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔کعب کچھ دیر ایک معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ اُن کی طرف دیکھتا رہا اور جب وہ نخلستان میں غائب ہو گئے تو شمعون سے مخاطب ہو کر پوچھا۔"شمعون اب تم سچ بتاؤ کیا یہ درست ہے کہ تمہارے بیٹوں نے صرف عمیر بن عدی سے مذاق کیا تھا اور عاصم کو اُس پر بلا وجہ غصہ آگیا تھا؟"

"ہاں میں نے اپنے بیٹوں کے علاوہ عمیر سے بھی تصدیق کی تھی۔"

"اور عمیر نے تمہیں یہ بھی بتایا تھا کہ عاصم نے اُسے تمہارے بیٹوں کے خلاف لڑائی پر اُکسایا تھا؟"

"ہاں۔!"

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عاصم اوس اور خزرج کے عام لڑکوں سے مختلف ہے۔"

"جی ہاں! وہ جس قدر ذہین ہے اُسی قدر خطرناک بھی ہے، ایک دن اُس نے میرے منہ پر کہا تھا کہ وہ وقت دور نہیں جب اوس و خزرج ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کی بجائے، متحد ہو کر یہودیوں کے خلاف لڑیں گے۔"

"پھر تم نے ایسے خطرناک لڑکے کو تعلیم کیوں دلوائی؟"

شمعون نے جواب دیا۔"جناب جب وہ میرے پاس آیا تھا تو اُس کی عمر زیادہ نہ تھی۔وہ باتوں سے بچہ ذہین معلوم ہوتا تھا، میرا خیال تھا کہ وہ بڑا ہو کر میرے کاروبار میں ایک اچھا معاون ثابت ہو گا اور شاید واپس جانا نہ پسند کرے۔پھر مجھے یہ بھی اُمید تھی کہ اُس کا باپ میرا قرضہ نہیں اُتار سکے گا، اور اُسے مجبوراً میرے پاس رہنا پڑے گا۔"

کعب نے کہا۔"تمہاری پہلی غلطی یہ تھی کہ تم نے ایسے ہوشیار لڑکے کو اپنے گھر میں رکھا۔دوسری یہ کہ تم نے اُسے تعلیم دلوائی اور تیسری یہ کہ جب وہ بڑا ہو کر لڑائی میں حصہ لینا چاہتا تھا تو تم نے اُسے کوٹھڑی میں بند کر دیا۔"

ایک یہودی نے کہا۔"جناب! اوس کے ایک معمولی خاندان کا لڑکا ہمارے لئے کسی پریشانی کا باعث نہیں ہو سکتا اوّل تو وہ خزرج کے کسی نوجوان کے ہاتھوں قتل ہو جائے گا ورنہ ہم اُس سے نبٹ لیں گے۔"

کعب نے جواب دیا۔"میں اُس کے متعلق پریشان ہوں۔میں یہ سوچتا ہوں کہ اگر اوس کے ایک نوعمر لڑکے کے دماغ میں ایسے خیالات پرورش پا سکتے ہیں تو ممکن ہے کہ کچھ دن بعد اور بھی کئی لوگ ہمارے متعلق اسی طرح سوچنے لگیں۔یثرب کے یہودیوں کی نجات اسی میں ہے کہ اوس و خزرج ایک دوسرے سے ٹکرا کر فنا ہو جائیں۔عربوں میں صلح کی نوبت اُس وقت آتی ہے جب ایک شکست خوردہ فریق ہر طرف سے مایوس ہو کر اپنے نقصانات کے متعلق سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔گزشتہ لڑائیوں میں اوس کی حالت کمزور ہو چکی ہے اور خزرج کی اکثریت بھی لڑائی جاری رکھنا نہیں چاہتی۔اب ہمارا کام یہ ہونا چاہیئے کہ بنو اوس کے حوصلے قائم رکھیں اور درپردہ اُن کی اتنی مدد ضرور کرتے رہیں کہ وہ اپنی رگوں سے خون کا آخری قطرہ بہ جانے تک لڑتے رہیں۔ہمیں خزرج کو بھی یہی احساس دلانا چاہیئے کہ ہم اُن کے دوست ہیں۔اوس اور خزرج کی صلح یا اتحاد ہمارے لئے بہت خطرناک ہو گا، کیونکہ اس صورت میں اُن کی توجہ ہماری طرف مبذول ہو جائے گی۔اگر ہم خود لڑنے کی بجائے صرف پیسہ دے کر اوس کے ہاتھوں خزرج اور خزرج کے ہاتھوں اوس کے آدمیوں کو قتل کرا سکتے ہیں تو ہمیں بخل سے کام نہیں لینا چاہیئے۔پھر ہمارا پیسہ بھی رائگاں نہیں جائے گا۔اگر ہم انہیں چند سال ایک دوسرے سے لڑاتے رہیں تو اُن کے باغات اور مال مویشی ہمارے قبضے میں آجائیں گے ——— شمعون! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی قوم کے مفاد کے لئے تم ذرا حوصلے سے کام لینے کی کوشش کرو۔"

شمعون نے جواب دیا۔"جناب! آپ کا مشورہ ہمارے لئے حکم کا درجہ رکھتا ہے۔اگر آپ فرمائیں تو میں اُسے مزید قرض دینے کو بھی تیار ہوں۔لیکن آپ کو اس بات پر پریشان نہیں ہونا چاہیئے کہ اوس اور خزرج کے درمیان صلح ہو سکتی ہے۔جب تک اُن کی صفوں میں ہبیرہ جیسے لوگ موجود ہیں وہ ایک دوسرے کا گلا کاٹتے رہیں گے۔اہل عرب جس مٹی پر ایک مرتبہ خون گراتے ہیں، اُس کی پیاس برسوں نہیں بجھتی۔آپ بسوس اور فجار کی لڑائیوں کے

حالات جانتے ہیں اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ اِن لڑائیوں میں حصّہ لینے والے قبائل یہودیوں کے اثر و رسوخ سے بہت دُور تھے۔"

کعب نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "یہ صحیح ہے کہ اُن قبائل کو ایک دوسرے کے خلاف اکسانے میں یہودیوں کا کوئی ہاتھ نہ تھا لیکن اگر اُن کے درمیان یہودی موجود ہوتے تو ان جنگوں کی شدّت اور طوالت میں مزید اضافہ کیا جا سکتا تھا۔ میں تمہیں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ اوس اور خزرج کی لڑائیوں سے براہ راست ہمیں فائدہ پہنچتا ہے اِس لئے ہماری کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ کوئی ایسی صورت پیدا نہ ہو جس سے وہ اپنی تلواریں نیام میں کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ ہمارا کام ہبیرہ جیسے تندمزاج لوگوں کو مایوس کرنا نہیں بلکہ اُن کی پیٹھ ٹھونکنا اور اُن کے حوصلے قائم رکھنا ہے"

ایک یہودی نے کہا۔ "جناب! آپ مطمئن رہیں ہم اوس اور خزرج میں سے کسی کا جوش ٹھنڈا نہیں ہونے دیں گے۔ یہ درست ہے کہ اُن کے بیشتر خاندان لڑائی سے تنگ آچکے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ عاصم کے واپس آنے پر جو تلواریں اُس کے رشتہ داروں میں تقسیم ہوں گی وہ زیادہ عرصہ نیام میں نہیں رہ سکیں گی۔"

کعب نے کہا۔ "شمعون! تم ایک ہوشیار تاجر ہو لیکن تمہیں اِس بات کا بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ تمہارا مستقبل یثرب کے باقی یہودیوں سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اور یہودیوں کو مستقبل کے خطرات سے بچانے کی واحد صورت یہی ہے کہ اوس اور خزرج کے درمیان مصالحت کے امکانات پیدا نہ ہونے پائیں۔ اگر ہبیرہ جیسے لوگ بجھتی ہوئی آگ کے لئے نیا ایندھن مہیا کر سکتے ہیں تو ہمیں دل شکنی کی بجائے اُن کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے ——— اِس مقصد کے لئے اگر ہمیں انہیں مُفت بھی تلواریں دینی پڑیں تو یہ سودا مہنگا نہیں ہو گا؟"

شمعون نے جواب دیا۔ "جناب! آپ اطمینان رکھئیے! میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ اوس اور خزرج زیادہ عرصہ امن سے نہیں رہ سکیں گے۔"

باب (۴)

یروشلم سے آگے، بنوکلب اور بنوغطفان کے تاجروں کے ہمراہ ایک طویل سفر کے بعد عاصم کا راستہ جدُا ہو گیا اور پھر ایک روز، غروب آفتاب کے وقت، وہ سنگلاخ چٹانوں اور ریت کے ٹیلوں کے درمیان، ایک تنگ وادی سے گزر رہا تھا۔ صحرا کی ہوا بتدریج خنک ہو رہی تھی۔

عاصم نے اچانک اپنا گھوڑا روکا اور مڑ کر عباد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب ہم آگے نہیں جا سکتے، میرا گھوڑا بہت تھک گیا ہے۔ ہمارے لئے راستے سے ہٹ کر اِس وادی کے دوسری طرف قیام کرنا بہتر ہو گا۔ تم یہیں ٹھہرو، میں کوئی موزوں جگہ دیکھ کر ابھی آتا ہوں۔"

عباد نے کہا۔ "میں خود آپ سے یہی کہنے والا تھا کہ ہمیں ٹھہرنا چاہیئے۔ آج سے کوئی بیس سال پہلے جب میں پہلی مرتبہ آپ کے والد کے ساتھ شام کے سفر پر گیا تھا تو واپسی پر ایک رات یہیں قیام کیا تھا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اُس وقت بھی ہم شام میں گھوڑے بیچ کر آئے تھے۔ لیکن اُس وقت ہم تنہا نہ تھے، ہمارے ساتھ یمن کے تاجروں کا ایک قافلہ تھا۔ وہ دن بہت اچھے تھے۔ ہمارے ساتھ قبیلۂ خزرج کے چند آدمی بھی سفر کر رہے تھے اور ہمیں ایک دوسرے سے کوئی خطرہ نہ تھا۔ جب ہم دمشق سے واپس روانہ ہوئے تھے تو......"

عباد کے ذہن میں ایک پوری داستان کا مواد آچکا تھا۔ لیکن عاصم نے اچانک باگ موڑ کر گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور آن کی آن میں، بائیں ہاتھ، ریت کے ایک ٹیلے پر جا پہنچا۔ وہاں سے دوسری طرف ایک اور تنگ وادی کا جائزہ لینے کے بعد اُس نے ہاتھ اونچا کر کے اپنے ساتھی کو اشارہ کیا اور وہ اُس طرف چل پڑا۔ عاصم گھوڑے

سے کود پڑا اور اُس کی باگ پکڑ کر ٹیلے سے نیچے اترنے لگا۔ نشیب میں ایک جگہ ببول کی چند جھاڑیاں تھیں۔ عاصم نے اُن کے قریب پہنچ کر گھوڑے کا ساز اتارا اور اُس کے گلے کا رسا کھول کر ایک جھاڑی سے باندھ دیا۔ خرجی سے کچھ جو نکال کر چمڑے کے توبڑے میں ڈالے اور انہیں چھاگل کے پانی سے تر کرنے کے بعد توبڑے کو ایک طرف رکھ دیا۔ گھوڑے نے توبڑا دیکھتے ہی ہنہنانا اور اچھلنا شروع کر دیا۔ عاصم نے آگے بڑھ کر گھوڑے کو تھپکیاں دیتے ہوئے کہا۔ ”دوست مجھے معلوم ہے تم بہت بھوکے ہو لیکن ابھی تھوڑی دیر انتظار کرو۔“ پھر وہ جھاڑیوں کی طرف بڑھا اور اُن کی سوکھی ٹہنیاں توڑ کر ایک جگہ جمع کرنے لگا۔ اتنی دیر میں عباد بھی پہنچ گیا اور اُس نے اپنے اونٹ کو بٹھا کر اُترتے ہوئے کہا۔ ”میرے خیال میں یہاں سردی اتنی نہیں ہوگی کہ ہمیں رات کے وقت آگ جلانے کی ضرورت پیش آئے۔“ عاصم نے جواب دیا۔ ”خیال تو میرا بھی یہی ہے تاہم احتیاطاً یہ ایندھن جمع کر لیا ہے۔ اگر سردی زیادہ ہوگئی تو آگ جلالیں گے۔ تم پانی کا مشکیزہ اور کھانے کا سامان اتار لو اور اونٹوں کو ان جھاڑیوں سے باندھ دو۔ باقی سامان اتارنے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں پچھلے پہر یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیئے۔ میں چاہتا ہوں کہ چاند ہم گھر پہنچ کر دیکھیں۔ مشکیزے میں پانی کافی ہے تم کچھ گھوڑے کو پلا دو۔ میں نے توبڑے میں جَو بھگو دیئے ہیں۔“

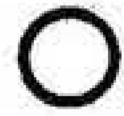
تھوڑی دیر بعد رات ہو چکی تھی۔ اونٹ ببول کی ٹہنیاں نوچ رہے تھے اور گھوڑا توبڑے میں منہ ڈالے، جو چبا رہا تھا۔ عاصم نے عباد کے ساتھ بیٹھ کر پنیر سے جَو کی روٹی کے چند نوالے کھائے اس کے بعد پانی پیا اور ٹھنڈی ریت پر ٹانگیں پھیلاتے ہوئے کہنے لگا۔ ”ہمیں آگ کی ضرورت نہیں۔ تم اطمینان سے سو جاؤ میں آدھی رات تک پہرا دوں گا۔“

عباد کی آنکھیں پہلے ہی نیند سے بوجھل تھیں وہ فوراً لیٹتے ہوئے بولا۔ ”دیکھئے، جب آپ کو نیند آنے لگے، تو مجھے ضرور جگا دیں۔ رات کے وقت ہم میں سے ایک کو پہرا ضرور دینا چاہیئے۔“

”تم میری فکر نہ کرو، میں کل رات خاصا سو لیا تھا۔ اب اگر مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا تو بھی اٹھ کر ٹہلنا شروع کر دوں گا۔“

تھوڑی دیر بعد عباد خراٹے لے رہا تھا اور عاصم چت لیٹا ستاروں کو دیکھ رہا تھا۔ اُس کے خیالات مختلف سمتوں میں پرواز کر رہے تھے، کبھی وہ شام کے شہروں کی پُر رونق گلیوں اور بازاروں کا طواف کر رہا تھا اور کبھی یثرب کے نخلستانوں کی سیر کر رہا تھا۔ وہ تقریباً چار مہینے کے طویل سفر کے بعد اپنے گھر جا رہا تھا اور راستے کی تمام

دشواریوں کے باوجود اُس کا یہ سفر اس کی توقع سے زیادہ کامیاب رہا تھا۔



امن کے دنوں میں، عرب کی حدود کے اندر، عاصم اپنے آپ کو نسبتاً محفوظ سمجھتا تھا تاہم قافلے سے جدا ہونے کے بعد اُس نے احتیاطاً راستے کی صرف اُن بستیوں سے گزرنا مناسب سمجھا جن میں رہنے والے قبائل اہلِ یثرب سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔ اُسے اِس بات کا شدید احساس تھا کہ اُس کا بخیر وعافیت گھر پہنچنا، اُس کے خاندان کی عزت کا مسئلہ ہے۔

اور اب وہ کسی ناخوش گوار حادثے سے دوچار ہوئے بغیر اپنی منزلِ مقصود کے قریب پہنچ چکا تھا۔ جب وہ سوچتا کہ میں صرف کپڑا فروخت کر کے اپنے چچا کا تمام قرضہ چکا سکوں گا، اور دمشق کی خوبصورت تلواریں دکھا کر قبیلہ اوس کے ہر نوجوان سے دادِ تحسین حاصل کر سکوں گا تو اُس کے دل میں خوشی کی ایک لہر دوڑ جاتی لیکن جب اُسے اپنے گھر کا خیال آتا تو وہاں کے مناظر اس دشت کی تنہائی سے زیادہ وحشت ناک محسوس ہوتے۔ اُس کی ماں اُسے بچپن ہی میں داغِ مفارقت دے گئی تھی۔ اُس کے دو بھائی جن کی شجاعت و جواں مردی پر سارے قبیلے کو فخر تھا، لڑائی میں کام آچکے تھے، اُس کا باپ اپنے کسی عزیز کی، ایک مدت تیمار داری کرنے کے بعد گھر واپس آرہا تھا کہ کسی نے بے خبری کی حالت میں پیچھے سے حملہ کر کے اُسے قتل کر دیا۔ اب عاصم کی زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ اپنے عزیزوں کے خون کا انتقام لینا تھا۔ اُس کے بھائیوں، اُس کے باپ اور اُس کے ابنِ عم کی روحیں پیاسی تھیں اور یہ پیاس صرف بنو خزرج کے خون سے بجھائی جا سکتی تھی —— ہبیرہ اُس کا چچا اپنے دائیں ہاتھ سے محروم ہونے کے باعث تلوار اٹھانے کے قابل نہ تھا۔ ہبیرہ کے چھوٹے بیٹے سالم کی عمر ابھی چودہ سال سے بھی کم تھی۔ اور اُس کی بہن سعاد اُس سے کوئی دو سال چھوٹی تھی۔ ان حالات میں اپنے گھرانے کے زندہ افراد کے حوصلے قائم رکھنے اور مرنے والوں کی روحوں کو آسودہ کرنے کی ساری ذمہ داری عاصم پر عائد ہوتی تھی۔

وہ فطرتاً ظالم یا خونخوار نہیں تھا لیکن اُس نے ایک ایسے ماحول میں آنکھ کھولی تھی جس میں خاندانی یا قبائلی حمیت پر جان دینا ایک نوجوان کا اولین فرض سمجھا جاتا تھا۔ اپنے معذور چچا اور اُس کے کمسن بچوں کی بے بسی پر

کے لئے ناقابلِ برداشت تھی۔ شام کی طرف روانہ ہوتے وقت اُس نے ہبیرہ، سالم اور سعاد کے سامنے منات کی قسم کھا کر یہ عہد کیا تھا کہ جب میں واپس آؤں گا تو تم لوگ فخر سے سر اٹھا کر یہ کہہ سکو گے کہ ہم اپنے دشمنوں سے انتقام لے چکے ہیں اور شمعون بھی ہمیں اپنا مقروض ہونے کا طعنہ نہیں دے سکے گا ـــــ آپ کو اس بات کا ملال نہیں ہونا چاہیئے کہ ہمارے قبیلے کے سرکردہ لوگ لڑائی سے اکتا چکے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ میں اُن کی غیرت کو زندہ کر سکوں گا۔" اور اب وہ صحرا کی ٹھنڈی ریت پر لیٹا یہ سوچ رہا تھا کہ یہ نئی تلواریں جو اُس نے شام سے حاصل کی ہیں عنقریب اُن جوانوں کے ہاتھ میں ہوں گی جو قبیلے کے ایک ایک مقتول کا انتقام لینے کا عہد کریں گے پھر کوئی عرب ہماری آئندہ نسلوں کو یہ طعنہ نہیں دے گا کہ تمہارے اسلاف اس قدر بے حمیت تھے کہ وہ دشمن کے خون سے اپنے عزیزوں کی روحوں کی پیاس نہ بجھا سکے۔ لیکن اس کا انجام کیا ہوگا؟ کیا ہمارے انتقام لے چکنے کے بعد یہ جنگ ختم ہو جائے گی؟ نہیں، یہ جنگ ختم نہیں ہوگی! ہماری غیرت و حمیّت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنے عزیزوں کی روحوں کی پیاس بجھانے کے لئے اپنے دشمنوں کا خون پیش کریں۔ اور یہی حال بنو خزرج کا ہے۔ ہم دونوں اس جنگ کو جاری رکھنے پر یکساں مجبور ہیں۔ یہ انتقام در انتقام کا سلسلہ جاری رہے گا۔ کب تک جاری رہے گا؟

عاصم کے ذہن میں اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا وہ ذہنی الجھاؤ کی حالت میں دیر تک بے حس و حرکت لیٹا رہا۔ پھر حال اور مستقبل کے تلخ حقائق سے منہ پھیر کر، ماضی کے سپنوں میں پناہ لینے لگا۔ اُسے بچپن کے وہ دن یاد آ رہے تھے جب اوس اور خزرج پرامن ہمسایوں کی طرح رہتے تھے اور وہ خزرج کے بچوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا۔ اُس زمانے میں یثرب کے نخلستان کتنے خوبصورت معلوم ہوتے تھے۔ اُن دنوں بستیوں میں کتنی چہل پہل ہوتی تھی۔ اپنے بچپن کے ساتھیوں کی شوخیوں اور شرارتوں کے تصوّر سے عاصم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔

صحرا کی ہوا اب خاصی سرد ہو چکی تھی، وہ آگ جلانے کے ارادے سے اُٹھا۔ اچانک اُسے دور سے کسی کی آواز سنائی دی اور وہ چونک کر ادھر اُدھر دیکھنے لگا، کچھ دیر بعد وہ اِسے اپنا وہم سمجھ کر لکڑیوں کے ڈھیر کی طرف بڑھا لیکن چند اور آوازیں آئیں اور اُس نے جلدی سے اپنی کمان اور ترکش اٹھانے کے بعد عباد کو جگاتے ہوئے کہا "عباد، ذرا ہوشیار ہو جاؤ میں نے اس ٹیلے کے اُس طرف، کچھ آوازیں سُنی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی قافلہ گزر رہا ہو۔ میں ابھی معلوم کر کے آتا ہوں۔"

عباد اٹھ کر اپنے ہتھیار سنبھالنے لگا اور عاصم تیزی سے ٹیلے پر چڑھنے لگا۔ چوٹی پر پہنچ کر اُسے کچھ فاصلے پر الاؤ کی روشنی میں چند آدمی اور گھوڑے دکھائی دیئے۔ یہ لوگ الاؤ کے گرد بیٹھے ہونے کی بجائے کھڑے ہو کر کسی بات پر تکرار کر رہے تھے۔ عاصم احتیاط سے قدم اٹھاتا ہؤا آگے بڑھا اور ٹیلے سے نیچے اتر کر، چلنے کی بجائے زمین پر رینگنے لگا۔ کوئی بلند آواز میں چلّا رہا تھا "میں نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا، میں منات اور عزیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ یہ بہتان ہے، یہ جھوٹ ہے۔ سوتے میں کسی کے ہاتھ پاؤں جکڑ دینا بہادری نہیں۔"

اس کے بعد دوسری آواز سنائی دی "تم جھوٹے ہو اور تمہارے منات اور عزیٰ بھی جھوٹے ہیں۔"

"میں تمہارے خدا کی قسم کھاتا ہوں۔ موسیٰ کے خدا کی قسم۔ ٹھہرو! میری بات سنو! میں بے گناہ ہوں۔ میں نے اُسے ایک غلام کے ساتھ شرمناک حالت میں دیکھا تھا۔ اس لئے اُس نے مجھ پر الزام لگا دیا ہے۔"

"تم جھوٹے اور مکّار ہو۔"

"یاد رکھو، میرا قبیلہ یثرب کے تمام یہودیوں سے انتقام لے گا۔"

دو آدمیوں نے جھک کر جلتی ہوئی لکڑیاں اٹھائیں۔ اُس کے بعد پے در پے ضربوں کی آواز اور مضروب کی چیخیں سنائی دینے لگیں۔

عاصم کے لئے یہ تمام واقعہ ایک معمّا تھا۔ ان لوگوں کی باتوں سے وہ صرف اتنا سمجھ سکا کہ جس شخص کو زدوکوب کیا جا رہا ہے وہ جکڑا ہؤا ہے۔ اور زدوکوب کرنے والے یہودی ہیں۔ چند ثانیے وہ یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ اُسے کیا کرنا چاہیئے۔ ایک طویل اور کٹھن سفر کے بعد، اپنی منزلِ مقصود کے قریب، اُسے بلاوجہ کسی خطرے کا سامنا کرنا گوارا نہ تھا۔ لیکن ایک بے بس انسان کی کرب انگیز چیخیں سُن کر اُس کی رگِ حمیّت پھڑک اٹھی اور اس نے اچانک ایک آدمی کے پاؤں کا نشانہ باندھ کر تیر چلا دیا۔ زخمی ہونے والے نے "ہائے" کہہ کر لکڑی پھینک دی اور عاصم نے کمان میں دوسرا تیر چڑھاتے ہوئے بلند آواز میں کہا "بزدلو، خبردار! تم ہماری زد میں ہو اور اب ہمارے تیروں کا نشانہ تمہارے دل ہوں گے۔"

فضا میں ایک ثانیے کے لئے سنّاٹا چھا گیا۔ پھر ایک آدمی بھاگا اور اچھل کر اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھتے ہوئے چلّایا "بدو آ گئے! یہاں سے بھاگو!"

آن کی آن میں چاروں آدمی گھوڑوں پر سوار ہو کر رات کی تاریکی میں غائب ہو گئے اور عاصم الاؤ کی طرف دوڑا۔ وہاں رسیوں میں جکڑا ہوا ایک آدمی جس کا چہرہ خاک اور خون میں لت پت تھا بے ہوش پڑا تھا۔ اور بھاگنے والوں کے پانچ گھوڑے اور سامان سے لدے ہوئے دو اونٹ جھاڑیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ الاؤ کے قریب ہی پانی کا ایک مشکیزہ اور کھانے کے چند برتن پڑے تھے۔

عاصم نے جلدی سے پانی کا مشکیزہ اٹھا کر زخمی کے منہ پر چھینٹے مارے۔ اُس نے کچھ دیر کراہنے کے بعد آنکھیں کھولیں اور وحشت ناک آواز میں چلایا "میں بے قصور ہوں۔ میرے ہاتھ پاؤں کھول دو، مجھے جانے دو"

عاصم نے اُس کا بازو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ "تمہارے دشمن بھاگ گئے ہیں، اب تمہیں کوئی خطرہ نہیں"

زخمی نے غور سے عاصم کی طرف دیکھا اور آنکھیں بند کر لیں۔ عاصم نے قریب پڑے ہوئے برتنوں میں سے مٹی کا ایک پیالہ اٹھایا اور پانی سے بھر کر اُس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔ زخمی نے آنکھیں کھولے بغیر پانی کے چند گھونٹ پی لئے۔ اُس کے سر اور کنپٹیوں سے خون بہہ رہا تھا۔ عاصم نے اُس کی قبا پھاڑ کر زخموں پر پٹیاں باندھیں اور پھر اپنا خنجر نکال کر اُس کے ہاتھوں اور پاؤں کی رسیاں کاٹ ڈالیں۔ اس کے بعد اُس نے ایک دھجی پانی سے تر کی اور اُس کے چہرے اور پیشانی سے خون صاف کرنے لگا۔

زخمی نے جلدی سے اُس کے ہاتھ پکڑ لئے۔ عاصم نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "گھبراؤ نہیں، میرے دوست میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں دوں گا"

زخمی نے کہا۔ "تم نے مجھے اپنی پناہ میں لے لیا ہے؟"

"ہاں! مجھے افسوس ہے کہ میں بروقت نہ پہنچ سکا۔ تم کون ہو اور وہ لوگ کون تھے؟"

زخمی اُس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے بولا۔ "تم نے کہا ہے کہ مجھے اب کوئی خطرہ نہیں"

"ہاں تمہیں مجھ پر اعتماد کرنا چاہیئے"

عاصم نے بھیگے ہوئے کپڑے سے زخمی کا چہرہ پونچھتے ہوئے کہا۔ "تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ میں نے پوچھا تھا تم کون ہو؟"

زخمی نے آنکھیں کھولیں اور جواب دیا۔ "تم جانتے ہو! میں کون ہوں؟"

عاصم نے الاؤ کی روشنی میں غور سے اُس کی طرف دیکھا اور اپنے دل میں اضطراب، نفرت اور حقارت کا ایک طوفان محسوس کرتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ یہ عمیر بن عدی تھا۔ جس کا خاندان اور قبیلہ اُس کے خاندان اور قبیلے کے خون کا پیاسا تھا۔ عاصم بے حس و حرکت کھڑا، یہ محسوس کر رہا تھا کہ عُمیر کے بزرگوں، بھائیوں اور عزیزوں کی روحیں اُس کے بزرگوں، بھائیوں اور عزیزوں کی روحوں کا مذاق اڑا رہی ہیں اور وہ اپنے قبیلے سے بدعہدی کا مرتکب ہو چکا ہے۔

عمیر نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اُس کے پاؤں پر رکھ دیا اور التجا آمیز لہجے میں بولا۔ "عاصم تم مجھے پناہ دے چکے ہو" اور عاصم اس طرح مضطرب ہو کر پیچھے ہٹا جیسے کوئی زہریلا سانپ اُس کے پاؤں پر رینگ رہا ہو۔

عباد نے چند قدم کے فاصلے سے آواز دی۔ "عاصم! عاصم تم ٹھیک ہو نا؟"

"میں ٹھیک ہوں" اُس نے جواب دیا۔ "تمہیں وہیں رہنا چاہیئے تھا"

عباد نے آگے بڑھ کر پوچھا۔ "کیا ہوا، یہ گھوڑے کس کے ہیں۔ اور یہ نوجوان کون ہے؟"

عاصم نے جھک کر اپنی کمان اٹھاتے ہوئے کہا۔ "مجھے معلوم نہیں۔ آؤ چلیں"

عمیر نے دردناک لہجے میں کہا۔ "عاصم! تم اگر چاہو تو مجھ سے انتقام لے سکتے ہو۔ میں ان یہودیوں کی بجائے تمہارے ہاتھوں قتل ہونا بہتر سمجھتا ہوں"

عاصم کچھ کہے بغیر وہاں سے چل دیا اور عباد ایک ثانیہ توقف کے بعد اُس کے پیچھے ہو لیا۔ عمیر اٹھ کر چلایا۔ "عاصم ٹھہرو! مجھے اپنے ساتھ لے چلو۔ یہاں رات کے وقت بھیڑیئے مجھے نہیں چھوڑیں گے۔ مجھے اپنے ہاتھوں سے قتل کر دو۔ عاصم! عاصم!" وہ لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا لیکن چند قدم چلنے کے بعد مُنہ کے بل گر پڑا۔

عاصم رک گیا۔ اُس نے عباد کی طرف دیکھا اور کہا۔ "عباد! یہ عمیر ہے عدی کا بیٹا۔ اور میں اِسے ایک مظلوم و بے بس انسان سمجھ کر پناہ دے چکا ہوں۔ اب میں اِس پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا لیکن اِس کی مدد کرنا بھی میرے بس کی بات نہیں۔ میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اِسے مارنے والے کون تھے؟ تم جانوروں کو لے آؤ میں یہاں تمہارا انتظار کروں گا"

عباد نے کہا۔ "اگر آپ اسے پناہ دے چکے ہیں تو اتنا ضرور یاد رکھیئے کہ آپ ہبیرہ کے بھتیجے اور سہیل کے بیٹے ہیں"

"تم جاؤ!" عاصم نے برہم ہو کر کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ ہم فوراً یہاں سے روانہ ہو جائیں، اب مجھے آرام کی ضرورت نہیں۔"

عباد چلا گیا اور عاصم واپس آکر عمیر کے پاس کھڑا ہو گیا۔ عمیر مُنہ کے بل پڑا ہوا تھا۔ عاصم نے قدرے توقف کے بعد اُسے آواز دی "عمیر! عمیر!" عمیر نے کوئی جواب نہ دیا۔ عاصم جھک کر اُس کی نبض ٹٹولنے لگا۔ وہ زندہ تھا۔ عاصم نے اُسے اُٹھایا اور الاؤ کے قریب لٹا دیا۔ الاؤ میں جلنے والی لکڑیاں انگاروں میں تبدیل ہو رہی تھیں۔ عاصم نے ایک اونٹ کا پالان اتارا اور انگاروں کے اوپر رکھ دیا۔ جب آگ کے شعلے بلند ہونے لگے تو عمیر کی طرف متوجہ ہوا۔

عمیر نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد اپنی نظریں عاصم کے چہرے پر گاڑ دیں اور نحیف آواز میں کہنے لگا۔

"مجھے معلوم تھا کہ تم مجھے اِس بیچارگی کی حالت میں چھوڑ کر نہیں جاؤ گے، تمہیں یاد ہے ایک دفعہ تم نے شمعون کے سامنے کہا تھا کہ وہ دن دور نہیں جب بنو اوس اور بنو خزرج متحد ہو کر یہودیوں کے خلاف لڑیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ دِن اب دُور نہیں۔"

عاصم نے روکھے انداز میں کہا۔ "مجھے تم سے کوئی دلچسپی نہیں، میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تمہیں مارنے والے کون تھے؟"

"وہ خیبر کے یہودیوں میں سے شمعون کا کوئی رشتہ دار تھا اور باقی اُس کے نوکر تھے۔ میں تمہیں اپنی پُوری سرگزشت سناتا ہوں۔ مجھے پانی دو!"

عاصم نے اٹھ کر اُسے پانی پلایا اور عمیر نے اپنی سرگزشت شروع کی۔ "یہ یہودی خیبر سے گھوڑے خریدنے آیا تھا۔ اور شمعون کا مہمان تھا۔ جب اُس نے گھوڑے خرید لئے تو شمعون نے مجھ سے کہا کہ تم اِسے خیبر تک پہنچا آؤ۔ میرا باپ شمعون کا رہا سہا قرضہ چکانے کا انتظام کر چکا تھا اور میں اِسی ہفتے اُس سے رہائی پا کر اپنے گھر جانے والا تھا۔ لیکن شمعون نے اتنا اصرار کیا کہ میں خیبر کے یہودی کے ساتھ جانے پر مجبور ہو گیا۔ یہودی نے اپنی طرف سے مجھے ایک معقول معاوضے کا لالچ بھی دیا تھا۔ یہ فیصلہ رات کے وقت ہوا تھا اور میں چاہتا تھا کہ روانگی سے پہلے اپنے

گھر ہو آؤں لیکن ہمارا قافلہ پچھلے پہر روانہ ہو گیا اور مجھے اپنے گھر والوں کو یہ بتانے کا موقع بھی نہ ملا کہ میں خیبر جا رہا ہوں۔ یہ جگہ ہماری دوسری منزل تھی۔ ہم یہاں غروب آفتاب کے بعد پہنچے۔ کھانا کھانے کے بعد یہودی نے مجھ سے کہا۔ "تم سو جاؤ، پہلے پہر میرے آدمی پہرا دیں گے اِس کے بعد تمہیں جگا دیا جائے گا۔ میں الاؤ کے پاس سو گیا۔ کچھ دیر بعد مجھے کسی نے پاؤں کی ٹھوکر سے جگایا۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو میرے ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے تھے اور یہودی اور اُس کے نوکر میرے چاروں طرف کھڑے تھے۔ یہودی نے مجھے گالیاں دیں، اور اُس کے نوکر مجھ پر ٹوٹ پڑے۔"

عاصم نے پوچھا "خیبر کے یہودی کو تم سے کیا دشمنی تھی؟"

عمیر نے جواب دیا۔ "اُسے مجھ سے کوئی دشمنی نہ تھی لیکن شمعون مجھے کسی بہانے گھر سے دور بھیج کر قتل کرانا چاہتا تھا اور مجھے روانہ ہوتے وقت یہ بات معلوم نہ تھی۔ میں آپ کو پورا واقعہ سناتا ہوں۔ شمعون نے اپنی بیوی کی موت کے بعد خیبر کی ایک نوجوان لڑکی سے شادی کی تھی۔ اِس بدقماش لڑکی نے شمعون کے غلام سے ناجائز تعلقات پیدا کر لئے، ایک رات میں نے انہیں مکان سے باہر باغ میں پکڑ لیا۔ وہ میرے پاؤں پر گر پڑے مجھے اِس عورت سے زیادہ غلام کی بے کسی پر رحم آگیا اور میں نے اُن سے وعدہ کیا کہ اگر آئندہ تم نے کوئی شرمناک حرکت نہ کی تو میں تمہارا راز افشا نہیں کروں گا۔ اِس کے بعد چند دن خیریت سے گزر گئے، لیکن پھر شمعون کی بیوی مجھ پر ڈورے ڈالنے لگی۔ ایک دن شمعون اور اُس کے لڑکے شہر گئے ہوئے تھے اور میں باغ میں کام کر رہا تھا۔ اُس نے خادمہ کو بھیج کر مجھے بلایا لیکن میں نے شمعون کی غیر موجودگی میں اندر جانے سے انکار کر دیا۔ رات کے وقت میں ڈیوڑھی کے باہر سو رہا تھا کہ وہ میرے پاس آگئی۔ پاس ہی دو اور نوکر سو رہے تھے۔ میں بے عزتی کے خوف سے بھاگا اور سیدھا گھر چلا گیا۔ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ میں اب شمعون کے گھر نہیں رہنا چاہتا اِس لئے آپ بلا تاخیر اُس کا قرضہ چکا دیں۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ میں اِسی ہفتے قرضہ چکا دوں گا۔ لیکن اس وقت تم واپس چلے جاؤ۔ مجھے اندیشہ تھا کہ شمعون کی بیوی مجھ سے انتقام لینے کے لئے کوئی تہمت تراشے گی۔ وہ مجھے اِس قسم کی دھمکیاں دے بھی چکی تھی۔ اس لئے میں اپنے باپ کے اصرار کے باوجود واپس نہ گیا۔ لیکن دو دن بعد شمعون خود مجھے لینے آگیا اور اُس کی باتوں سے میرے خدشات دور ہو گئے۔ میرے والد نے مجھے شمعون کے ساتھ روانہ کرتے ہوئے اِس بات کا تسلی

دی کہ میں بہت جلد باقی رقم ادا کر کے تمہیں واپس لے آؤں گا۔"

اس کے بعد تیسرے دن مجھے اس سفر پر بھیج دیا گیا۔ اس جگہ جب ان لوگوں نے مجھے گالیاں دینا شروع کیں تو میں سمجھ گیا کہ اس قدر اصرار کے ساتھ مجھے ان کے ہمراہ بھیجنے سے شمعون کا اصل مقصد کیا تھا۔ یہ یہودی بار بار مجھ پر الزام لگا رہا تھا کہ میں نے اُس شخص کی عزت پر ہاتھ ڈالا ہے جس نے مجھے اپنے بچوں کی طرح پالا ہے۔ یہودی نے اپنے نوکروں کو حکم دیا تھا کہ وہ مجھے قتل کر کے راستے سے دور کسی جگہ دفن کر دیں۔ ان حالات میں کون کہہ سکتا تھا کہ تم میری جان بچانے کو یہاں پہنچ جاؤ گے۔ یہودیوں نے کہا تھا کہ منات اور عزیٰ جھوٹے ہیں اور منات اور عزیٰ نے تمہیں میری مدد کے لئے بھیج دیا۔ عاصم مجھ سے وعدہ کرو کہ تم مجھے یہاں مرنے کے لئے چھوڑ کر نہیں جاؤ گے؟"

عاصم نے کوئی جواب نہ دیا اور عمیر نے مایوسی کی حالت میں آنکھیں بند کر لیں۔ کچھ دیر خاموشی طاری رہی بالآخر عمیر نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا "شمعون کو یقین ہوگا کہ میں مر چکا ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ میرے اچانک غائب ہو جانے کے متعلق وہ کس قسم کے قصے مشہور کرے گا۔ وہ مجھ پر کوئی ایسا الزام لگائے گا کہ میرے قبیلے کے لوگ مجھ پر لعنت بھیجیں گے۔ مجھے یہاں چھوڑ کر نہ جاؤ، اپنے ہاتھوں سے میرا کام تمام کر دو اور میری لاش کو کسی ایسی جگہ چھپا دو کہ کسی کو سراغ نہ مل سکے۔ میں تمہاری مدد کے بغیر گھر نہیں پہنچ سکتا۔ اس ویرانے میں میری موت یقینی ہے۔"

عاصم نے عمیر کی طرف دیکھا اور اضطراب کی حالت میں اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا "تم جانتے ہو کہ میں تمہیں اس حالت میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ لیکن میری ایک شرط ہے۔ اور وہ یہ کہ تم کسی سے میرا ذکر نہیں کرو گے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ میرے قبیلے کے لوگ میرا مذاق اڑائیں۔"

"مجھے تمہاری شرط منظور ہے۔" عمیر نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔

عاصم نے پوچھا "تم گھوڑے پر سواری کر سکو گے؟"

"مجھے معلوم نہیں۔" عمیر نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا "میرا سر پھٹ رہا ہے۔ اور میرا جسم سن ہو رہا ہے لیکن میں کوشش کروں گا۔"

"ہمارا یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ لوگ کہیں آس پاس چھپ کر ہمیں دیکھ رہے ہوں گے۔"

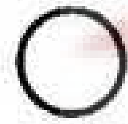
عاصم اور عمیر کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے اتنے میں عباد گھوڑا اور اونٹ لے کر پہنچ گیا۔

عاصم نے کہا "عباد! میں عمیر کو جلد از جلد اس کے گھر پہنچانا چاہتا ہوں۔ تم ان میں سے ایک گھوڑا پکڑ لاؤ۔"

"ٹھہریئے! میرا گھوڑا شاید یہیں ہو میں اُسی پر سواری کروں گا۔" عمیر یہ کہہ کر اٹھا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر دبائے، لڑکھڑاتا ہوا جھاڑیوں سے بندھے ہوئے گھوڑوں کی طرف بڑھا۔

عباد نے عاصم سے پوچھا "آپ یہ باقی گھوڑے اور اونٹ یہیں چھوڑ جائیں گے؟"

عاصم نے جواب دیا "نہیں یہ غنیمت کا مال ہے، ان کی رسیاں کھول دو، یہ خود بخود ہمارے پیچھے بھاگیں گے لیکن اگر کوئی جانور پیچھے رہ جائے تو تمہیں اُس کی فکر نہیں کرنا چاہیئے۔ ہمیں صبح تک ایک منزل ضرور طے کر لینی ہے۔ جب دھوپ تیز ہو جائے گی تو ہم کسی جگہ چند گھڑی سستا لیں گے۔ پھر، اگر راستے میں اس کی حالت زیادہ خراب نہ ہوگئی تو ہم کل رات گھر پہنچ جائیں گے۔"



آفتاب غروب ہو چکا تھا اور عدی کے مکان کے ایک کشادہ کمرے میں چراغ جل رہا تھا۔ سمیرا ایک نو عمر، صحت مند اور خوبصورت لڑکی چراغ دان کے قریب بیٹھی کپڑے سینے میں مصروف تھی۔ عدی کا چھوٹا لڑکا نعمان جس کی عمر پندرہ سال کے لگ بھگ تھی اُس کے قریب دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ عدی کا دوسرا لڑکا عتبہ کمرے میں داخل ہوا اور نعمان کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا "سمیرا، تم دو دن سے اس میں لگی ہوئی ہو یہ قمیص کب ختم ہوگی۔؟"

سمیرا نے جواب دیا "مجھے وقت ہی کہاں ملتا ہے۔ سارے دن گھر کے کام میں مصروف رہتی ہوں۔"

نعمان نے کہا "اخی! سمیرا نے ہماری قمیصیں کبھی اتنے شوق سے نہیں سیں۔"

"بس، ختم ہوگئی۔" سمیرا نے جلدی جلدی چند ٹانکے لگانے کے بعد دانتوں سے دھاگا توڑا اور سوئی پاس ہی ایک طاقچے میں رکھ دی، پھر اُس نے قمیص پھیلا کر اپنے بھائیوں کو دکھاتے ہوئے کہا "کیوں ٹھیک ہے نا؟"

عتبہ نے اپنے کشادہ چہرے پر ایک شرارت آمیز تبسم لاتے ہوئے کہا "مجھے تو بالکل پسند نہیں۔ شاید عمیر کو پسند آجائے۔ اب ہمیں کھانا دو بھوک لگ رہی ہے۔"

"نہیں پہلے مجھے یہ قمیص پہن کر دکھائیے۔"

عتبہ نے کہا "بہت اچھا، لیکن اگر مجھے پسند آگئی تو میں اتاروں گا نہیں۔"

سمیرا نے بے چین ہو کر کہا "جلدی کیجئے، وہ آنے والے ہیں۔"

نعمان نے کہا "اخی! اباجان کو بہت دیر ہوگئی ہے ہمیں معلوم کرنا چاہیئے۔"

"وہ آرہے ہونگے۔" عتبہ نے یہ کہتے ہوئے اپنی قمیص کے اوپر نئی قمیص پہن لی۔

نعمان نے کہا "ارے یہ تو بہت ڈھیلی ہے۔"

سمیرا نے جواب دیا "لیکن عمیر کے بالکل ٹھیک آئے گی، اُس دن وہ آئے تھے تو میں نے اُن کا ناپ لے لیا تھا۔"

عتبہ نے کہا "سمیرا! تم عمیر کا بہت خیال رکھتی ہو۔"

سمیرا نے بگڑ کر جواب دیا "کیوں نہ رکھوں، کیا ہمارے خاندان پر اُس کا احسان سب سے زیادہ نہیں؟ اُس نے ہماری خاطر اتنے سال ایک ذلیل یہودی کی نوکری میں گزار دیئے ہیں۔"

عتبہ نے کہا "ارے، تم تو خفا ہوگئیں۔ میں نے یہ کب کہا ہے کہ خاندان پر اُس کا احسان نہیں۔"

باہر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی اور سمیرا نے مضطرب ہو کر کہا "وہ آرہے ہیں۔ آپ جلدی سے قمیص اُتار دیں۔"

عتبہ نے قمیص اتار کر اُسے دے دی۔ عدی کمرے میں داخل ہوا۔

سمیرا نے قدرے بے چین ہو کر پوچھا "ابا! آپ اکیلے آئے ہیں، بھائی کو ساتھ کیوں نہیں لائے؟"

عدی جواب دینے کی بجائے نڈھال ہو کر بیٹھ گیا۔ اور سمیرا اور اُس کے بھائی اُس کے تیور دیکھ کر سہم گئے۔

چند ثانیئے کمرے میں خاموشی طاری رہی، بالآخر سمیرا نے کہا "کیا ہوا؟ آپ پریشان کیوں ہیں؟"

عدی نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا "مجھے عمیر سے یہ توقع نہ تھی۔"

عتبہ نے پوچھا "اباجان! عمیر نے کیا کیا؟ کیا گھر آنے سے انکار کر دیا؟"

"اگر وہ گھر آنے سے انکار کر دیتا تو مجھے اتنی تکلیف نہ ہوتی۔ لیکن اُس نے مجھے دنیا کے سامنے ذلیل کر دیا۔ اب کوئی یہودی ہمارا اعتبار نہیں کرے گا۔"

سمیرا نے کرب انگیز لہجے میں پوچھا "اباجان بتائیے تو سہی، اُس نے کیا کیا۔"

"وہ شمعون کے گھر سے دو سو دینار چوری کر کے بھاگ گیا۔"

عتبہ نے کہا "نہیں اباجان! یہ بات ناقابلِ یقین ہے۔ عمیر چوری نہیں کر سکتا۔ اُس کے بدترین دشمن بھی اُسے چور ہونے کا الزام نہیں دیں گے۔"

"پھر وہ بھاگا کیوں؟" میں نے اتنی مصیبتوں سے شمعون کا قرضہ چکایا تھا۔ صرف بیس دینار باقی تھے اور وہ بھی میں آج لے کر گیا تھا۔ اب یکایک اُس کے غائب ہو جانے سے شمعون کا ہر الزام صحیح سمجھا جائے گا۔"

عتبہ نے کہا "ہمارے قبیلے کا کوئی آدمی اس الزام کو درست تسلیم نہیں کرے گا۔"

عدی نے جواب دیا "ہمارے قبیلے کے آدمیوں کے تسلیم کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یثرب کے یہودی شمعون کی بات رد نہیں کریں گے۔ وہ انہیں ہمارے خلاف بھڑکائے گا اور اگر یہودیوں نے ہم سے لین دین بند کر دیا تو اس کی ساری ذمہ داری میرے خاندان پر ہوگی۔"

عتبہ نے پوچھا "عمیر کب سے غائب ہے؟"

"اُسے غائب ہوئے تین دن ہو چکے ہیں۔"

"تین دن؟ اور شمعون نے آپ کو آج اطلاع دی ہے؟"

عدی نے جواب دیا "شمعون کہتا ہے کہ گھر میں نقدی کے صندوق کی کنجیاں اکثر اُس کے پاس رہتی تھیں۔ پرسوں اُس نے مجھے کنجیاں واپس دیتے ہوئے کہا کہ اب میرا جی یہاں نہیں لگتا۔ تمہارے قرضے کی باقی رقم دو چار دن کے اندر اندر ادا ہونے والی ہے۔ اس لئے مجھے اجازت دیجئے۔ میں نے اُسے روکنے کی کوشش کی لیکن اُس نے اس قدر اصرار کیا کہ میں نے اُسے زبردستی روکنا مناسب نہ سمجھا۔"

سمیرا نے کہا "وہ یہودی یقیناً جھوٹ بولتا ہے اگر عمیر نے اُس کے گھر میں چوری کی ہوتی تو وہ اُسی وقت

بھاگتا ہوا آپ کے پاس آتا۔"

عدی نے جواب دیا "لیکن شمعون یہ کہتا ہے کہ چوری کے متعلق اُسے ابھی معلوم ہوا ہے۔ میرے وہاں پہنچنے سے تھوڑی دیر پہلے کوئی اُس سے قرض مانگنے آیا تھا۔ اُس نے نقدی کا صندوق کھولا، تو معلوم ہوا کہ دو سو دینار کی ایک تھیلی غائب ہے۔"

عتبہ نے کہا۔ "ابا جان! یہ سراسر جھوٹ ہے۔ عمیر کہا کرتا تھا کہ شمعون اپنے بیٹوں پر بھی اعتبار نہیں کرتا۔ یہ اُس کی شرارت ہے۔ اگر میرے بھائی کو بھاگنا تھا تو اُس نے ایک ہی تھیلی کیوں اٹھائی، پورا صندوق خالی کیوں نہیں کیا؟ پھر وہ گھر کے سوا جا کہاں سکتا تھا؟"

عدی نے کہا "بیٹا مجھے بھی یقین نہیں کہ عمیر ایسی حرکت کر سکتا ہے لیکن ایک بات شمعون کے حق میں جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ عمیر غائب ہے۔ وہ نہ شمعون کے گھر میں ہے اور نہ یہاں آیا ہے۔ کوئی باشعور آدمی یہ نہیں مانے گا کہ وہ بلاوجہ کہیں بھاگ گیا ہے۔ جب تک اُس کا پتا نہیں چلتا ہم کسی سے آنکھ اٹھا کر بات نہیں کر سکتے۔ تم فوراً اُس کی تلاش شروع کر دو، وادی میں اُس کے جتنے دوستوں کو تم جانتے ہو، اُن کے پاس جاؤ ممکن ہے کہ وہ شرم و ندامت کی وجہ سے کسی کے گھر چھپا ہوا ہو۔ نعمان تم بھی جاؤ۔ شمعون نے مجھے آٹھ پہر کی مہلت دی ہے۔ اور کہا ہے کہ اگر اس عرصے میں مجھے چوری کا مال واپس نہ ملا تو میں یہ واقعہ تمام وادی میں مشہور کر دوں گا۔ میں شہر جاتا ہوں ممکن ہے وہ شراب کے نشے میں چور کہیں پڑا ہو۔ یا کسی جواری کے ہتھے چڑھ کر سب کچھ گنوا چکا ہو اور اب شرم سے منہ چھپائے پھرتا ہو۔ نوکروں کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اور دیکھو کسی کو یہ نہ بتانا کہ شمعون نے اُس پر الزام لگایا ہے۔ پوچھنے والوں سے صرف یہ کہنا کہ وہ گھر سے روٹھ کر کہیں چلا گیا ہے۔ پہلے اپنے تمام رشتہ داروں کے پاس جاؤ اِس کے بعد اُس کے دوستوں سے معلوم کرو۔"

عدی اُٹھ کر باہر جانے لگا تو سمیرا نے کہا۔ "ابا جان مجھے یقین ہے کہ میرا بھائی بے قصور ہے لیکن اگر اُس سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو اُس پر سختی نہ کیجیے گا! اُس نے برسوں سے زندگی کی کوئی خوشی نہیں دیکھی اور آج اُسے گھر آنا تھا۔"

عدی نے جواب دیا۔ "مجھے تمہاری نصیحتوں کی ضرورت نہیں، تم دعا مانگو کہ وہ ہمیں زندہ سلامت مل جائے۔"

باب (۵)

عدی اور اُس کے بیٹوں کو گھر سے نکلے ایک پہر گزر چکا تھا اور سمیرا چراغ کی روشنی میں تنہا بیٹھی انتہائی درد اور خلوص کے ساتھ یہ دعا مانگ رہی تھی۔ "اے منات! تجھ سے دنیا کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ تجھے معلوم ہے کہ عمیر کہاں ہے؟ اُسے مصیبت سے بچا۔ اگر اُس نے چوری کی ہے تو اُس کی پردہ پوشی کر، اور اگر شمعون نے اُس پر تہمت لگائی ہے تو اُسے ذلیل و خوار اور رسوا کر۔ اگر عمیر واپس آ گیا تو میں مرتے دم تک تیرا احسان نہ بھولوں گی۔ میں ہر سال تیرے لئے نذرانہ لے کر فدیہ جایا کروں گی۔ لیکن اگر تو نے اِس مصیبت میں ہمارا ساتھ چھوڑ دیا، تو میں تجھ سے روٹھ جاؤں گی اور تیری جگہ لات، ہبل اور عزیٰ کی پوجا کیا کروں گی۔ میں گھر گھر جا کر یہ اعلان کروں گی کہ تجھ سے کسی بھلائی کی امید رکھنا حماقت ہے۔ اے منات! اگر تو نے ہماری مدد نہ کی تو لوگ تیرا مذاق اڑائیں گے۔"

سمیرا چند بار یہ کلمات دہرانے کے بعد دیر تک بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔ اچانک اُسے ایک آہٹ سنائی دی اور وہ بھاگ کر باہر نکل آئی۔ صحن میں پہنچ کر اُس نے محسوس کیا یہ گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز ہے۔ اُس کا باپ اور بھائی گھر سے پیدل گئے تھے اور انہیں رخصت کرنے کے بعد اُس نے صحن کا پھاٹک بند کر دیا تھا، تاہم اُسے خیال آیا کہیں عمیر نہ ہو اور وہ دوڑتی ہوئی پھاٹک کی طرف بڑھی۔ گھوڑا پھاٹک کے قریب رُکا اور سمیرا نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "کون ہے؟"

کسی نے باہر سے دریافت کیا: "یہ عدی کا گھر ہے؟"

"ہاں!" اُس نے مضطرب ہو کر جواب دیا۔ "تم کون ہو؟"

باہر سے آواز آئی "دروازہ کھولیئے۔ میں عُمیر کو لے کر آیا ہوں یہ زخمی ہے۔"

ایک بہن کی محبت اچانک ہر خوف پر غالب آگئی اور سمیرا نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔

عاصم گھوڑے پر سوار تھا اور اُس نے عمیر کو اپنے آگے ڈال رکھا تھا۔

"کہاں ہے میرا بھائی؟" سمیرا نے کرب انگیز لہجے میں سوال کیا۔

"گھبرائیے نہیں یہ بے ہوش ہے لیکن خطرے کی کوئی بات نہیں۔ آپ کسی آدمی کو بلائیے۔"

سمیرا نے کہا۔ "اِس وقت یہاں کوئی نہیں آپ اسے اندر لے چلیں۔"

عاصم اندر داخل ہوا اور مکان کے دروازے کے سامنے گھوڑا روکتے ہوئے بولا۔ "ذرا اسے سہارا دیجئے"

سمیرا نے دونوں ہاتھوں سے عمیر کو سہارا دیا اور عاصم گھوڑے سے اتر کر اُسے اپنے کندھے پر ڈالتے ہوئے بولا۔ "آپ اس کے لئے بستر بچھائیے۔"

سمیرا بھاگ کر کمرے میں چلی گئی اور عاصم عمیر کو اٹھائے اُس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔

سمیرا نے جلدی سے ایک تخت پر بچھونا بچھا دیا اور عاصم نے عمیر کو لٹا دیا۔ چراغ کی روشنی میں عمیر کے خون آلود کپڑے دیکھ کر سمیرا کچھ دیر سکتے کے عالم میں کھڑی رہی اور پھر یکایک عاصم کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔

"انہیں کس نے زخمی کیا ہے؟ آپ انہیں کہاں سے لائے ہیں؟ یہ کب سے بے ہوش ہیں؟ آپ کون ہیں؟"

پھر وہ عمیر کے دونوں بازو پکڑ کر جھنجھوڑنے لگی "بھائی جان! بھائی جان!"

عاصم نے اُسے تسلّی دیتے ہوئے کہا۔ "آپ گھبرائیں نہیں۔ آپ کے بھائی کو ابھی ہوش آجائے گا۔"

"آپ کو یقین ہے کہ انہیں کوئی خطرہ نہیں ہے؟" سمیرا نے بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے یقین ہے۔"

سمیرا نے کمرے کے کونے سے ایک چوکی گھسیٹ کر عمیر کے بستر کے قریب کرتے ہوئے کہا۔ "آپ بیٹھئے"

وہ بیٹھ گیا اور قدرے توقف کے بعد بولا۔ "ابھی ان کے سر کے زخم سے خون رِس رہا ہے۔ آپ پٹی باندھنے کے لئے کوئی صاف کپڑا لے آئیے۔"

سمیرا بھاگ کر دوسرے کمرے سے ایک چادر لے آئی اور یکے بعد دیگرے دو ٹکڑے پھاڑ کر عاصم کے سامنے رکھ دیئے۔ جب وہ تیسری پٹی پھاڑنے لگی تو عاصم نے کہا۔ "بس یہ کافی ہیں اور کپڑا ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔"

عاصم عمیر کے سر سے خون آلود پٹیاں کھولنے لگا تو سمیرا نے کہا۔ "زخم داغنے کی ضرورت ہے تو آگ جلا دوں۔"

"نہیں زخم گہرے نہیں صرف اوپر کی جلد پھٹ گئی ہے۔"

"تو میں ایک دوا لاتی ہوں اُس سے خون بند ہو جاتا ہے۔" سمیرا یہ کہہ کر طاقچے سے چمڑے کی تھیلی اُتار لائی۔ عاصم نے پٹیاں کھولیں اور سمیرا نے تھیلی سے ایک سفوف نکال کر زخموں پر چھڑک دیا۔ اس کے بعد عاصم نے نئی پٹیاں باندھ دیں۔

عمیر نے آہستہ آہستہ کراہنے کے بعد چند گہرے سانس لئے اور نحیف آواز میں پانی مانگا۔ سمیرا پانی کا کٹورا لے آئی۔ عاصم نے گردن کے نیچے ہاتھ رکھ کر عمیر کو اٹھایا اور سمیرا نے پانی کا کٹورا اُس کے منہ سے لگا دیا۔ پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد عمیر نے آنکھیں کھولیں۔ اور عاصم نے آہستہ سے اُس کا سر تکیئے پر رکھ دیا۔ عمیر کچھ دیر عاصم کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے کمرے کی چھت اور دیواروں پر نظر دوڑائی اور بالآخر اپنی نگاہیں سمیرا کے چہرے پر گاڑ دیں۔ سمیرا نے مسکرانے کی کوشش کی اور اِس کے ساتھ ہی اُس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔

"بھائی جان! بھائی جان! میں ابھی آپ کے لئے دُعا مانگ رہی تھی۔"

عمیر نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور سمیرا نے اپنا سر اُس کے سینے پر رکھ دیا۔

"ابا جان، کہاں ہیں؟" اُس نے پیار سے سمیرا کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"وہ آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔" سمیرا نے ہولے ہولے سسکیاں لیتے ہوئے جواب دیا۔

"عتبہ اور نعمان؟"

"وہ بھی آپ کو ڈھونڈنے گئے ہوئے ہیں۔"

عمیر نے آنکھیں بند کر لیں

"بھائی جان" سمیرا قدرے توقف کے بعد بولی۔ "آپ کہاں چلے گئے تھے؟ آپ نے ہمیں کیوں نہ

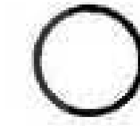
بتایا کہ آپ کہیں جارہے ہیں۔؟ مجھے یقین ہے کہ آپ چوری کرکے نہیں بھاگے، شمعون نے آپ پر بہتان باندھا ہے۔ لیکن آپ مجھے کہاں؟ آپ خاموش کیوں ہیں؟ بھائی جان! آپ کو مجھ سے کوئی بات چھپانے کی ضرورت نہیں۔ آپ یثرب کے تمام یہودیوں کو لوٹ لیں تو بھی آپ میرے بھائی ہیں۔ ابا جان بہت خفا تھے۔ لیکن آپ فکر نہ کریں میں انہیں منالوں گی۔"

عمیر نے کوئی جواب نہ دیا۔ سمیرا نے سر اٹھا کر اُس کی طرف دیکھا اور پھر عاصم کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔

"یہ پھر بے ہوش ہوگئے ہیں۔"

اُس نے جواب دیا "تمہارے بھائی کو آرام کی ضرورت ہے۔ کچھ دودھ ہے تو لے آؤ۔"

"دودھ بہت ہے، میں ابھی لاتی ہوں۔" سمیرا یہ کہہ کر باہر نکل گئی۔



عاصم کا خیال تھا کہ وہ عمیر کو اُس کے گھر پہنچاتے ہی واپس چلا آئے گا۔ اور راستے میں اُس کے لئے سب سے بڑی ذہنی الجھن یہ تھی کہ عدی اور اُس کے خاندان کے افراد اُس کے ساتھ کس طرح پیش آئیں گے۔ اگرچہ ابھی امن کے دن ختم نہیں ہوئے تھے۔ لیکن بنو خزرج کے کسی گھر کی چار دیواری میں قدم رکھنا اُس کے نزدیک ایک غیر متوقع بات تھی۔ اگر عمیر بے ہوش نہ ہوتا، تو آبادی کے قریب پہنچتے ہی اُن کے راستے جُدا ہو جاتے، وہ یہ سوچ کر اِس گھر کے دروازے تک پہنچا تھا۔ کہ میں عمیر کو اُس کے باپ اور بھائیوں کے حوالے کرتے ہی لوٹ جاؤں گا۔ اگر کسی نے پوچھا کہ تم کون ہو تو میں جواب دیئے بغیر گھوڑے کو ایڑ لگا دوں گا اور وُہ عمیر کو اِس حالت میں دیکھ کر میری طرف زیادہ توجہ بھی نہ دیں گے۔ لیکن اب وہ کسی ندامت یا پریشانی کا احساس کئے بغیر اپنے دشمن کے گھر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ ایک خواب تھا، ایک ناقابل یقین خواب۔ اور سمیرا کو دیکھنے کے بعد اِس خواب کے تلخ اور اضطراب انگیز پہلو بتدریج اُس کی نگاہوں سے اوجھل ہو رہے تھے۔ سمیرا کا چہرہ فطرت کے اُن مظاہر کی دلکشی کا آئینہ دار تھا جن کی ایک ہلکی سی جھلک سے دیکھنے والوں کی نگاہوں کے زاویے بدل جاتے ہیں۔

عاصم کو دشمن کے مقابلے میں انتہائی سنگدلی کا ثبوت دینے کی تربیت دی گئی تھی اور عمیر کی اعانت کے ہر مرحلے میں اسے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اپنی قبائلی اور خاندانی روایات سے غداری کر رہا ہے۔ لیکن اب اُس کی ذہنی کیفیت میں ایک غیر متوقع تبدیلی آرہی تھی۔ جب اُس نے سمیرا کو کرب و اضطراب کی حالت میں دیکھا تھا تو اُس کے ذہن میں تکلیف کی ایک ہلکی سی لہر اٹھی تھی۔ اور عمیر کے ہوش میں آنے پر سمیرا کی مسکراہٹوں سے اُسے ایک طرح کی تسکین اور راحت محسوس ہوئی تھی۔ وہ تھوڑی دیر کے لئے یہ بھول چکا تھا کہ سمیرا اُس کے دشمن کی بیٹی ہے اور وہ ایک چھت کے نیچے جمع ہونے کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔ لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر تک نہ رہی۔ وہ لمحات، جو اُسے ماضی کے تلخ ایام پر حاوی محسوس ہوئے تھے، گزر گئے اور یہ تمام واقعات اُسے ایک خواب سے زیادہ بے حقیقت محسوس ہونے لگے۔ وہ اٹھ کر بھاگ جانا چاہتا تھا، کہ سمیرا دودھ کا برتن اور پیالہ لئے کمرے میں داخل ہوئی اور اُس نے کہا "میں آپ کا گھوڑا اصطبل میں باندھ کر اُس کے آگے گھاس ڈال آئی ہوں۔ میں نے اُس کی زین بھی اُتار دی ہے۔ میں آپ کے لئے بھی دودھ لے آئی ہوں۔ میں نے اُس میں شہد ڈال دیا ہے۔ بھائی جان شہد بہت پسند کرتے ہیں۔ آپ انہیں اٹھائیں۔"

عاصم نے عمیر کا بازو ہلایا اور اُس نے آنکھیں کھولے بغیر کہا "مجھے سونے دو۔"

"بھئی تمہاری بہن دودھ لائی ہے، تھوڑا سا پی لو۔" عاصم نے اُسے زبردستی سہارا دے کر بٹھا دیا۔ عمیر نے غنودگی کی حالت میں آنکھیں کھولیں۔ سمیرا کے ہاتھ سے دودھ کا پیالہ لیا اور بڑے بڑے گھونٹ بھرنے کے بعد دوبارہ لیٹ گیا۔

سمیرا نے کہا "بھائی جان ایک پیالہ اور پی لیجئے۔"

"نہیں نہیں، مجھے تنگ نہ کرو۔" عمیر نے آنکھیں بند کر کے کروٹ بدلتے ہوئے کہا۔

سمیرا نے دودھ کا پیالہ بھر کر عاصم کو پیش کیا لیکن اُس نے جواب دیا "نہیں نہیں مجھے اِس کی ضرورت نہیں۔"

"آپ دودھ نہیں پیا کرتے؟" سمیرا نے معصومانہ انداز میں سوال کیا۔

"پیتا ہوں لیکن اِس وقت مجھے اشتہا نہیں۔"

وہ بولی "یہ غلط ہے میں بچپن سے اپنے باپ اور بھائیوں کے لئے کھانا پکاتی ہوں اور میرا تجربہ ہے کہ

مرد خواہ عمر کے کسی حصے میں ہوں، اُن کی بھوک اُن کے چہرے سے نظر آجاتی ہے۔ آپ کی صورت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ مجھے کچھ کھانے کو چاہیئے۔"

عاصم نے سمیرا کی طرف دیکھا، وہ مسکراتے ہوئے بولی "لیجئے، آپ کے لئے کھانا بھی موجود ہے۔ میں ابھی لاتی ہوں۔"

عاصم کو سمیرا کی چمکتی ہوئی آنکھوں کی التجا حکم سے زیادہ مؤثر محسوس ہوئی اور اُس نے قدرے تذبذب کے بعد اُس کے ہاتھ سے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ سمیرا اپنے بھائی کے پاؤں کی طرف بیٹھ گئی۔

عاصم نے دودھ پی کر پیالہ واپس کرتے ہوئے کہا "آپ کو میرے گھوڑے کی زین نہیں اُتارنی چاہیئے تھی۔ میں صرف آپ کے بھائی کو پہنچانے یہاں آیا تھا اور اب واپس جانا چاہتا ہوں۔"

سمیرا نے دودھ کا ایک اور پیالہ بھر کر اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "لیجئے! مجھے آپ کا چہرہ یہ بھی بتا رہا تھا کہ آپ بہت تھکے ہوئے ہیں۔ اور شاید کئی راتوں سے نہیں سوئے۔ اِس لئے میں نے دوسرے کمرے میں آپ کا بستر بھی بچھا دیا ہے ——— مجھے ایک بات پر ندامت ہے۔ میں اِس سے پہلے یہ نہ دیکھ سکی کہ آپ بھی زخمی ہیں۔ میں بھائی جان کی وجہ سے بہت پریشان تھی۔"

"میں زخمی نہیں ہوں۔"

"لیکن سینے پر آپ کی قمیص خون سے بھری ہوئی ہے۔"

"یہ آپ کے بھائی کا خون ہے۔ میں بیشتر راستہ اسے اپنے ساتھ چمٹا کر لایا ہوں۔"

"میں خوش ہوں کہ آپ زخمی نہیں ہیں۔ لیجئے نا۔"

"آپ اصرار نہ کریں، میں کافی پی چکا ہوں، اب مجھے اجازت دیجئے۔"

سمیرا نے پیالہ ایک طرف رکھتے ہوئے کہا "مہمان آدھی رات کے وقت ہمارے گھر سے رخصت نہیں ہوتے۔ اور میرے بھائی کی جان بچانے والا کوئی معمولی مہمان نہیں ہو سکتا۔ آپ ابا جان سے ملے بغیر نہیں جا سکتے وہ مجھ پر خفا ہوں گے۔"

"میں یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔" عاصم نے اٹھ کر کہا۔

"کیوں ——— ؟"

"آپ کے بھائی کو معلوم ہے۔"

سمیرا نے بددلی کے لہجے میں کہا۔ "اگر آپ کا جانا ضروری ہے تو میں آپ کو روکنے کی کوشش نہیں کروں گی۔ لیکن آپ نے میرے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔ آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ کہاں جا رہے ہیں؟ اور میرے بھائی جان آپ کو کہاں ملے تھے؟"

عاصم نے جواب دیا۔ "مجھے آپ ایک بھٹکا ہوا مسافر سمجھ لیجئے۔"

سمیرا مسکرائی۔ "رات کے بھٹکے ہوئے مسافروں کو صبح کی روشنی کا انتظار کرنا چاہیے۔ دیکھئے اگر مجھے اپنے بھائی کے متعلق اطمینان ہوتا تو میں آپ کو مجبور نہ کرتی، میں گھر میں اکیلی ہوں اور ممکن ہے کہ رات کے وقت مجھے آپ کی مدد کی ضرورت پڑ جائے۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "آپ کے بھائی کو صرف آرام کی ضرورت ہے، چند گھنٹے سونے کے بعد اس کی حالت بہتر ہو جائے گی۔ ہاں! میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا تھا۔ شمعون نے آپ کے بھائی پر کیا الزام لگایا ہے؟"

"آپ شمعون کو جانتے ہیں؟"

"ہاں ———"

"اُس نے کہا ہے کہ میرا بھائی چوری کر کے بھاگا تھا۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ آپ اپنے باپ کو تسلی دے سکتی ہیں کہ عمیر نے چوری نہیں کی۔"

سمیرا کی آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں اور اُس نے کہا۔ "مجھے یقین تھا کہ شمعون جھوٹا ہے۔ لیکن یہ یکایک غائب کہاں ہو گئے تھے؟"

"میں آپ کو صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ شمعون نے اسے یہاں سے دور بھیج کر قتل کرانے کی کوشش کی تھی۔"

"اور آپ نے اس کی جان بچائی ہے؟"

"یہ محض اتفاق تھا کہ میں اُسی راستے سے آرہا تھا اور انہیں زدوکوب کرنے والے مجھے دیکھ کر بھاگ گئے۔ لیکن آپ کسی کو یہ نہ بتائیں کہ رات کے وقت ایک اجنبی نے آپ کے بھائی کو گھر پہنچایا ہے۔"

"کیوں ــــ ؟"

"آپ کا بھائی آپ کو بتا سکے گا کہ اس میں کیا مصلحت ہے۔ اور دیکھئے جب انہیں ہوش آئے تو میری طرف سے کہہ دیجئے کہ جو جانور ہمیں راستے میں ملے تھے ان میں نصف آپ کے حصے میں آئے ہیں۔ آپ جس وقت چاہیں گے انہیں آپ کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔" عاصم یہ کہہ کر دروازے کی طرف بڑھا۔

"ٹھہریئے! میں آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔" سمیرا نے یہ کہہ کر ایک دیا اٹھایا اور اُسے جلتے ہوئے چراغ کی لَو سے روشن کر کے عاصم کے ساتھ چل پڑی۔ کشادہ صحن کے ایک کونے میں ایک چھپر کے نیچے تین اور گھوڑوں کے ساتھ عاصم کا گھوڑا بندھا ہوا تھا اور پاس ہی اُس کی زین پڑی تھی۔ عاصم گھوڑے کو لگام دینے کے بعد زین کسنے لگا تو سمیرا نے کہا۔ "آپ کہیں دور جا رہے ہیں، اگر کوئی دشمن آپ کا پیچھا کر رہا ہے تو آپ کو بھاگنے کی ضرورت نہیں۔ ابا جان آپ کو پناہ دے سکیں گے۔ ہمارا تمام قبیلہ آپ کی مدد کرے گا۔"

یہ معصوم الفاظ عاصم کے دِل کی گہرائیوں میں اتر گئے اور اُس نے فوراً گفتگو کا موضوع بدلنے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارا نام سمیرا ہے۔"

"ہاں! آپ کو کیسے معلوم ہوا۔؟"

"ابھی عمیر نے تمہیں اِس نام سے پکارا تھا۔"

سمیرا نے کہا۔ "میں آپ کو دیکھ کر ڈر گئی تھی۔ اگر میرا بھائی بے ہوش نہ ہوتا تو مجھے آپ کو اندر بلانے کی جرأت نہ ہوتی۔ پہلی بار چراغ کی روشنی میں آپ کو دیکھ کر بھی مجھے کچھ خوف محسوس ہوا تھا لیکن اب..... مجھے آپ سے ڈر نہیں لگتا۔"

عاصم زین کس چکا تھا۔ اُس نے رسا کھول کر گھوڑے کی گردن میں لپیٹتے ہوئے کہا۔ "آپ کو ایک اجنبی کی صورت سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ ممکن ہے وہ آپ کا دشمن ہو۔"

سمیرا نے جواب دیا۔ "اگر آپ ہمارے دشمن ہوتے تو بھی آپ کی صورت دیکھنے کے بعد مجھے کوئی خوف

محسوس نہ ہوتا ــــ۔"

عاصم گھوڑے کی باگ پکڑ کر چھپر سے باہر نکلا اور سمیرا اُس کے آگے آگے چل پڑی۔ اچانک ہوا کے جھونکے سے چراغ بجھ گیا اور صحن میں تاریکی چھا گئی، سمیرا نے چراغ نیچے رکھ دیا اور دونوں کچھ کہے بغیر پھاٹک کے قریب پہنچ گئے۔ عاصم جو چند لمحات قبل وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا اب تذبذب کی حالت میں کھڑا تھا۔ سمیرا نے کہا۔ "مجھے معلوم نہیں کہ آپ کی مجبوریاں کیا ہیں؟۔ آپ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟۔ میرے گھر والوں کو اِس بات کا افسوس ہو گا کہ وہ آپ کے احسان کا بدلہ نہ دے سکے۔ آپ دوبارہ ہمارے گھر نہیں آئیں گے؟"

"نہیں ــــ۔"

"کیوں ــــ۔"

عاصم نے قدرے تذبذب کے بعد جواب دیا۔ "ہر سوال کا جواب دینا آسان نہیں ہوتا۔"

"تو میں آپ سے کچھ نہیں پوچھوں گی۔ میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ اس گھر کے مکین احسان فراموش نہیں ہیں۔ ہمارا دروازہ آپ کے لئے ہمیشہ کھُلا رہے گا۔"

عاصم کا دل پسیجا جا رہا تھا۔ اُس نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ "اب میں جانے سے پہلے تمہاری اُلجھن دُور کر دینا ضروری سمجھتا ہوں، لیکن یہ باتیں صرف تمہارے کانوں کے لئے ہیں۔ میں قبیلۂ اوس سے تعلق رکھتا ہوں اور ہمارے درمیان خون کی ندیاں اور آگ کے پہاڑ حائل ہیں۔ تم نے کہا تھا کہ تاریک رات کے مسافر کو صبح ہونے کا انتظار کرنا چاہیے، لیکن ہم جس بھیانک رات کے مسافر ہیں وہ شاید ہماری زندگی میں ختم نہیں ہو گی۔"

سمیرا کچھ دیر سر جھکائے کھڑی رہی بالآخر اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "جائیے۔"

عاصم کچھ کہے بغیر بھاری بھاری قدم اٹھاتا، پھاٹک سے باہر نکلا اور مڑ کر صحن کی طرف دیکھنے لگا۔ سمیرا بے حس و حرکت اپنی جگہ کھڑی تھی۔ عاصم پاؤں رکاب میں ڈال کر گھوڑے پر سوار ہونے لگا تو سمیرا نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "ٹھہریئے!" وہ رک گیا۔ سمیرا چند قدم آگے بڑھی، رُکی اور پھر بھاگ کر اُس کے قریب آگئی۔ سمیرا نے کہا۔ "مجھے اس سے سروکار نہیں کہ آپ کون ہیں؟ لیکن اپنے بھائی کی اعانت کے لئے میں آپ کی شکر گزار ہوں۔ اگر آپ قبیلۂ اوس سے تعلق رکھتے ہیں تو ہم پر آپ کے احسان کا بوجھ اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔"

عاصم نے کہا۔"اب تمہیں یہ سمجھانے کی ضرورت نہیں رہی کہ ہم زندگی میں دوبارہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکیں گے لیکن میں تمہاری رفاقت کے یہ چند لمحے زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔ اس وقت مجھے یہ اعتراف کرتے کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی کہ اگر تم عدی کی بیٹی یا میں سہیل کا بیٹا نہ ہوتا تو تمہارا معمولی سا اشارہ بھی میرے لئے ایک حکم کا درجہ رکھتا۔"

"مجھے فخر ہے کہ میں عدی کی بیٹی ہوں لیکن آج کے بعد سے، میں آپ سے نفرت نہیں کر سکوں گی، چلئے میں آپ کو باغ کے باہر چھوڑ آتی ہوں۔"

وہ چل پڑے۔ عاصم نے کہا۔"تم یہ جاننے کے بعد بھی مجھ سے خوف محسوس نہیں کرتیں کہ میں سہیل کا بیٹا ہوں۔"

"نہیں" اُس نے جواب دیا۔"مجھے یقین ہے کہ اگر اس باغ سے درندوں کا لشکر نکل آئے تو بھی آپ میری حفاظت کریں گے۔ کاش! آپ کی صورت ایسی ہوتی کہ مجھے دیکھ کر خوف آسکتا۔"

وہ باغ کے آخری کنارے پہنچ کر رک گئے۔

عاصم نے کہا۔"اب زمانہ امن کے صرف چند دن باقی ہیں۔ اس کے بعد اوس اور خزرج اپنی تلواریں تیز کرنے میں مصروف ہو جائیں گے۔"

سمیرا نے جواب دیا۔"امن کے دن ختم ہو جانے کے بعد، میں آپ سے یہ نہیں کہوں گی کہ آپ اپنی تلوار تیز نہ کریں۔ اوس اور خزرج اپنی تقدیر نہیں بدل سکتے۔ لیکن اس وقت آپ کو بار بار مجھے یہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ آپ میرے دشمن ہیں۔"

"تم نہیں جانتیں کہ میں تمہیں یہ بات بار بار کیوں یاد دلا رہا ہوں؟ سنو! میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہم بے خیالی میں، چند لمحات کے اندر ایک خطرناک راستے کی کئی منزلیں طے کر چکے ہیں۔ قدرت نے میرے ساتھ مذاق کیا ہے اور تمہیں اس مذاق کو انتہا تک پہنچانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ جاؤ، سمیرا! جب تم سنجیدگی کے ساتھ سوچو گی تو یہ تمام واقعات تمہیں بھی ایک مذاق ہی محسوس ہوں گے۔ تم میری حماقت پر ہنسو گی لیکن میں شاید ہنس بھی نہ سکوں۔"

لیکن سمیرا اپنی جگہ سے نہ ہلی۔ وہ بے حس و حرکت کھڑی عاصم کی طرف دیکھ رہی تھی اور عاصم تاریکی

میں بھی اُس کی آنکھوں کی چمک محسوس کر سکتا تھا۔

وہ بولی۔"تو آپ کو عدی کی بیٹی سے نفرت نہیں۔ اِس کے باوجود کہ آپ سہیل کے بیٹے ہیں۔"

عاصم نے جواب دیا۔"میں سہیل کا بیٹا ہوتے ہوئے بھی ایک انسان ہوں اور کوئی انسان تم سے نفرت نہیں کر سکتا لیکن میرے نفرت کرنے یا نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ ہمارے راستے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ آج کے بعد ہم ایک دوسرے کو نہیں دیکھیں گے، خون کی جو ندیاں ہمارے درمیان حائل ہیں وہ بتدریج وسیع ہوتی جائیں گی۔"

"بعض اوقات انسان اپنے دشمن کو دیکھنے کے لئے بھی بے چین ہو جاتا ہے۔"

"ہاں ـــــ!"

"تو کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کسی دن مجھے دیکھنے کے لئے بے چین ہو جائیں۔"

عاصم نے جواب دیا۔"اگر تم اِسے اپنی فتح خیال کرتی ہو تو مجھے یہ کہنے میں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی کہ میں ہمیشہ تمہیں دیکھنے کے لئے بے چین رہوں گا۔ میں اُس وقت بھی تمہیں دیکھنا چاہوں گا۔ جب میری تلوار تمہارے بھائیوں کی تلواروں سے ٹکرا رہی ہوگی۔"

سمیرا نے جواب دیا۔"تمہاری تلوار میرے بھائیوں کی تلوار سے نہیں ٹکرائے گی۔"

"تم مجھے بزدلی اور بے غیرتی کا طعنہ نہیں دے سکتیں۔"

"اگر تم بزدل ہوتے تو میرے بھائی کو اٹھا کر ہمارے گھر نہ لاتے۔ تم خون کی ندیاں اور آگ کے پہاڑ عبور کر کے یہاں آئے ہو اور اِس کے لئے ایک مرد کے حوصلے کی ضرورت تھی۔ مجھے معلوم نہیں کہ کل میرے احساسات کیا ہوں گے۔ لیکن اگر میں اپنے بہادر دشمن کو دوبارہ دیکھنے کے لئے بے چین ہو گئی تو اُس کا انتظار کیا کروں گی۔ اُدھر دیکھو۔" سمیرا نے نخلستان کے باہر ایک پہاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔"اُس پہاڑی کی چوٹی پر کتنا تابناک ستارہ نمودار ہو رہا ہے۔ آئندہ ہر مہینے کی چاندرات کو یہ ستارا نمودار ہونے کے بعد میں اُس پہاڑی کے دامن میں تمہاری راہ دیکھا کروں گی۔ اور اگر تم نفرت کی آگ کا سمندر عبور کرنے پر مجبور ہو جاؤ، تو ضرور آنا۔"

عاصم نے جواب دیا۔"اگر میں اگلے مہینے تک زندہ رہا اور ایک حسین دشمن کو دیکھنے کی خواہش پر قابو نہ پاسکا تو ضرور آؤں گا۔ لیکن اِس کا انجام کیا ہوگا؟"

"مجھے معلوم نہیں! میں منات، عزیٰ اور ہبل سے یہ دعا کیا کروں گی کہ وہ مجھے آپ کو دیکھنے کے لئے بے چین نہ ہونے دیں۔ لیکن آپ ضرور آئیں، ممکن ہے میری دعائیں قبول نہ ہوں۔"

عاصم گھوڑے پر سوار ہوگیا اور کچھ دیر خاموشی سے سمیرا کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔"میں نہیں کہہ سکتا کہ منات اور عزیٰ سے میری دعائیں کیا ہوں گی۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اگر اِس طرف نہ آسکا تو بھی یہ راستہ نہیں بھولوں گا۔"

"میں نے آپ کا نام نہیں پوچھا۔"

"میرا نام عاصم ہے۔ عاصم بن سہیل۔ لیکن تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم کسی سے میرا ذکر نہ کرو۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں اُس تابناک ستارے کے سوا کسی سے آپ کا ذکر نہیں کروں گی۔"

"اگر اُس ستارے کی زبان ہوتی تو وہ تم سے یہ کہتا کہ عاصم تمہارے باپ، تمہارے بھائیوں، اور تمہارے قبیلے کا دشمن ہے۔ اُس کے لئے تمہارے دل میں نفرت اور حقارت کے سوا اور کوئی جذبہ نہیں ہونا چاہیئے۔" عاصم نے یہ کہہ کر گھوڑے کو ایڑ لگادی۔ سمیرا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی گھر کی طرف چل دی۔ راستے میں وہ یہ بار بار کہہ رہی تھی ——— "کاش، تم سہیل کے بیٹے نہ ہوتے! کاش، تم یہاں نہ آتے!"

عاصم اپنے مکان کی چاردیواری کے قریب پہنچا تو عباد باہر کھڑا اُس کا انتظار کر رہا تھا۔

"آپ نے بہت دیر لگادی۔" وہ آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے بولا۔

عاصم نے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا۔"تمہیں آرام کرنا چاہیئے تھا۔"

عباد نے شکایت کے لہجے میں جواب دیا۔"یہاں آرام کون کرسکتا ہے، آپ کے چچا نے آسمان سر پہ اٹھا رکھا ہے۔ وہ تین بار مجھے گالیاں دے چکے ہیں۔"

"تم نے انہیں کچھ بتایا تو نہیں؟"

نہیں! میں نے ان کی تسلی کے لئے کہہ دیا تھا کہ ہمارا ایک گھوڑا کہیں بھاگ گیا ہے اور آپ اُسے

تلاش کر رہے ہیں۔ آپ جلدی سے اندر جائیں، وہ بہت پریشان ہیں۔"

عاصم تیز تیز قدم اٹھاتا صحن میں داخل ہوا۔ اُس کے قدموں کی چاپ سُن کر ایک لڑکا کمرے سے باہر نکلا اور بھاگ کر اُس سے لپٹ گیا، یہ اُس کا چچازاد بھائی سالم تھا۔

"ابا جان! بھائی عاصم آگئے!" اُس نے پکار کر کہا۔

ہبیرہ اور اُس کی بیوی لیلیٰ کمرے سے باہر نکلے، عاصم نے سالم کو ایک طرف ہٹا کر اپنی چچی کو سلام کیا اور اس کے بعد ہبیرہ سے بغل گیر ہوگیا۔

ہبیرہ نے شکایت کے لہجے میں کہا۔"عاصم آج تم نے مجھے بہت پریشان کیا۔ اگر تم تھوڑی دیر اور نہ آتے تو میں تمہاری تلاش میں نکلنے والا تھا۔ وہ گھوڑا مل گیا؟"

"نہیں! وہ بستی کے قریب پہنچتے ہی اچانک ایک طرف بھاگ گیا اور مجھے اُس کا سراغ نہ مل سکا۔"

"تمہیں اتنے کامیاب سفر کے بعد ایک گھوڑے کے لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہ تھی چلو اندر چلیں!"

"سعاد کہاں ہے؟"

"وہ کھڑی ہے۔" لیلیٰ نے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

سالم نے کہا۔"بھائی جان! سعاد آپ سے روٹھ گئی ہے، وہ کہتی ہے کہ آپ نے بہت دیر لگائی ہے۔"

عاصم نے آگے بڑھ کر سعاد کو چمٹا لیا اور اُس کی ٹھوڑی پکڑ کر اُسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔"اگر میری ننھی بہن مجھ سے خفا ہے تو میں ابھی واپس چلا جاؤں گا!"

سعاد مسکرائی۔"سالم جھوٹ کہتا ہے۔"

وہ ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوئے اور چٹائی پر بیٹھ گئے، عاصم نے کہا۔"سعاد! میں تمہارے لئے دمشق سے کپڑے اور یروشلم سے انگوٹھی لایا ہوں۔ اور چچی جان! آپ کے لئے بھی!"

لیلیٰ نے کہا۔"سعاد اپنے بھائی کے لئے کھانا لاؤ!"

سعاد دوسرے کمرے میں چلی گئی، ہبیرہ نے کہا۔"بیٹا! میں اس کامیاب سفر پر تمہیں مبارکباد دیتا ہوں، یہ تلواریں بہت اچھی ہیں۔ صرف کپڑا بیچ کر ہم شمعون کا سارا قرضہ اتار سکیں گے لیکن یہ گھوڑے اور اونٹ

نہیں کیسے مل گئے ؟"

" چچا جان یہ آوارہ پھر رہے تھے اگر چند دن تک ان کا وارث نہ آیا تو یہ ہمارے ہیں۔"

ہبیرہ نے کہا" بیٹا! لوگ اپنے جانور یونہی راستے میں نہیں چھوڑ جاتے، تم مجھ سے کوئی بات چھپا تو نہیں رہے ؟"

" نہیں چچا جان" عاصم نے اپنی پریشانی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

ہبیرہ نے کہا" اب ہمارے قبیلے کا ہر آدمی یہ تلواریں حاصل کرنے کی کوشش کرے گا لیکن ہم صرف اُن لوگوں کے ہاتھ فروخت کریں گے جو دشمن سے لڑنے کا عہد کریں گے۔"

عاصم نے جواب دیا" چچا جان! میرا کام تلواریں لانا تھا۔ یہ آپ بہتر جانتے ہیں کہ ان کا حق دار کون ہے۔"

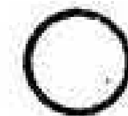
ہبیرہ نے کہا" امن کے دن ختم ہونے کے بعد تمہیں بہت محتاط رہنا چاہیئے۔ تمہاری اس کامیابی کے بعد بنو خزرج حسد کی آگ سے جل اٹھیں گے۔"

" آپ میری فکر نہ کریں۔ میں اپنی حفاظت کر سکوں گا۔"

سعاد نے کھانا لاکر عاصم کے سامنے رکھ دیا اور ہبیرہ نے کہا" بیٹا تم کھانا کھاتے ہی سو جاؤ۔ صبح اطمینان سے باتیں کریں گے۔"

" عباد کھانا کھا چکا ہے ؟" عاصم نے سوال کیا ؟

" ہاں" ہبیرہ نے جواب دیا۔



رات کے پچھلے پہر شمعون کے نوکر نے اُسے جگایا اور اطلاع دی کہ داؤد واپس آگیا ہے اور اسی وقت آپ سے ملنے پر مصر ہے۔

شمعون بدحواس ہو کر اپنے کمرے سے باہر نکلا اور آنکھیں ملتا ہوا مہمان کے کمرے میں داخل ہوا۔

داؤد اندر بیٹھا تھا۔ شمعون نے اُسے دیکھتے ہی پوچھا۔ کیا ہوا تم واپس کیوں آ گئے ؟"

" ہم پر راستے میں کسی نے حملہ کر دیا تھا۔"

"عمیر کا کیا بنا ؟"

" ہم اُسے ادھ مؤا کر چکے تھے لیکن میں یقین کیساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ رات کے وقت کسی نامعلوم دشمن کا حملہ اس قدر اچانک تھا کہ ہمیں سب کچھ چھوڑ کر بھاگنا پڑا' وہ میرے دو اونٹ اور پانچ گھوڑے لے گئے ہیں۔"

" بدو ہوں گے!"

" نہیں! میرے گھوڑے اور اونٹ یثرب کی طرف آئے ہیں' ہم نے اُن کے نشان دیکھے ہیں' اگر راستے میں رات نہ ہو جاتی تو ہم ڈاکوؤں کے گھر تک پہنچ جاتے۔ اگر وہ آگے نہیں نکل گئے تو میرے آدمی صبح ہوتے ہی اُن کا کھوج لگالیں گے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکو یہیں سے ہمارے پیچھے لگ گئے تھے۔"

شمعون مضطرب ہو کر بولا" میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا مجھے تمام واقعات سناؤ!"

داؤد نے کہا" ہم کل رات عمیر کو رسیوں میں جکڑ کر زدوکوب کر رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے اچانک حملہ کر دیا۔ ایک تیر میرے غلام کو لگا اور ہمیں بھاگنا پڑا۔ تاریکی میں ہم یہ نہ دیکھ سکے کہ حملہ آور کون ہیں اور انکی تعداد کتنی ہے۔ وہاں سے کوئی سات کوس دور بدوؤں کی ایک بستی تھی، ہم وہاں پہنچ گئے۔ بدوؤں کا سردار ہمارا واقف نکلا۔ اُس نے میرے زخمی نوکر کو اپنے پاس ٹھہرا لیا اور ہماری مدد کے لئے بیس آدمی ساتھ کر دیئے لیکن جب ہم واپس اُس جگہ پہنچے تو میرے گھوڑے اور اونٹ غائب تھے' ہم باقی رات اِدھر اُدھر تلاش کرتے رہے اور صبح کی روشنی میں اونٹوں اور گھوڑوں کے تازہ نشان دیکھ کر یثرب کی طرف چل پڑے' بدوؤں نے دن بھر ہمارا ساتھ دیا لیکن غروب آفتاب کے وقت یہ کہہ کر واپس چلے گئے کہ اگر ڈاکو یثرب کے رہنے والے ہیں تو ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ میں اپنے نوکروں کو تلاش جاری رکھنے کا حکم دے کر آپ کے پاس پہنچا ہوں۔ اگر صبح تک پتا چل گیا تو شاید اپنا مال چھڑانے کے لئے مجھے آپ کی اعانت کی ضرورت پڑے۔"

" لیکن عمیر کا کیا بنا۔ ؟" شمعون نے سوال کیا۔

" مجھے معلوم نہیں! ہم نے رات کے وقت اپنے پڑاؤ میں آگ جلائی تھی' لیکن جب ہم بدوؤں کو ساتھ لے کر واپس پہنچے تو آگ بجھ چکی تھی۔"

شمعون نے تلخ ہوکر کہا۔ "تم نے رات کی تاریکی میں صرف یہ دیکھنے کی کوشش کی کہ تمہارے اونٹ اور گھوڑے غائب ہیں اور تمہیں اس بات کا خیال نہ آیا کہ میرے لئے عمیر کا مسئلہ خیبر کے تمام گھوڑوں اور اونٹوں سے زیادہ اہم ہے۔ اگر وہ زندہ ہے تو یثرب کے طول و عرض میں میرے خلاف غم و غصہ کی آگ بھڑک اٹھے گی۔"

داؤد نے جواب دیا۔ "یہ درست ہے کہ ہم نے عمیر کو وہاں نہیں دیکھا۔ اور میں نے اسے رات کے وقت اِدھر اُدھر تلاش کرنے کی کوشش بھی نہیں کی لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ مر چکا ہوگا۔"

"لیکن تم کہتے ہو کہ تم نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے تھے۔ کیا اب میں اس بات پر یقین کرلوں کہ مرنے کے بعد وہ اپنی رسیاں کھول کر بھاگ گیا ہے؟"

"ممکن ہے کہ ڈاکوؤں نے اسے کہیں دفن کر دیا ہو!"

"میں نے آج تک لاوارث لاشوں کو ٹھکانے لگانے والے ڈاکو نہیں دیکھے۔ اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ وہ زندہ ہو اور ڈاکو اسے اپنے ساتھ لے گئے ہوں اور صبح تک بنوخزرج کے سینکڑوں آدمی میرے گھر کے سامنے جمع ہو جائیں۔ اگر یہ صورت ہوئی تو تمہیں اپنے اونٹوں اور گھوڑوں کا مسئلہ اس قدر اہم نظر نہیں آئے گا۔ تم اتنے بیوقوف اور بزدل تھے کہ ایک آدمی رسیوں میں جکڑا ہوا تھا اور تم بھاگنے سے پہلے اسے موت کے گھاٹ نہ اتار سکے!"

داؤد نے کہا۔ "اگر مجھے ملامت کرنے سے آپ کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے تو میں احتجاج نہیں کروں گا لیکن کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ ڈاکوؤں نے بھاگنے سے پہلے اس کی رسیاں کاٹ دی ہوں اور وہ کہیں اس پاس پڑا اپنے آخری سانس گن رہا ہو۔"

شمعون نے جھنجھلا کر کہا۔ "تم مجھے صرف ایک جواب دے سکتے ہو اور وہ یہ ہے کہ میں نے اپنے بیوقوف رشتہ دار پر اعتماد کرنے میں غلطی کی ہے۔ اب تم یہیں بیٹھو، میں ابھی آتا ہوں!"

شمعون باہر نکل گیا اور تھوڑی دیر بعد واپس آکر داؤد کے قریب بیٹھ گیا۔

"آپ کہاں گئے تھے؟" داؤد نے مرجھائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

میں نے اپنے نوکر کو عمیر کے گھر بھیجا ہے۔ اگر ڈاکو اسے اپنے ساتھ لے گئے ہیں تو اس وقت اسے

اپنے گھر میں ہونا چاہئیے۔ اور اگر وہ گھر نہیں پہنچا تو تمہیں فوراً واپس جاکر اسے تلاش کرنا پڑے گا۔ اگر وہ زندہ ہے تو ہمارے لئے اسے قتل کرنا ضروری ہے!"

داؤد نے کہا۔ "آپ کو اس کے متعلق اس قدر پریشان نہیں ہونا چاہئیے۔ اگر وہ زندہ ہے تو صرف میرے لئے کسی خطرے کا باعث ہوسکتا ہے اور میں اپنی صفائی میں یہ کہہ سکوں گا کہ جب ڈاکوؤں نے حملہ کیا تھا ہم بھاگ گئے تھے اور عمیر ان کا مقابلہ کرتے ہوئے زخمی ہوگیا تھا۔ پھر جب میں یہ بتاؤں گا کہ ڈاکوؤں نے میرے ایک نوکر کو بھی زخمی کر دیا تھا تو یہ بات اور وزنی ہو جائے گی۔"

شمعون نے تلخ ہوکر کہا۔ "لیکن جب عمیر یہ کہے گا کہ تم نے اسے قتل کرنے کی کوشش کی تھی تو اہل یثرب تمہاری بات کیسے مانیں گے؟"

"اگر یثرب کے یہودی میری وکالت کریں گے تو بنوخزرج کو مجھے جھٹلانے کی جرأت نہ ہوگی۔"

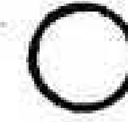
"لیکن میں عدی کو کیا جواب دوں گا! میں اس سے کہہ چکا ہوں کہ عمیر میرے گھر سے دو سو دینار چوری کرکے کہیں بھاگ گیا ہے۔"

"میں تمہارے حق میں یہ گواہی دوں گا کہ میں نے ڈاکوؤں کے حملہ کرنے سے پہلے عمیر کے پاس دو سو دینار دیکھے تھے لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ چوری کا مال ہے۔"

شمعون نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "اگر عمیر زندہ ہے تو تمہیں یہ تسلیم کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی کہ وہ تمہارے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ تمہارے لئے یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ تم پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا تھا اور تم کچھ دیر مقابلہ کرنے کے بعد بھاگ گئے۔ تمہارے ہاتھوں ان کا ایک آدمی زخمی ہوا تھا لیکن رات کے وقت تم یہ معلوم نہیں کرسکے کہ وہ کون ہے۔ پھر اگر عمیر نے ہم پر کوئی الزام لگایا تو ہم کہہ سکیں گے کہ وہ چوری کا جرم چھپانے کے لئے الٹا ہمیں بدنام کرنا چاہتا ہے۔ اگر تمہارے گھوڑے اس کے گھر سے مل گئے تو ہمیں لوگوں کو یہ یقین دلانے میں دقّت پیش نہیں آئے گی کہ عمیر ڈاکوؤں کے ساتھ تھا لیکن یہ سب بعد کی باتیں ہیں اس وقت ہمارے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ عمیر زندہ ہے یا مر گیا۔"

داؤد نے کہا۔ "خدا کی قسم! ذہانت میں عرب کا کوئی آدمی آپ کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ آپ کو یثرب

کے تمام یہودیوں کا سردار ہونا چاہیئے تھا۔ کنانہ، حارث اور کعب آپ کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔"



طلوعِ سحر سے کچھ پہلے عمیر بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ نعمان اور سمیرا اُس کے پاؤں کی طرف اور عدی اور عتبہ اُس کے قریب دوسرے تخت پر بیٹھے تھے۔

عدی نے کہا۔ "بیٹا! مجھے یقین ہے کہ شمعون نے تم پر بہتان باندھا ہے۔ میں اُسے مرتے دم تک معاف نہیں کروں گا۔ لیکن تمہیں چھڑانے والے کون تھے؟ کاش! تم نے اُن کا پتا معلوم کر لیا ہوتا۔ اب اُن کا احسان ہماری گردن پر رہے گا۔"

عمیر نے کہا۔ "اباجان! رات کے وقت مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حملہ کرنے والے کون تھے؟ اس کے بعد میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں اُس جگہ سے کوسوں دور بستی کے باہر پڑا ہوا تھا۔ ممکن ہے کہ مجھے بچانے والوں نے کسی مجبوری کے باعث ہمارے گھر تک آنا پسند نہ کیا ہو لیکن مجھے یقین ہے وہ کسی دن ضرور آپ کے پاس آئیں گے۔"

سمیرا نے کہا۔ "ممکن ہے وہ ہمارا کوئی دشمن ہو۔"

عدی نے برہم ہو کر کہا۔ "عمیر کی جان بچانے والا ہمارا دشمن نہیں ہو سکتا!"

عمیر نے کہا۔ "اباجان! داؤد، شمعون کو یقیناً یہ اطلاع دے گا کہ میں زندہ ہوں۔ اس لئے آپ کسی کو میرے گھر پہنچنے کی خبر نہ ہونے دیں۔ ممکن ہے اب وہ دوسروں کے سامنے مجھ پر چوری کا الزام عائد کرنے کی ضرورت محسوس نہ کرے۔ اُسے چند دن خاموش رکھنے کے بعد ہم اُسے جی بھر کر ذلیل کر سکیں گے اور مجھے یقین ہے کہ جب تک اُسے میرے مرجانے یا زندہ ہونے کے متعلق اطمینان نہیں ہو جاتا وہ خاموش رہے گا۔"

عدی نے پوچھا۔ "تم نے کسی پڑوسی کو خبر تو نہیں دی؟"

"نہیں۔" اُس نے جواب دیا۔ "ممکن ہے کہ ہمارے نوکر شاید یہ بات نہ چھپا سکیں۔"

"میں انہیں تاکید کر دوں گا۔"

نعمان نے چونک کر کہا۔ "معلوم ہوتا ہے، باہر کوئی آوازیں دے رہا ہے۔"

عدی نے کہا۔ "جا کر دیکھو، کون ہے؟ نوکر اس وقت نہیں اٹھیں گے وہ ساری رات کے تھکے ابھی سوئے ہیں۔"

عمیر نے کہا۔ "ٹھہرو۔ نعمان! ممکن ہے شمعون میرا پتا لگانے آیا ہو۔ عتبہ! تم جاؤ!"

"نہیں! میں خود جاتا ہوں۔" عدی یہ کہہ کر اٹھا اور باہر نکل گیا۔ صحن طے کر کے اُس نے پھاٹک کھولا تو باہر شمعون کا غلام کھڑا تھا۔

عدی خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

شمعون کے غلام نے کہا۔ "میں دیر سے آپ کے نوکروں کو آوازیں دے رہا ہوں!"

"وہ تھک کر سو گئے ہیں۔ ہم نے ساری رات عمیر کو تلاش کیا ہے۔"

"میرے آقا بہت فکر مند تھے وہ پوچھتے ہیں کہ اُس کا کوئی پتا چلا یا نہیں؟"

"اپنے آقا سے کہو کہ میں پھر اُس کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ اگر وہ نہ ملا تو بھی اس کی ایک ایک کوڑی ادا کی جائے گی۔"

"میرے آقا نے کہا تھا کہ اگر آپ کو عمیر کا کوئی سراغ ملے تو مجھے ضرور اطلاع دیں!"

"اُس سے کہہ دو کہ اگر عمیر مل گیا تو میں اُس کے گلے میں رسّی ڈال کر تمہارے پاس لاؤں گا۔"

شمعون کا غلام واپس چلا گیا۔

شمعون اپنے مکان کے ایک کمرے میں داؤد کے ساتھ ناشتہ کر رہا تھا۔ داؤد کے تین نوکر ہانپتے ہوئے اندر داخل ہوئے اور اُن میں سے ایک نے کہا۔ "جناب ہم نے اپنے گھوڑے اور اونٹ بنو اوس کے ایک آدمی کے گھر دیکھ لئے ہیں!"

"کون ہے وہ؟" شمعون نے چونک کر سوال کیا۔

"جناب! وہ ہبیرہ ہے جس کا بھتیجا بچپن میں آپ کے پاس رہ چکا ہے۔"

"یہ ناممکن ہے ہبیرہ ڈاکو نہیں اور اس کا ایک ہاتھ بھی کٹا ہوا ہے۔"

"جناب! اُس کے پڑوسیوں سے ہمیں یہ پتا چلا ہے کہ اُس کا بھتیجا جو شام کی طرف گیا ہوا تھا واپس آگیا ہے اور اپنے ساتھ بہت کچھ لایا ہے۔"

شمعون اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ "تمہیں یقین ہے کہ تمہارے گھوڑے اُس کے گھر میں ہیں؟"

"جی ہاں! ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ وہاں وہ گھوڑا بھی موجود ہے جس پر عمیر سوار تھا۔"

"اگر یہ بات ہے تو میری تمام پریشانیاں دور ہوگئیں۔ میں ہبیرہ کے بھتیجے کو جانتا ہوں وہ بنو خزرج کے کسی آدمی کو قتل کرنے کا موقع ہاتھ سے نہیں دے سکتا۔ بالخصوص عدی کے بیٹے کو۔ اب تم یہ کہہ سکتے ہو کہ عمیر تمہارے ساتھ تھا۔ عاصم نے تمہارا قافلہ لوٹا اور عمیر کو قتل کر دیا۔ اب ہمیں اُس کی لاش کے لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اُس کے عزیز خود جا کر تلاش کر لیں گے۔ یہ واقعہ یثرب کی تاریخ کا عظیم ترین سانحہ بن جائے گا۔ قبیلۂ اوس کے ایک آدمی نے خزرج کے ایک آدمی کو امن کے زمانے میں قتل کیا ہے اب ان کی تلواریں بارہ مہینے آپس میں ٹکراتی رہیں گی اور اہلِ یثرب قریش اور بنو کندہ کی لڑائیوں کی داستانیں بھول جائیں گے!"

داؤد نے کہا۔ "لیکن ہم لوگوں کو کیسے یقین دلائیں گے کہ عاصم نے عمیر کو قتل کیا ہے؟"

شمعون نے کہا۔ "تم بہت موٹی عقل کے آدمی ہو۔ اُس کے گھر میں تمہارے اونٹ اور گھوڑے اس بات کی گواہی دیں گے کہ عمیر تمہارے ساتھ تھا۔ اور عمیر کا باپ یہ گواہی دے گا کہ اُس کا بیٹا مفقود الخبر ہے۔ عاصم نے صرف یہ سوچا ہوگا کہ تم عمیر کو زدوکوب کرنے کے بعد انتقام کے خوف سے مڑ کر نہیں دیکھو گے۔ لیکن یہ بات اُس کے ذہن میں نہیں آئی ہوگی کہ تمہارے لئے اُس کو عمیر کا قاتل ثابت کرنا کتنا آسان ہے۔ لیکن ——— میں ایک بات پر حیران ہوں کہ عاصم، عمیر کا گھوڑا اپنے گھر کیسے لے آیا؟ اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رات کے وقت اُس نے عمیر کو نہیں پہچانا اور وہ اُسے مردہ یا زندہ چھوڑ آیا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اُس نے اُسے جان کنی کی حالت میں دیکھ کر اُس کی رسّیاں کھول دی ہوں اب تم جلدی سے اُس جگہ جاؤ، اگر وہ زندہ مل جائے تو اُسے موت کے گھاٹ اتار کر فوراً واپس آجاؤ اور اگر وہ مر چکا ہے تو اپنے آدمیوں کو اُس کی لاش کی

حفاظت کے لئے چھوڑ کر آجاؤ۔ عاصم کے گھر میں عمیر کا گھوڑا اور خیبر کے راستے میں عمیر کی لاش دیکھنے کے بعد کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہے گی۔"

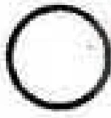
داؤد نے کہا۔ "لیکن وہ گھوڑا عمیر کا نہیں تھا بلکہ آپ نے اُسے دیا تھا۔"

شمعون نے کہا۔ "اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ہمیں صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ عمیر اُس پر سوار ہو کر تمہارے ساتھ گیا تھا۔ اب تم وقت ضائع نہ کرو۔ تمہاری واپسی تک میں کوئی اقدام نہیں کروں گا۔ میرے اصطبل سے تمہیں تازہ دم گھوڑے مل جائیں گے۔ میں اپنے بیٹوں کو بھی تمہارے ساتھ بھیج دیتا ہوں۔"

داؤد نے کہا۔ "خدا کی قسم! میں بھی تھکاوٹ سے نڈھال ہو چکا ہوں۔"

شمعون نے جواب دیا۔ "یہ کام تمہارے آرام سے زیادہ اہم ہے۔ اب دیر نہ کرو، اٹھو!"

داؤد بادلِ ناخواستہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے نوکروں اور شمعون کے تین بیٹوں کے ساتھ یثرب کے نخلستانوں سے باہر نکل رہا تھا۔



تین دن بعد عمیر اپنے مکان کے ایک کمرے میں چٹائی پر بیٹھا تھا۔ عدی کمرے میں داخل ہوا اور عمیر اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

"بیٹھ جاؤ، بیٹا! آج تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"

"ابا جان! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آج سر کا درد بھی کچھ کم ہے۔"

وہ دونوں چٹائی پر بیٹھ گئے۔

عدی نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "میرے خیال میں اب تمہیں لوگوں سے چھپنے کی ضرورت نہیں رہی۔ میں ابھی شمعون سے مل کر آیا ہوں۔ اُس کی توجہ کسی اور طرف مبذول ہو چکی ہے۔ کسی نے خیبر کے ایک یہودی کے اونٹ اور گھوڑے چھین لئے تھے۔ اور اب وہ ہمارے ایک دشمن کے گھر سے مل گئے ہیں۔ یہودی اس بات پر سخت برہم ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس واقعہ کے بعد وہ بنو اوس کے خلاف کھُلے

بندوں ہماری حمایت شروع کر دیں گے۔"

"یہ اونٹ اور گھوڑے کس کے گھر سے ملے ہیں؟"

"ہبیرہ کے گھر سے۔ تم اُس کے بھتیجے کو جانتے ہو۔ وہ تمہارے ساتھ شمعون کے گھر میں رہ چکا ہے۔ سہیل کے بیٹے کا ڈاکو بن جانا مجھے ایک عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے۔"

عمیر نے پوچھا۔"آپ کو یہ شمعون نے بتایا ہے کہ خیبر کے یہودی کو عاصم نے لوٹا ہے؟"

"ہاں! رات کے وقت راستے میں حملہ کر کے اُس نے یہودی تاجر کے ایک غلام کو بھی زخمی کر دیا تھا۔"

عمیر نے کچھ سوچ کر کہا۔"کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ جس طرح شمعون نے مجھ پر بہتان لگایا تھا اُسی طرح کسی یہودی نے عاصم پر جھوٹا الزام لگا دیا ہو؟"

عدی نے جواب دیا۔"تمہیں اپنے خاندان کے بدترین دشمنوں کی وکالت نہیں کرنی چاہیئے۔ اُن کے ہاتھ تمہارے بھائیوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ آج صبح یہودیوں کے چند سرکردہ آدمی ہبیرہ کے گھر پہنچے تو لوٹ کا مال وہاں موجود تھا۔ عاصم نے اپنی صفائی میں یہ کہا ہے کہ اُسے، یہ اونٹ اور گھوڑے یہاں سے چند کوس کے فاصلے پر راستے میں ملے تھے اور وہ انہیں لاوارث سمجھ کر اپنے ساتھ لے آیا ہے۔ یہ بیان اس قدر احمقانہ ہے کہ خود اس کے اپنے قبیلے کے سرکردہ لوگوں کو یقین نہیں آیا اور انہوں نے ہبیرہ کو ملامت کی ہے کہ تمہارا بھتیجا یہودیوں سے بگاڑ کر ہمارے راستے میں کانٹے بو رہا ہے۔ انہوں نے اِس جھگڑے کے تصفیے کے لئے کعب بن اشرف کو ثالث مان لیا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ عاصم نے لوٹ کا مال واپس کرنے سے انکار کر دیا ہے؟"

"نہیں۔ یہودی اپنا مال لے گیا ہے۔"

"تو پھر اُن کے درمیان جھگڑا کیا ہے؟"

"جھگڑا یہ ہے کہ اُس نے ایک قافلے پر حملہ کیا تھا۔ پھر جب یہودی اُن کے گھر گئے تو شمعون بھی اُن کے ساتھ تھا اور عاصم نے سرکردہ یہودیوں کی موجودگی میں اُس پر ہاتھ اُٹھانے سے دریغ نہیں کیا۔ جب وہ اپنی صفائی پیش کر رہا تھا تو شمعون نے اُسے جھٹلایا اور اُس نے شمعون کی ڈاڑھی پکڑلی۔ اُس کے مُکّے سے شمعون

کا ایک دانت بھی ٹوٹ گیا ہے۔"

عمیر نے کہا۔"افسوس کہ میں یہ تماشا نہ دیکھ سکا۔ اور زیادہ افسوس مجھے اس بات کا ہے کہ اُس نے شمعون کا صرف ایک دانت توڑنے پر اکتفا کیا۔"

عدی نے کہا۔"اگر وہ سہیل کا بیٹا نہ ہوتا تو میں اُسے انعام دیتا۔ اب مجھے زیادہ خوشی اِس بات کی ہے کہ اِس واقعہ سے یہودی بنو اوس کے خلاف ہو جائیں گے۔ اور انہیں کوئی مدد نہیں ملے گی۔ کعب بن اشرف نے کہا ہے کہ یہ معاملہ یثرب کے تمام باشندوں کی توجہ کا محتاج ہے۔ اگر یہاں کے قافلے لوٹنے کی رسم چل نکلی تو یثرب کے یہودی اور غیر یہودی یکساں متاثر ہوں گے۔ پھر یہ واقعہ زمانۂ امن میں پیش آیا ہے اس لئے کعب نے تمام قبائل کے سرکردہ آدمیوں کو آج سہ پہر کے وقت جمع ہونے کی دعوت دی ہے تاکہ آئندہ ایسے واقعات پیش آنے کا احتمال نہ رہے۔ میں بھی وہاں جا رہا ہوں۔ اور یہ مطالبہ کروں گا کہ عاصم اور اُس کے چچا کو جلاوطن کر دیا جائے۔"

"آپ کا خیال ہے کہ اوس یہ مطالبہ مان لیں گے؟"

"مجھے یقین ہے۔ یہودیوں کی آواز ہمارے ساتھ ہو گی اور اوس یہ پسند نہیں کریں گے کہ یہودی ہمارے حلیف بن کر اُن کے خلاف میدان میں آجائیں۔ وہ یہودیوں کو مطمئن کرنے کے لئے بڑی سے بڑی قیمت ادا کرنے پر تیار ہوں گے۔ میں نے سنا ہے کہ آج جب عاصم نے شمعون پر ہاتھ اٹھایا تھا تو اس کے قریبی رشتہ داروں نے بھی اُسے ملامت کی تھی۔ ہبیرہ کی تو یہ حالت تھی کہ اُس نے اپنے بھتیجے کے منہ پر تھپڑ بھی مار دیا تھا۔"

عمیر نے کہا۔"مجھے ڈر ہے کہ جب اوس اور خزرج کے سرکردہ لوگ کعب کے گھر جمع ہوں گے تو وہیں لڑائی شروع ہو جائے گی۔"

عدی نے جواب دیا۔"کعب کے گھر میں کوئی تلوار اُٹھانے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اور اُس نے ہمیں یہ ہدایت بھی کی ہے کہ وہاں کوئی مسلح ہو کر نہ آئے۔"

"ابّا جان! آپ کہا کرتے ہیں کہ کعب ایک انتہائی شرپسند آدمی ہے اور اوس و خزرج کو لڑانے میں اُس کی سازشوں کو خاصا دخل ہے۔"

"ہاں! لیکن اس مرتبہ اُس کے شر کا رخ ہماری بجائے اوس کی طرف ہوگا۔" عدی یہ کہہ کر کھڑا ہوگیا۔

عمیر نے پوچھا۔"آپ کہاں جارہے ہیں؟"

"میں اپنے آدمیوں سے مشورہ کرنے جارہا ہوں، ہمیں اِس موقع سے پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔"

عمیر نے کہا۔"اباجان! آپ کو شمعون نے یہ بتایا ہے کہ وہ یہودی جس کے گھوڑے چھینے گئے تھے، کون تھا؟"

"نہیں! میں نے اُس سے یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔"

"آپ نے اُس سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ اُس پر حملہ کس جگہ ہوا تھا؟ اور جب اُس پر حملہ ہوا تھا تو وہ کیا کر رہا تھا؟"

"نہیں! لیکن ان بے ہودہ سوالات سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ کیا تم ...." آخری الفاظ عدی کے حلق میں اٹک کر رہ گئے اور وہ سکتے کے عالم میں عمیر کی طرف دیکھنے لگا۔

عمیر نے کہا۔"اباجان! یہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے نوکروں کے ساتھ ایک بے بس آدمی کو زدوکوب کر رہا ہو اور اِس بے بس آدمی کی چیخیں سن کر کوئی مسافر وہاں آنکلا ہو۔ اور اُس کی للکار سے یہ ظالم اپنے اونٹ اور گھوڑے چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں۔ اور پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ مظلوم نوجوان جسے اُس کے ساتھی ادھ موا کر کے چھوڑ گئے ہوں، آپ کا بیٹا ہو ——— اباجان! بعض حقائق ناقابلِ یقین معلوم ہوتے ہیں اور تکلیف دہ بھی۔" آخری الفاظ کے ساتھ عمیر کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہ نکلے۔

عدی نڈھال سا ہوکر بیٹھ گیا۔ اور دیر تک خاموشی سے اپنے بیٹے کی طرف دیکھتا رہا۔

عمیر نے کہا۔"اباجان! وہ عاصم تھا ہمارے بدترین دشمن کا بھتیجا، اور وہ مجھے بستی کے باہر چھوڑ کر نہیں، بلکہ اس کمرے میں پہنچا کر گیا تھا۔"

عدی کرب کی حالت میں چلایا۔"لیکن تم نے یہ باتیں مجھے پہلے کیوں نہ بتائیں، ہمیرا کم از کم تمہیں مجھ سے جھوٹ نہیں بولنا چاہیئے تھا۔"

عمیر نے کہا۔"اباجان! عاصم نے مجھ سے وعدہ لیا تھا۔ کہ میں ان واقعات کا کسی سے ذکر نہیں کرونگا۔"

"لیکن کیوں؟"

"ہوسکتا ہے کہ وہ میری جان بچانا ایک جرم سمجھتا ہو اور اُسے اس جرم کی تشہیر گوارا نہ ہو۔ یہ بھی ہوسکتا

ہے کہ میرے خاندان اور میرے قبیلے کے سامنے وہ میری تذلیل نہ چاہتا ہو۔ میں نے اُس سے بے بسی کی حالت میں اعانت طلب کی تھی۔ اور اُسے میری حالت پر رحم آگیا تھا۔ ہم دونوں اپنی اپنی روایات سے غداری کر رہے تھے۔ ہم دونوں مجرم تھے اور کوئی مجرم اپنے جرم کی تشہیر پسند نہیں کرتا۔ اُس نے اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے میرا تذکرہ نہیں کیا، لیکن مجھ میں شاید اتنی ہمت نہیں۔ آپ مجھے بے غیرتی اور بے حیائی کا طعنہ دے سکتے ہیں لیکن میرے محسن کو مطعون نہیں کرسکتے۔"

عدی نے کہا۔"اُس نے میرے سر پر پہاڑ رکھ دیا! لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سہیل کے بیٹے اور ہبیرہ کے بھتیجے نے میرے بیٹے کی جان بچائی ہو۔ منات کی قسم! میرے خاندان سے وہ اس سے بدتر انتقام نہیں لے سکتا تھا۔"

عمیر نے کہا۔"اباجان! آپ نے شمعون کو میرے متعلق تو نہیں بتادیا؟"

"نہیں! اگر تم نے مجھے منع نہ کیا ہوتا تو شاید میں یہ غلطی کر بیٹھتا۔ آج میرے ساتھ اُس کا رویہ بہت شریفانہ تھا۔ اُس کی باتوں سے مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ اپنی چوری کی بجائے تمہاری سلامتی کے لئے زیادہ فکرمند ہے۔"

"اباجان! اُسے اب صرف اس بات کی فکر ہوسکتی ہے کہ اگر میں زندہ ہوا تو اُس کے لئے یثرب میں سانس لینا مشکل ہوجائے گا۔"

باب (۶)

کعب بن اشرف اپنے مکان کے سامنے کھجوروں کی چھاؤں میں یثرب کے سرکردہ لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کے دائیں بائیں اور پیچھے یہود قبائل کے رہنما اور سامنے ایک طرف بنو اوس اور دوسری طرف بنو خزرج کے بااثر لوگ بیٹھے تھے۔ اُن کے درمیان کچھ جگہ خالی تھی۔ تماشائی جن میں سے اکثر یہودی تھے ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑے تھے اور اُن کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہو رہا تھا۔ کعب نے ایک قیمتی قبا پہن رکھی تھی۔ وہ خود ایک چھوٹے سے قالین پر بیٹھا تھا اور دوسرے معززین کھجور کی چٹائیوں پر۔ مدت کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ اوس و خزرج ایک جگہ جمع تھے اور اس جگہ تلواروں کی جھنکار سنائی نہیں دیتی تھی۔ کعب بن اشرف کی ہدایت کے مطابق وہ خالی ہاتھ آئے تھے۔ لیکن نہتے ہونے کے باوجود اُن کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ یہاں امن و عافیت کی تلاش میں نہیں آئے۔ انہیں ایک دوسرے کے عزائم کے متعلق کوئی خوش فہمی نہ تھی۔ وہ صرف یہودیوں کی خوشنودی حاصل کرنے آئے تھے۔ قبیلۂ خزرج کے معززین کو یہ اُمید تھی کہ اُن کے حریف اِس مجلس سے رسوا ہو کر نکلیں گے اور وہ اپنی تلواریں خون آلود کئے بغیر ایک اہم فتح حاصل کر سکیں گے۔ اگر یہودی بگڑ گئے تو بنو اوس کے لئے یثرب کی زمین تنگ ہو جائے گی۔ اور بنو اوس ہر قیمت پر یہودیوں کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے تھے انہیں اِس بات کا شدید احساس تھا کہ خزرج اور یہودیوں کے اتحاد کے بعد اُن کے لئے یثرب کی فضاؤں میں سانس لینا مشکل ہو جائے گا۔

عدی اردگرد جمع ہونے والے تماشائیوں کی صف سے نمودار ہوا اور آگے بڑھ کر کعب بن اشرف کے سامنے خالی جگہ کھڑا ہو گیا۔ اُس کے قبیلے کے آدمیوں نے ہاتھ کے اشاروں سے اُسے اپنی طرف بلانے کی کوشش

کی لیکن اُس نے کسی کی طرف توجہ نہ دی۔

کعب نے کہا۔"عدی، بیٹھ جاؤ!"

عدی نے کہا۔"میں صرف اِس لئے آیا ہوں کہ مجھے آپ کا پیغام ملا تھا۔ میں اِس اجتماع کی کارگزاری میں کوئی حصہ لینا نہیں چاہتا۔ اور چونکہ یہ معاملہ سراسر قبیلۂ اوس کے ایک فرد اور آپ کی قوم کے ایک آدمی سے تعلق رکھتا ہے، اس لئے یہ کسی طرح مناسب نہ تھا کہ میرے قبیلے کے معززین یہاں جمع ہوتے ہمارے تعلقات ایسے نہیں کہ ہم ایک جگہ بیٹھ سکیں۔"

کعب نے شمعون اور داؤد کی طرف دیکھا اور پھر عدی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔"اگر یہ جھگڑا عاصم اور داؤد تک محدود ہوتا تو آپ میں سے کسی کو بھی یہاں آنے کی ضرورت نہ تھی۔ میری قوم اتنی گئی گزری نہیں کہ اُسے اپنے مسائل دوسروں کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی۔ ممکن ہے کہ اِس جھگڑے سے آپ کا تعلق ہم سب سے زیادہ ہو۔ آپ بیٹھ جائیں ہم ہبیرہ اور اُس کے بھتیجے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اُن کے آنے پر آپ دیکھ لیں گے کہ میں نے آپ کو بلاوجہ تکلیف نہیں دی۔ مجھے کل کسی نے آپ کے بیٹے کے اچانک غائب ہو جانے کی اطلاع دی تھی۔ یہ خبر بہت افسوس ناک ہے۔ اُس کا کوئی سراغ ملا؟"

عدی نے جواب دیا۔"نہیں! مجھے اُس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔"

چند تماشائیوں کی آوازیں سنائی دیں۔"وہ آرہے ہیں۔"

عدی اپنے قبیلے کے معززین میں بیٹھ گیا اور ایک ثانیہ بعد ہبیرہ اور عاصم تماشائیوں کے ہجوم سے نکل کر آگے بڑھے۔ ہبیرہ اپنے قبیلے کے آدمیوں کے پاس جا کر بیٹھ گیا لیکن عاصم کھڑا رہا۔

کعب نے کہا۔"نوجوان! تم بھی بیٹھ جاؤ!"

عاصم نے جواب دیا۔"نہیں، میں ایک ملزم ہوں اور کھڑا رہنا ہی بہتر سمجھتا ہوں۔"

کعب نے کہا۔"تم یہ تسلیم کرتے ہو کہ جو گھوڑے اور اونٹ تمہارے گھر سے برآمد ہوئے ہیں وہ داؤد کی ملکیت تھے ــــــ؟"

"معلوم نہیں! وہ مجھے رات کے وقت راستے میں ملے تھے۔ اور میں انہیں لاوارث سمجھ کر اپنے گھر

لے آیا تھا۔ چونکہ داؤد انہیں اپنی ملکیت ثابت کرتا تھا، اِس لئے میں نے اُس کے حوالے کر دیئے۔

کعب بن اشرف نے کہا۔ "یہ عجیب بات ہے کہ راستے میں اتنے لاوارث جانور تمہارا انتظار کر رہے تھے میں کئی بار اُسی رستے گیا ہوں مگر مجھے کبھی ایک بکری بھی نہیں ملی۔"

قبیلہ خزرج کے آدمیوں نے قہقہہ لگایا اور بنو اوس خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔

عاصم نے کہا۔ "اگر آپ کو بکری نہیں ملی تو یہ میرا قصور نہیں۔ ممکن ہے آپ اتنے خوش قسمت نہ ہوں۔ یا رات کے وقت آپ کی آنکھیں دور تک نہ دیکھ سکتی ہوں۔"

محفل پر ایک سناٹا چھا گیا اور یہودی غضب ناک ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ہبیرہ چلایا۔ "عاصم! ہوش سے کام لو۔" اور پھر قبیلہ اوس کے ایک معمر آدمی نے کعب سے مخاطب ہو کر کہا۔ "جناب! آپ عاصم کے لئے جو سزا تجویز کریں گے، ہمیں منظور ہو گی۔"

کعب نے داؤد کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "داؤد! تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

داؤد اٹھ کر بولا۔ "جناب! عاصم نے رات کے وقت ہم پر حملہ کیا تھا۔ ہمیں اپنے ایک ساتھی کی لاش چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ میرا ایک غلام بھی زخمی ہوا اور میں اُسے راستے کی ایک بستی میں چھوڑ آیا ہوں۔ میں اپنے جانوروں کے متعلق خاموش ہو سکتا ہوں کہ وہ مجھے مل چکے ہیں۔ میں اپنے نوکر کے بارے میں بھی درگزر کر سکتا ہوں کہ اُس کا زخم تشویش ناک نہیں۔ میں یہ بھی معاف کرنے کو تیار ہوں کہ عاصم نے، کسی سابقہ دشمنی کے بغیر، مجھ پر امن کے دنوں میں حملہ کیا تھا۔ لیکن یہ معاف نہیں کر سکتا کہ اُس نے میرے ایک بے گناہ ساتھی کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اور رات کی تاریکی میں اُسے تلوار اُٹھانے کا موقع بھی نہیں دیا۔"

داؤد کے ایک ساتھی کے قتل ہو جانے کی خبر بنو خزرج کے لئے خاص طور پر مسرت بخش تھی۔ اب انہیں یقین ہو چکا تھا کہ یہ یہودی اِس بات پر خاموش نہیں بیٹھیں گے۔

کعب نے پوچھا۔ "قتل ہونے والا کون تھا؟"

"جناب! پیشتر اِس کے کہ میں آپ کے سوال کا جواب دوں، آپ کو اِس بات کا اطمینان کر لینا چاہیے کہ یہ لوگ اِسی جگہ کشت و خون شروع نہیں کر دیں گے۔"

"تم اطمینان رکھو! میں ان سے پُرامن رہنے کا وعدہ لے چکا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ قوت آزمائی کے لئے میرا گھر منتخب نہیں کریں گے۔"

داؤد نے کہا۔ "جناب! مقتول قبیلہ خزرج کا ایک نوجوان تھا۔ اُس کا نام عمیر تھا۔ عمیر بن عدی۔"

محفل پر ایک ثانیہ خاموشی طاری رہی۔ پھر قبیلہ خزرج کے آدمی ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، اُن کی آوازیں آہستہ آہستہ بلند ہونے لگیں۔ لیکن عدی جس کی آنکھوں میں وہ انتقام کی آگ کے شعلے دیکھنا چاہتے تھے انتہائی سکون و اطمینان کے ساتھ عاصم کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کسی نے اُسے جھنجوڑتے ہوئے کہا۔ "عدی —! سنتے ہو۔ عمیر کو عاصم نے قتل کر دیا۔" اور عدی نے جواب دیئے بغیر اُس کے ہاتھ جھٹک دیئے۔ بنو خزرج کی آوازیں چیخوں میں تبدیل ہو رہی تھیں۔

"خاموش! خاموش!" کعب دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے چلایا اور جب محفل میں قدرے سکون کے آثار پیدا ہوئے تو اُس نے عاصم کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

عاصم بولا۔ "میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ داؤد جھوٹا ہے۔ میں نے کسی کو قتل نہیں کیا۔"

داؤد نے کہا۔ "جناب! امن کے دنوں میں ایک عرب کو قتل کرنے کا جرم ایسا نہیں کہ عاصم اپنے قبیلے سے مستقل بے پرواہ ہو کر اِس کا اعتراف کر لے۔ یہ تو عمیر کی لاش بھی کہیں چھپا چکا ہے اور ہم کوشش کے باوجود اُسے تلاش نہیں کر سکے۔ اگر آپ کا خیال ہے کہ میں نے کوئی بات غلط کہی ہے تو شمعون سے پوچھ لیجئے۔"

کعب نے کہا۔ "کیوں، شمعون! تم کیا کہنا چاہتے ہو۔؟"

شمعون نے جواب دیا۔ "جناب! عمیر کئی سال سے میرے پاس رہتا تھا۔ ایک دن خدا جانے اُس کے دل میں کیا سمائی کہ وہ میرے گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں چلا گیا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ میرے گھر سے کچھ نقدی بھی اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ اس واقعے کی اطلاع میں نے اِس کے باپ کو دے دی تھی۔ اس کے بعد داؤد میرے گھوڑے تلاش کرتا ہوا یہاں پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ عمیر یثرب سے نکلنے کے بعد، اُس کے ساتھ ہو گیا تھا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ عمیر کو کس نے قتل کیا ہے لیکن داؤد کے جانوروں کے علاوہ میرا وہ گھوڑا ابھی جو عمیر لے کر گھر سے نکلا ہے۔ آپ عدی سے پوچھ لیجئے اگر عمیر ابھی تک گھر نہیں پہنچا تو ہمارے لئے یہ یقین

کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ بدنصیب قتل ہو چکا ہے۔ اور مجھے اِس بات کا بے حد ملال ہے کہ اُس کے قاتل نے امن کے دنوں کا بھی احترام نہیں کیا۔ میں نے عدی کو یہ بتا دیا تھا کہ عمیر میرے گھر سے چوری کرکے بھاگ گیا ہے۔ لیکن داؤد سے باقی واقعات سننے کے بعد مجھے یہ بتانے کا حوصلہ نہیں ہوا کہ وہ قتل ہو چکا ہے۔ میری خاموشی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ داؤد ابھی تک اُس کی لاش تلاش نہیں کر سکا۔ میرا خیال تھا کہ زخمی ہونے کے بعد شاید وہ کہیں چھپ گیا ہو۔ لیکن اتنے دنوں کے بعد بھی اگر وہ واپس نہیں آیا تو اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ اُس کے قاتل اُس کی لاش بھی ٹھکانے لگا چکے ہیں۔ اگر داؤد کا بیان صحیح مان لیا جائے تو عمیر کا قاتل عاصم کے سوا اور کون ہو سکتا ہے!"

کعب عدی کی طرف متوجہ ہوا۔ "آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟"

عدی اپنی جگہ سے اٹھ کر آگے بڑھا اور عاصم کے قریب کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد اُس نے عاصم کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں اور پھر اچانک اُس کے بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے چلایا۔ "بیوقوف! تم خاموش کیوں ہو؟ یہ کیوں نہیں کہتے کہ عمیر قتل نہیں ہوا، زندہ ہے۔ اور اُس کے باپ نے تمہاری بے بسی کا تماشا دیکھنے کیلئے اسے اپنے گھر میں چھپا رکھا ہے۔ یہ کیوں نہیں بتاتے کہ تم اُسے اپنے کندھے پر اٹھا کر میرے گھر لائے تھے ــــــ؟"

محفل پر ایک سکتہ سا طاری ہو چکا تھا۔ عدی کا ایک رشتہ دار اٹھ کر آگے بڑھا اور اُس کے بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے چلایا۔ "عدی! ہمت سے کام لو۔ عمیر کا خون رائیگاں نہیں جائے گا قبیلہ کا ہر فرد تمہارے دکھ میں شریک ہے۔"

عدی نے اُسے دھکا دے کر پیچھے ہٹا دیا اور چلایا۔ "مجھے تمہاری ہمدردی کی ضرورت نہیں۔ تم سب پاگل ہو گئے ہو ــــــ"

کعب نے کہا۔ "اسے گھر لے جاؤ، صدمے سے اِس کے حواس ٹھیک نہیں رہے۔"

عدی چلایا۔ "میرے حواس بالکل ٹھیک ہیں۔ آپ کو اِس وقت شمعون اور داؤد کی فکر کرنی چاہیئے۔ اُن سے پوچھئے کہ اب تمہاری زبانیں کیوں گنگ ہو گئی ہیں۔" حاضرین کی نگاہیں شمعون اور داؤد کی طرف مرکوز ہو گئیں۔

عدی نے قدرے توقف کے بعد مڑ کر عاصم کی طرف دیکھا۔ "یہاں ایک ایسا گواہ موجود ہے جو تمہیں بے گناہ ثابت کر سکتا ہے تم اُسے آواز کیوں نہیں دیتے؟ وہ اُن لوگوں کے سامنے آنے کے لئے تمہارے اشارے کا منتظر ہے ــــــ تمہارا جرم صرف یہ ہے کہ تم نے عمیر کو موت کے منہ سے چھڑایا ہے اور تمہیں ڈر ہے کہ

تمہارے قبیلے کے لوگ تمہیں مطعون کریں گے۔ لیکن میں اپنے قبیلے کے لوگوں کے طعنوں سے نہیں ڈرتا۔ مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی کہ تم نے میرے بیٹے کی جان بچائی ہے اور میں تمہارا احسان مند ہوں۔ اُس رات کے وقت چند یہودی اُسے زدوکوب کر رہے تھے اور تم اُس کی چیخیں سن کر بے چین ہو گئے تھے۔ اگر تمہارا یہ خیال تھا کہ تمہارا احسان مند ہونا میرے لئے باعث ننگ و عار ہے تو تم غلطی پر تھے ــــــ عمیر! عمیر! اب تم آ سکتے ہو۔"

عمیر تماشائیوں کی پچھلی صف سے نکل کر آگے بڑھا اور عدی اور عاصم کے قریب پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ ناک اور آنکھوں کے سوا اُس کا چہرہ چادر میں چھپا ہوا تھا۔ حاضرین دم بخود ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگے۔ اُس نے اپنے چہرے سے چادر ہٹائی اور کعب بن اشرف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ درست ہے کہ مجھے امن کے زمانے میں قتل کرنے کی سازش کی گئی تھی لیکن عاصم کا اس سازش سے کوئی تعلق نہیں۔ میرے مجرم آپ کے دائیں ہاتھ بیٹھے ہیں شمعون تم مجھے پہچانتے ہو؟"

شمعون، جو کسی حد تک اپنے حواس درست کر چکا تھا، اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اُس نے کہا۔ "میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ اور مجھے اِس بات پر خوشی ہے کہ تم زندہ ہو، اِس کے باوجود کہ تم میرے گھر سے چوری کرکے بھاگ گئے تھے۔"

عمیر نے کہا۔ "تمہیں اِس بات کی خوشی ہے کہ داؤد، جسے تم نے مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے منتخب کیا تھا، اپنا فرض پورا نہیں کر سکا۔؟"

شمعون چلایا۔ "یہ جھوٹ ہے، بہتان ہے۔ تم اپنا جرم چھپانے کے لئے مجھے بدنام کرنا چاہتے ہو۔"

کعب بن اشرف کے سوا تمام یہودی اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور شور مچانے لگے۔ "یہ جھوٹ بولتا ہے۔ یہ غلط کہتا ہے۔ ہم شمعون کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔"

عمیر بلند آواز میں چلایا۔ "تم یہ سننا بھی پسند نہیں کرو گے کہ اس پوری کارروائی کا مقصد صرف یہ تھا کہ اوس و خزرج آئندہ امن کے زمانے میں بھی چین سے اپنے گھروں میں نہ بیٹھ سکیں۔ کیا یہ غلط ہے کہ داؤد تمہارے گھر میں مہمان تھا اور تم نے اصرار کیا تھا کہ میں اِس کے گھوڑے خیبر پہنچا آؤں؟ کیا میں پچھلے پہر داؤد کے ساتھ روانہ نہیں ہوا تھا؟ کیا تم اِس مجلس میں یہ سننا چاہتے ہو کہ مجھ سے تمہارے عناد کی کیا وجہ تھی اور تم نے مجھے قتل کرنے

کی سازش کیوں کی تھی؟"

شمعون چلایا۔"مجھے معلوم نہیں کہ تم نے ہبیرہ کے بھتیجے سے کیا سمجھوتہ کیا ہے لیکن میں ایک چور کو اس بات کی اجازت نہیں دوں گا کہ وہ مجھ پر کیچڑ اچھالے۔"

"مجھے یہاں زبان کھولنے کے لئے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں۔"

یہودی یک زبان ہو کر چلانے لگے۔"ہم کچھ نہیں سننا چاہتے۔ تم جھوٹے ہو۔"

کعب پریشانی اور اضطراب کی حالت میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اُس نے کہا۔"اگر دو دشمن کسی مجبوری سے ایک دوسرے کے دوست بن جائیں۔ تو کسی کو انہیں مطعون کرنے کا حق نہیں لیکن یہ شرافت نہیں کہ ایک تیسرے فریق کو ہدفِ ملامت بنا لیا جائے۔ میں اوس و خزرج کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ اُن کے دو نوجوان مصالحت کے لئے میدان میں نکل آئے ہیں۔ لیکن میرے لئے یہ بات ناقابلِ یقین ہے کہ شمعون نے عمیر کو قتل کرانے کی سازش کی ہے۔ اوس اور خزرج اگر ایک دوسرے کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہتے ہیں تو میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ میری قوم کا کوئی فرد اُن کے درمیان حائل نہیں ہو گا۔"

ہبیرہ نے بلند آواز میں کہا۔"اوس اور خزرج کے درمیان کبھی دوستی نہیں ہو سکتی۔ ہم اس قدر بے غیرت نہیں کہ اپنے عزیزوں کا خون بھول جائیں۔"

قبیلۂ خزرج کے ایک آدمی نے کہا۔"اور تمہارا خیال ہے کہ ہم بے غیرت ہیں۔ منات کی قسم! جب تک ہماری رگوں میں خون ہے ہماری تلواریں نیام میں نہیں جائیں گی۔"

ایک ثانیہ کے اندر اندر محفل کا رنگ بدل چکا تھا اور یہودی جو کچھ دیر پہلے ایک غیر متوقع صورتِ حال کا سامنا کر رہے تھے، اب اطمینان سے اوس و خزرج کے اکابر کی تکرار سُن رہے تھے۔

کعب بن اشرف نے کہا۔"یاد رہے کہ تم لوگ میرے گھر میں پُرامن رہنے کا وعدہ کر چکے ہو — مجھے توقع ہے کہ ان وعدوں کا پاس کیا جائے گا اور یہاں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آئے گا کہ ہم تمہاری لڑائیوں میں فریق بننے پر مجبور ہو جائیں۔ اس لئے میں درخواست کرتا ہوں کہ تم اطمینان کے ساتھ یہاں سے چلے جاؤ۔"

فریقین اپنے اپنے ساتھیوں کو صبر و تحمل کی تلقین کرتے ہوئے اُٹھے اور وہاں سے چل دیئے۔ ہبیرہ نے

عاصم کے قریب سے گزرتے ہوئے اُس پر ایک قہر آلود نگاہ ڈالی اور کہا۔"عاصم! مجھے تم سے یہ اُمید نہ تھی۔ عدی کے بیٹے کی جان اتنی قیمتی نہ تھی کہ تم اپنے باپ اور بھائیوں کے خون بھول جاتے۔" اور قبیلۂ خزرج کا ایک بزرگ عدی سے کہہ رہا تھا۔"اگر میرا بیٹا جان کنی کے وقت بھی اوس کے کسی فرد سے پانی کا گھونٹ طلب کرتا تو میں مرتے دم تک کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا۔"

اوس و خزرج کے معززین عاصم، عدی اور عمیر کو حقارت سے دیکھتے ہوئے وہاں سے نکل گئے۔ قبیلۂ اوس کے اکابر کے نزدیک عاصم کا یہ جُرم ناقابلِ معافی تھا کہ اُس نے عدی کے بیٹے کی جان بچائی تھی۔ اور خزرج یہ معاف کرنے کو تیار نہ تھے کہ عدی اور اُس کے بیٹے نے ایک ایسے مرحلے پر عاصم کی حمایت میں اپنی زبانیں کھولی تھیں جب یہودی بنو اوس کے خلاف مشتعل ہو چکے تھے۔ یہ تینوں کچھ دیر پریشان کھڑے رہے، جب ہجوم منتشر ہو گیا تو عاصم وہاں سے چل دیا۔ اور عدی اور عمیر اس کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ تھوڑی دور جا کر عمیر نے آواز دی۔

"عاصم! ٹھہرو!"

وہ رُکا اور مڑ کر دیکھنے لگا۔ عمیر نے قریب پہنچ کر کہا۔"مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے وعدے پر قائم نہ رہ سکا۔ میرے لئے تمہاری یہ توہین ناقابلِ برداشت تھی۔ یہودیوں کے سازش کے خلاف زبان کھولنا میرا فرض تھا تاہم مجھے افسوس ہے کہ کچھ دیر پہلے ہم اپنے اپنے قبیلے کی عزت کے امین تھے لیکن اب ہم اِس عزت سے محروم ہو چکے ہیں۔"

عاصم نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔"مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں۔"

عدی نے کہا۔"تم نے میری گردن پر ایک پہاڑ کا بوجھ لاد دیا ہے، لیکن میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ تم نے عمیر کو اظہارِ صداقت سے کیوں منع کیا تھا؟ تم یہ جانتے تھے کہ عمیر ساری عمر لوگوں کی نظروں سے چھپ کر نہیں رہ سکتا۔"

عاصم نے جواب دیا۔"اگر یہودیوں کو فوراً یہ پتہ چل جاتا کہ عمیر اپنے گھر پہنچ چکا ہے تو آج وہ یہ موقف اختیار نہ کرتے، میں اہلِ یثرب پر ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہ کس قدر جھوٹے، دغاباز اور شر پسند ہیں۔"

"لیکن تم یہودیوں کو شر پسند اور دغاباز ثابت کرنے کے باوجود اُن کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ تمہاری کارگزاری کا حاصل یہ ہے کہ تمہارے اپنے قبیلے کے لوگ تمہارے خلاف ہو گئے ہیں۔"

عاصم نے کہا۔"جب میرے دل میں عمیر کو گھر پہنچانے کا خیال آیا تو مجھے یہ بھی محسوس ہوا تھا کہ میں ایک جرم کر رہا ہوں۔ لیکن اب میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے یہی کرنا چاہیئے تھا۔ اور وہ دن دور نہیں جب میرے قبیلے کا ہر ذی شعور آدمی میری طرح محسوس کرے گا۔"

عدی نے کہا۔"تمہارے قبیلے کے لوگ تمہاری صورت دیکھنے کے روادار نظر نہ آتے تھے۔ میں حیران ہوں کہ اتنی بڑی شکست کے باوجود تم پُر امید ہو ——"

"اگر آپ یہاں نہ آتے اور آپ کی آواز میری حمایت میں بلند نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ میں اس محفل سے شکست کا احساس لے کر نکلتا، لیکن اب میں یہ محسوس کرتا ہوں یہ میری پہلی فتح ہے۔"

عدی نے کہا۔"یہ تمہاری پہلی اور آخری فتح ہے۔ تم نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ اوس و خزرج کے لئے نیا ہے۔ اور کوئی تمہارا ساتھ دینا پسند نہ کرے گا۔"

عاصم نے پوچھا۔ کیا آپ بھی میرا ساتھ دینا پسند نہ کریں گے۔"

"مجھے معلوم نہیں —— اس عمر میں شاید میں اپنے اسلاف کا راستہ چھوڑ کر نیا راستہ اختیار نہ کر سکوں۔"

عاصم نے کہا۔"کیا آپ یہ محسوس نہیں کرتے کہ ہمارے قبیلے گزشتہ جنگوں سے کافی سبق لے چکے ہیں اور اب کئی خاندان ایسے ہیں جو بظاہر جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن دل سے نہیں چاہتے کہ یہ بجھتی ہوئی آگ دوبارہ بھڑک اُٹھے۔"

عدی نے جواب دیا ——"میں صرف یہ جانتا ہوں کہ سر دست لڑائی سے ان خاندانوں کے اجتناب کی وجہ صرف ایک عارضی تھکاوٹ ہے۔ جب یہ تھکاوٹ دور ہو جائے گی تو ہمیں ایک دوسرے کو ذبح کرنے کے لئے ایک معمولی بہانے کی ضرورت بھی پیش نہ آئے گی۔ اوس و خزرج کے درمیان دائمی امن کی تمنا کرنا ایک دیوانگی ہے۔ تم دیوانے ہو عاصم اور شاید میں بھی دیوانہ ہو جاؤں، لیکن اس بستی میں ہمارے لئے کوئی جگہ نہیں ہوگی۔"

عاصم کچھ کہے بغیر وہاں سے چل دیا۔ اور عدی نے عمیر کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔"آؤ، بیٹا! تم جس زمین پر پھول دیکھنا چاہتے ہو وہ تمہیں کانٹوں کے سوا کچھ نہیں دے سکتی۔"

باب (۷)

رات کے وقت کعب بن اشرف یثرب کے پندرہ سرکردہ یہودیوں کے ساتھ اپنے مکان کے ایک کشادہ کمرے میں بیٹھا تھا۔ شمعون کمرے میں داخل ہوا اور حاضرین اُس کی طرف دیکھنے لگے۔ کعب نے اُس پر ایک قہر آلود نگاہ ڈالی اور کہا۔"بیٹھ جاؤ! ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ اب ہمارے لئے تمہاری حماقت کے خطرناک نتائج سے بچنے کی صورت کیا ہے؟ داؤد کہاں ہے؟"

شمعون نے جواب دیا۔"جناب! وہ خیبر چلا گیا ہے، میں نے اُسے اپنے گھر ٹھہرانا مناسب نہیں سمجھا۔"

کعب بن اشرف سوچ میں پڑ گیا اور کمرے میں کچھ دیر خاموشی طاری رہی۔ بالآخر ایک یہودی نے کہا "یہ واقعہ بہت افسوناک ہے۔ لیکن آپ کو زیادہ فکر مند نہیں ہونا چاہیئے۔ میں اوس و خزرج کے کئی آدمیوں سے مل چکا ہوں۔ اور پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ایک دوسرے کے خلاف اُن کے جذبات وہی ہیں جو پہلے تھے، آپ کو اُن کی طرف سے کسی ناخوشگوار ردِ عمل کا اندیشہ نہیں ہونا چاہیئے۔"

کعب نے کہا۔"میرے لئے یہ معمولی واقعہ نہیں کہ قبیلۂ اوس کے ایک آدمی نے خزرج کے ایک آدمی کی جان بچائی ہے اور قبیلۂ خزرج کے دو افراد نے اُس کے حق میں گواہی دی ہے۔ اور یہ واقعہ بھی میرے لئے معمولی نہیں کہ انہوں نے برسوں کے بعد ہماری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی جرأت کی ہے۔"

دوسرے یہودی نے کہا۔"جناب! اگر آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ اوس اور خزرج پُر امن ہو گئے ہیں تو انہیں کل [illegible]، دوسرے کے خلاف مشتعل کیا جا سکتا ہے۔"

کعب نے جواب دیا "تم ان لوگوں کو سراسر احمق سمجھنے کی غلطی نہ کرو!" یہ تمہارا کمال نہیں کہ وہ مدت سے ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں۔ خاندانی منافرت، خونخواری اور انتقام جو اُن کی سرشت میں داخل ہے۔ لیکن فرض کرو اگر وہ اپنی بقا کے لئے متحد ہو جائیں اور تمہیں اپنا مشترک دشمن سمجھ لیں تو تمہارا انجام کیا ہو گا؟"

ایک یہودی سردار نے کہا۔ آسمان پر دو سورج نکل سکتے ہیں لیکن اوس و خزرج متحد نہیں ہو سکتے۔ آج اُن کا کوئی خاندان ایسا نہیں جو اپنے کسی نہ کسی عزیز کے قتل کا انتقام لینے کے لئے بے چین نہ ہو۔ جب تک اُن کا یہ ایمان ہے کہ مقتول کا انتقام نہ لیا جائے تو اُس کی قبر میں اندھیرا چھایا رہتا ہے اور مرنے والوں کی روحوں کی پیاس صرف دشمن کے خون سے بجھائی جا سکتی ہے، ہمیں اُن کے پُرامن یا متحد ہونے کا کوئی خدشہ نہیں۔ جب تک اہلِ عرب میں قبائلی برتری کا احساس موجود ہے، وہ کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔"

کعب نے کہا "یہ درست ہے کہ عرب ضدی اور جاہل ہیں اور اپنی جہالت و گمراہی پر فخر بھی کرتے ہیں۔ لیکن تم نے شاید یہ نہیں سنا کہ مکہ میں ایک شخص جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اس جہالت اور بے راہ روی کے خلاف آواز بلند کر چکا ہے۔ انہیں اصنام پرستی، بے حیائی، جھوٹ، لوٹ مار اور قتل و غارت سے منع کرتا ہے۔ انہیں سمجھاتا ہے کہ تم سب آپس میں بھائی بھائی ہو۔ اور میں نے سنا ہے کہ قریش جو عرب کے تمام قبائل سے زیادہ مغرور اور خود پسند ہیں، بتدریج اُس کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔

اہلِ عرب جہالت اور گمراہی کی دلدل میں اس لئے پھنسے ہوئے ہیں کہ کسی نے انہیں سلامتی کا راستہ نہیں دکھایا۔ اُن کی نسلی اور قبائلی منافرتیں اس لئے زندہ ہیں کہ کسی نے انہیں اتحاد کی برکتوں سے آشنا نہیں کیا۔ وہ اپنے معاشرے کی ہر برائی پر اس لئے نازاں ہیں کہ اُن کے ہاں نیکی یا اچھائی کا تصور موجود نہیں، لیکن اگر کسی نے اُن کی ذہنی کایا پلٹ دی تو وہ ایک ایسی قوت کے مالک بن جائیں گے، جس کی مثال ماضی کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ یہ ایک ایسا سیلِ رواں ہو گا جو اپنے راستے کی ہر دیوار کو تنکوں کی طرح بہا لے جائے گا۔"

یہودیوں کے ایک بااثر قبیلے قینقاع کے ایک سردار نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "اگر آپ کا اشارہ محمدؐ کی طرف ہے تو آپ اطمینان رکھیئے! وہ ہمارے لئے کوئی خطرہ پیدا نہیں کر سکتا۔ آپ اُس کے متعلق سنی سنائی باتوں

سے پریشان ہو گئے ہیں۔ خدا کی قسم! مکہ جا کر میں اُسے دیکھ آیا ہوں۔ وہاں لوگ اُس کا مذاق اڑاتے ہیں، اُس کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں۔ قریش کے چند آدمیوں کے سوا مکہ کے انتہائی بے بس مفلس اور نادار لوگ اُس کی طرف مائل ہوئے ہیں۔ اور اُن کی حالت یہ ہے کہ اُنہیں آئے دن زدوکوب کیا جاتا ہے۔ انہیں جھلستی ہوئی ریت پر لٹایا جاتا ہے اور اُن کے سینوں پر پتھر رکھ دیئے جاتے ہیں۔"

"اور وہ یہ تمام اذیتیں برداشت کر رہے ہیں؟"

"ہاں! وہ اِس کے سوا کر بھی کیا سکتے ہیں۔ مکہ میں قریش کا مقابلہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ نبی یا تو قریش کے ہاتھوں قتل ہو جائے گا یا پھر اُسے مکہ سے نکلنا پڑے گا۔ اِس لئے آپ کو اُس کے متعلق فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اِس وقت یہاں کے مسائل پر غور کرنا چاہیئے۔ اور اِس جگہ کا اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ اوس و خزرج جلد از جلد ایک دوسرے کے خلاف بھڑک اٹھیں تاکہ عاصم یا عدی جیسے لوگ اُن کی توجہ ہماری طرف مبذول نہ کر سکیں۔"

کعب نے کہا "مکہ کے نبی کا ذکر کرنے سے میرا مقصد تمہیں مرعوب کرنا نہ تھا۔ میں صرف تمہارے ذہن میں یہ بات بٹھانی چاہتا تھا کہ تمہیں یہ فرض نہیں کر لینا چاہیئے کہ اوس و خزرج ہمیشہ ایک دوسرے سے برسرپیکار رہیں گے۔ اُن کے درمیان کسی وقت بھی مصالحت نہیں ہو سکتی۔ وہ دو بھائیوں کی اولاد ہیں اور ان کا خون ایک ہے۔ اس لئے ہمیں اِس بات پر خاص توجہ دینی چاہیئے کہ عاصم اور عدی جیسے لوگ اُن پر اثر نہ ڈال سکیں۔"

ایک یہودی بولا "جناب! آج یہ حالت ہے کہ اوس کا ہر آدمی عاصم کو ملامت کر رہا ہے اور خزرج کا ہر آدمی عدی اور اُس کے بیٹے کو بزدلی اور بے غیرتی کا طعنہ دے رہا ہے۔ آپ کو اِس بات کی فکر نہیں ہونی چاہیئے کہ یہ لوگ کسی کو متاثر کر سکتے ہیں۔"

شمعون جو اب تک خاموش بیٹھا تھا بولا "جناب! میں آپ کو ایک اچھی خبر سناتا ہوں۔ عاصم کا چچا میرا مقروض تھا اور وہ بھی میرا قرضہ چکانے آیا تھا۔"

کعب نے برہم ہو کر کہا "ہم سب تمہیں مبارکباد پیش کرتے ہیں لیکن اِس خبر میں ہمارے لئے خوشی کی کون سی بات ہے؟"

حاضرین ہنس پڑے اور شمعون نے اپنی پریشانی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "جناب! میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ میں نے اُس سے قرضہ وصول نہیں کیا۔"

کعب نے پوچھا "میں اس فیاضی کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں؟"

"جناب! میں اُسے خوش کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اُس سے کہا تھا کہ عاصم کے طرزِ عمل سے مایوس ہونے کے بعد تمہیں دوسروں کی اعانت کی ضرورت ہے۔ میں تمہارے خاندان کے مقتولین کا انتقام نہیں لے سکتا لیکن اتنا ضرور کر سکتا ہوں کہ مناسب وقت آنے تک اِس رقم کا تقاضا نہ کروں۔ اس لئے ابھی یہ رقم اپنے پاس رکھو میں اس پر ایک سال تک تم سے کوئی سود نہیں لوں گا ——"

"اور وہ تمہاری اِس فیاضی پر خوش ہو گیا تھا۔؟"

"جی ہاں! وہ یہ کہتا تھا کہ میں اِس رقم سے اپنے قبیلے کے چند اور آدمیوں کو مسلح کر سکوں گا۔ اُس نے مجھ سے باتیں کرتے ہوئے آج کے واقعات کو کوئی اہمیت نہیں دی وہ یہ سمجھتا ہے کہ عدی کے بیٹے نے عاصم پر جادو کر دیا ہے ——"

کعب نے کہا "اب میں تمہیں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ اگر تمہارے پاس خزرج کا کوئی آدمی آئے تو اُس کے ساتھ بھی تمہارا یہی سلوک ہونا چاہیئے۔ میں تم سب کو یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں، تم اوس اور خزرج دونوں کو اپنی حمایت کا یقین دلاتے رہو۔ اگر تمہارا روپیہ انہیں لڑائی پر آمادہ کر سکتا ہے تو اُس کا اس سے بہتر مصرف اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اوس اور خزرج کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے کے لئے اُن کے شعراء سے بہت کام لیا جا سکتا ہے۔ تم درپردہ اُن کی سرپرستی کرتے رہو۔ عدی، ہبیرہ اور عاصم کے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے یہ لوگ بہت خطرناک معلوم ہوتے ہیں، ممکن ہے ہمیں آگے چل کر اُن کا تدارک کرنا پڑے۔ لیکن فی الحال ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ کرتے کیا ہیں۔"

ان واقعات کو تین مہینے گزر چکے تھے اور یثرب کے یہودی اِس بات پر پریشان تھے کہ اِس عرصے میں اوس و خزرج کے درمیان کوئی جھڑپ نہیں ہوئی۔ وہ اپنے اپنے باغوں اور چراگاہوں میں، تیغ زنی، تیر اندازی اور نیزہ بازی کی مشق کیا کرتے تھے۔ اور گھروں سے باہر ہمیشہ مسلح ہو کر نکلتے تھے، اِس بات کا احتمال ہر وقت رہتا تھا کہ مبادا کسی پگڈنڈی، کسی گلی یا بازار میں دو افراد یا دو گروہ ایک دوسرے کا راستہ روک کر کھڑے ہو جائیں۔ پھر کسی کی زبان حرکت میں آئے، دوسرا جواب دے اور اچانک اُن کے سینوں میں غصے اور انتقام کی دبی ہوئی چنگاریاں بھڑک اٹھیں۔ لیکن وہ ایک دوسرے سے کترا کر نکل جاتے۔ اُن کی تلواروں کو نیاموں سے باہر آنے کے لئے صرف کسی بہانے کی ضرورت تھی۔ وہ غضب ناک نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے اور بسا اوقات اُن کے ہاتھ تلواروں کے قبضوں تک پہنچ جاتے تاہم کسی کو پہل کرنے کا حوصلہ نہ ہوتا۔

عاصم کے لئے امن کے یہ دن انتہائی صبر آزما تھے۔ وہ گھر کے اندر اپنے عزیزوں اور گھر سے باہر اپنے دوستوں کے لئے ایک اجنبی بن چکا تھا۔ وہ چراگاہ میں اپنے مویشی لے کر جاتا تو قبیلے کے بوڑھوں اور جوانوں کی نگاہیں اُسے ہر وقت اِس بات کا احساس دلاتیں کہ وہ کسی انتہائی گھناؤنے فعل کا مرتکب ہوا ہے۔ اُسے مردانہ کھیل اب بھی پسند تھے اور وہ اپنے قبیلے کے نوجوانوں کے ساتھ تیغ زنی اور تیر اندازی کے مقابلوں میں حصہ لیا کرتا تھا، لیکن جب کوئی اوس اور خزرج کی گزشتہ لڑائیوں کا ذکر چھیڑ کر اُسے برانگیختہ کرنے کی کوشش کرتا تو وہ اضطراب کی حالت میں مُنہ پھیر لیتا۔

اُس کا چچا دورِ جاہلیت کے عربوں کی ہر بُری خصلت کا نمائندہ تھا۔ خاندانی غرور اُسے اپنے قبیلے کے لوگوں کے سامنے یہ تسلیم کرنے کی اجازت نہ دیتا تھا کہ اُس کا بھتیجا غیرت و حمیّت سے محروم ہو چکا ہے۔ وہ عاصم کے ناقابلِ فہم ردِ عمل کی صرف ایک ہی توجیہہ کرتا تھا اور وہ یہ تھی کہ عدی یا اُس کے بیٹے نے عاصم پر جادو کر دیا ہے۔ وہ اپنے ہر عزیز اور جان پہچان کے آدمی کو سمجھانے کی کوشش کرتا کہ میرے بھائی کا بیٹا ایسا نہیں تھا۔ وہ ایک شیر تھا اور خزرج کے کسی آدمی کو اُس کی ہمسری کا دعوٰی نہ تھا۔ وہ اُس کا راستہ چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے۔

وہ اپنے باپ بھائیوں اور عزیزوں کا خون کیسے بھول سکتا ہے۔ وہ قبیلے کے نوجوانوں کو مسلح کرنے کے لئے شام سے تلواریں لایا تھا کہ ہم اپنے بھائیوں اور عزیزوں کا انتقام لے سکیں۔ منات کی قسم! اب اُس پر جادو کا اثر ہے۔"

اور اِس جادو کا اثر زائل کرنے کے لئے وہ کئی جتن کر چکا تھا وہ قدید جا کر منات کے بُت کے سامنے دعائیں مانگ چکا تھا۔ اُس نے یثرب کے لوگوں سے تعویذ اور گنڈے حاصل کئے تھے۔ یثرب کے یہودی جو آسیب کا اثر زائل کرنے میں مشہور تھے باری باری اُس کے گھر آ چکے تھے۔ زبردستی اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اُسے مختلف بوٹیوں کی دھونی دی گئی تھی۔ اُس کے سامنے عجیب و غریب منتر پڑھے گئے تھے، اور کئی متبرک مقامات کی مٹی اُس کے جسم پر ملی گئی تھی۔ عاصم احتجاج کرتا تھا۔ وہ چلا چلا کر کہتا تھا کہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مجھ پر کسی جادو کا اثر نہیں۔ لیکن کوئی اُس کی چیخ پکار پر کان دھرنے کو تیار نہ ہوتا۔

جب ہبیرہ چاروں طرف سے مایوس ہو چکا تو شمعون نے ایک ایسے یہودی کا پتا دیا جو ہر آسیب کا علاج جانتا تھا۔ ہبیرہ منت اور خوشامد کے بعد اِس یہودی کو اپنے گھر لے گیا اور اُس نے مسلسل تین پہر کئی منتر پڑھنے کے بعد ہبیرہ کو علیحدہ لے جا کر کہا "تمہارے بھتیجے پر ایک خطرناک جادو چل گیا ہے۔ اب اِس کا صرف ایک علاج ہے لیکن میں تمہیں بتا نہیں سکتا۔"

"کیوں؟" ہبیرہ نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"اس لئے کہ میں ایک یہودی ہوں اگر تم نے کسی کو بتا دیا تو میں مصیبت میں پھنس جاؤں گا۔" جب ہبیرہ نے باری باری عرب کے تمام بتوں کا نام لے کر یہ قسم کھائی کہ میں کسی سے آپ کا ذکر نہیں کروں گا تو یہودی نے کہا۔ "اگر عاصم اپنے ہاتھ سے جادو کرنے والے کو قتل کر دے اور اِس کے بعد خون آلود تلوار میرے پاس لے آئے تو میں فوراً اِس جادو کا اثر زائل کر دوں گا۔"

"لیکن جادو کس نے کیا ہے؟"

"یہ معلوم کرنا آپ کا کام ہے۔ میں صرف یہ بتا سکتا ہوں کہ ایسا جادو کسی خطرناک دشمن کو زیر کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔"

"میں اُس دشمن کو جانتا ہوں۔"

اس کے بعد ہبیرہ کے سامنے زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ عاصم کو عدی اور اُس کے بیٹے کے قتل پر آمادہ کرنا تھا اور اِس مقصد کے لئے وہ باری باری اپنے قبیلے کے اُن شعرا کو گھر لایا کرتا تھا، جن کا آتشیں کلام عاصم کے دِل میں غصے اور انتقام کی آگ بھڑکا سکتا تھا۔ یہ شعراء اُس کے باپ اور بھائیوں کے دردناک قتل کے واقعات بیان کرتے تھے۔ اُن کی قبروں کی تاریکی کا ہولناک منظر کھینچتے تھے، اُن کی پیاسی روحوں کی فریاد سناتے تھے جو دشمن کے خون کے لئے پکار رہی تھیں۔ آخر میں وہ عدی اور عمیر کی خوشیوں کا ذکر کرتے جنہوں نے جادو کے اثر سے قبیلۂ اوس کے ایک قابلِ فخر نوجوان کو مردانہ خصائل سے محروم کر دیا تھا۔

ہبیرہ کی ان تھک کوششوں کو دیکھ کر کبھی کبھی عاصم کو یہ شبہ ہونے لگتا کہ شاید یہ باتیں صحیح ہوں۔ لیکن پھر وہ اپنے دل سے یہ سوال کرتا کہ اگر عدی یا عمیر نے مجھ پر جادو کر دیا ہے تو اُن پر کس نے جادو کیا ہے، اگر میں نے عمیر کو اپنا دشمن جانتے ہوئے اُس کی جان بچائی تو کیا انہوں نے بھری محفل میں میری حمایت نہیں کی؟ اگر میرے عزیز و اقارب مجھے یہ طعنہ دیتے ہیں کہ میں اپنے باپ اور بھائیوں کا خون بھول چکا ہوں تو کیا عدی کو اُس کے عزیز و اقارب یہ طعنہ نہیں دیتے ہوں گے کہ وہ اپنے تین بیٹوں اور دو بھائیوں کا خون بھول چکا ہے۔ پھر وہ سمیرا کے متعلق سوچتا اور اُسے اپنے تیرہ و تار ماحول میں نئی امیدوں اور آرزوؤں کے چراغ جھلملاتے دکھائی دینے لگتے۔

سمیرا سے پہلی ملاقات کے بعد وہ پورے ایک مہینے ایک ناقابلِ برداشت ذہنی کشمکش میں مبتلا رہا میں وہاں نہیں جاؤں گا۔ مجھے اُس سے دوبارہ ملاقات کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ زندگی میں ہمارے راستے اور منزلیں مختلف ہیں۔ عدی کو ایک اتفاقی حادثہ نے متاثر کیا ہے لیکن وہ اپنی بیٹی کے متعلق کوئی طعنہ، برداشت نہیں کرے گا...... اور سمیرا کو بھی یہ معلوم ہے کہ میں اُسے مایوسی کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں دے سکتا۔ لوگ ہمارا مذاق اڑائیں گے اور سرزمین عرب کا کوئی گوشہ ہمیں پناہ نہیں دے سکے گا۔ میں اُسے دوبارہ نہیں دیکھوں گا —— پھر جب نیا مہینہ قریب آ رہا تھا تو اُسے اپنے خیالات و عزائم میں ایک لچک سی محسوس ہونے لگی۔ وہ سوچتا، جب جنوب کے افق سے وہ تابناک ستارہ نمودار ہو گا تو وہ میری راہ دیکھ رہی ہو گی۔ اگر میں وہاں نہ گیا تو وہ کیا خیال کرے گی —؟ نہیں! مجھے ایک بار اُس سے ضرور ملنا چاہیئے۔ صرف یہ بتانے کے لئے کہ یہ دیوانگی ہے۔ ایک ایسا خواب ہے جس کی تعبیر ممکن نہیں۔ میری تنگ اور تاریک دنیا میں تمہارے

لئے کوئی جگہ نہیں۔ تم میرے قبیلے کے ہر فرد کو اپنا دشمن پاؤ گی اور تمہارے قبیلے کا ہر فرد تمہارے باپ اور بھائیوں کو طعنے دے گا۔ سمیرا تمہاری عاقبت اِسی میں ہے کہ تم مجھے بھول جاؤ۔

پھر جب رات کے وقت وہ ٹیلے کے دامن میں کھڑے ایک دوسرے کی دھڑکنیں سُن رہے تھے تو اُن میں سے کسی کو بھی اِس بات کا احساس نہ تھا کہ وہ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں۔ وہ ماضی کی تلخیاں اور مستقبل کے خدشات بھول چکے تھے۔ وہ جس حال میں سانس لے رہے تھے اُس کا ایک ایک لمحہ انہیں ماضی کے برس ہا برس پر حاوی معلوم ہوتا تھا۔

"سمیرا!" وہ کہہ رہا تھا۔ "میں تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ میں دوبارہ یہاں نہیں آؤں گا۔"

سمیرا ہنس پڑی۔ اور تاریک رات کا دامن اچانک مسرت کے ان گنت ستاروں سے جگمگانے لگا، عاصم کو اپنے الفاظ کھوکھلے، بے معنی اور مضحکہ خیز محسوس ہونے لگے۔ وہ ایک دوسرے کے قریب بیٹھ گئے اور عاصم نے قدرے سنجیدہ ہو کر کہا۔ "سمیرا تمہیں میری بات کا یقین نہیں آیا؟"

"کس بات کا۔"

"یہی کہ میں پھر یہاں نہیں آؤں گا۔"

وہ بولی۔ "نہیں، اگر آپ یہ بات ہزار بار دہرائیں تو بھی میں یقین نہیں کروں گی۔"

"کیوں ——؟"

"مجھے معلوم نہیں! میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ آپ کسی کا دل نہیں دُکھا سکتے۔"

"لیکن اِس کا انجام کیا ہوگا؟"

"مجھے معلوم نہیں۔"

"تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اوس و خزرج ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ اور ان کی دشمنی ہمارے درمیان آگ کے ایک پہاڑ کی طرح حائل رہے گی۔"

"اس وقت مجھے آگ کا پہاڑ دکھائی نہیں دیتا۔" سمیرا نے دوبارہ ہنسنے کی کوشش کی لیکن ایک معصوم قہقہہ اُس کے حلق میں اٹک کر رہ گیا۔

کچھ دیر دونوں خاموش رہے۔ بالآخر عاصم نے پوچھا "تم کیا سوچ رہی ہو سمیرا؟"

اُس نے جواب دیا۔ "میں یہ سوچ رہی ہوں کہ ہم نے دن کی روشنی میں ایک دوسرے کو نہیں دیکھا۔"

"تم جانتی ہو کہ دن کی روشنی میں ہم ایک دوسرے کو شاید کبھی نہیں دیکھ سکیں گے۔ اور یہ بھی محض اتفاق تھا کہ ہم نے پچھلی دفعہ چراغ کی روشنی میں ایک دوسرے کو دیکھ لیا تھا۔ ہماری رفاقت، تاریک رات کے مسافروں کی رفاقت ہے۔ اور تاریک رات میں بھٹکنے والے مسافر کبھی کبھی ایک دوسرے سے بچھڑ بھی جایا کرتے ہیں۔"

سمیرا نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔ "کاش! ہم دو ستارے ہوتے۔ اور ساری رات ایک دوسرے کو تکتے رہتے۔"

"تمہیں ستارے بہت پسند ہیں؟"

"ہاں!" اس نے جواب دیا، "میں ہمیشہ ستاروں کی طرف دیکھا کرتی ہوں، آپ کو معلوم ہے شام کے وقت مغرب سے ایک نہایت چمکدار ستارہ طلوع ہوتا ہے؟"

"ہاں! اُسے زہرہ کہتے ہیں۔"

میں اُسے اپنا ستارہ سمجھتی ہوں اور میں نے زہرہ کی بجائے اُس کا نام سمیرا رکھ دیا ہے۔ اور یہ ستارہ۔" اس نے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "کچھ دنوں سے یہ بھی مجھے بہت پسند ہے اور میں نے اس کا بھی ایک نام رکھ دیا ہے۔"

"کیا نام ہے وہ؟"

"عاصم۔" سمیرا نے جواب دیا۔

وہ دیر تک باتیں کرتے رہے۔ بالآخر عاصم نے کہا۔ "اب مجھے جانا چاہیئے۔"

وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ سمیرا نے کہا۔ "عاصم یہ مہینہ بہت طویل تھا۔ اور اگلا مہینہ میرے لئے اِس سے بھی زیادہ طویل ہوگا۔ تم آؤ گے نا؟ لیکن تمہیں جواب دینے کی ضرورت نہیں مجھے یقین ہے کہ تم آؤ گے۔"

"میں ضرور آؤں گا۔"

اور دوسرے مہینے عاصم نسبتاً زیادہ یقین اور خود اعتمادی کے ساتھ یہ ارادہ لے کر آیا تھا کہ سمیرا سے اُس کی یہ ملاقات آخری ہوگی لیکن جب وہ ٹیلے کے دامن میں پہنچا تو سمیرا وہاں موجود نہ تھی۔ وہ دیر تک انتظار کرتا رہا۔ بالآخر مایوس ہو کر وہاں سے چل دیا۔ ایک صبر آزما انتظار کی کوفت کے باوجود وہ اپنے دل میں یہ اطمینان محسوس

کر رہا تھا کہ وہ ایک تلخ فریضہ ادا کرنے سے بچ گیا ہے۔ اگر سمیرا خود ہی یہ سمجھ گئی ہے کہ میں اُسے آلام و مصائب کے سوا کچھ نہیں دے سکتا تو اُس نے بُرا نہیں کیا۔ لیکن ٹیلے سے نیچے اترتے وقت جب اُسے یہ خیال آیا، کہ شاید وہ بیمار ہو یا کسی اور وجہ سے نہ آسکی ہو تو وہ اپنے دل میں ایک اضطراب سا محسوس کرنے لگا۔ کچھ دیر تذبذب اور پریشانی کی حالت میں کھڑے رہنے کے بعد وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا چل دیا۔ لیکن تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اُسے کسی کی آواز سنائی دی "۔ٹھہریئے!"

وہ رُک گیا۔ سمیرا بھاگتی ہوئی آگے بڑھی اور ہانپتے ہوئے بولی "میرا خیال تھا کہ آپ جا چکے ہوں گے۔ آج نعمان کو بخار ہے اور ابا جان اُس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، وہ ابھی سوئے ہیں مجھے افسوس ہے کہ آپ کو اتنی دیر انتظار کرنا پڑا، لیکن میرے لئے گھر سے نکلنا ممکن نہ تھا۔ اب بھی مجھے ڈر ہے کہ نعمان کہیں ابا جان کو جگا نہ دے وہ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد بے چین ہو کر اٹھ بیٹھتا ہے۔ اِس لئے میں جاتی ہوں لیکن اب میں ایک مہینے آپ کا انتظار نہیں کروں گی۔ نعمان کی علالت کی وجہ سے میں شاید دو تین دن گھر سے نہ نکل سکوں اِس لئے آپ کو اگلے ہفتے آنا چاہیئے۔ آپ آئیں گے نا۔؟"

عاصم نے کہا "سمیرا میں تم سے یہ کہنا چاہتا تھا کہ ...."

سمیرا نے جلدی سے بات کاٹتے ہوئے کہا "جب آپ دوبارہ آئیں گے تو ہم جی بھر کر باتیں کر سکیں گے اگلے ہفتے آج ہی کے دن آدھی رات کے وقت میں آپ کا انتظار کروں گی۔ اگر آپ اگلے ہفتے نہ آسکیں تو اِس چاند کی چودھویں رات کو ضرور آئیں۔ بتائیے آپ کب آسکتے ہیں؟ آپ خاموش کیوں ہیں۔؟"

عاصم نے کہا "بہت اچھا سمیرا میں چودھویں رات کو یہاں آنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن اگر میں نہ آ سکوں تو تم بُرا تو نہ مانو گی؟"

"نہیں! میں یہ سمجھوں گی کہ آپ کسی مجبوری کے باعث نہیں آسکے لیکن میں اُس کے بعد ہر رات آپ کا انتظار کیا کروں گی۔ اگر مجھے نعمان کے متعلق اطمینان ہوتا۔ تو میں آپ کو کل ہی یہاں آنے پر مجبور کرتی اب یہ چودہ دن مجھے چودہ مہینوں سے زیادہ طویل محسوس ہوں گے۔"

عاصم نے کہا "لیکن چاندنی رات میں ہمارے لئے یہ ٹیلا محفوظ نہیں ہوگا۔ اگر کوئی اس طرف آگیا تو

ہمیں دور سے دیکھ لے گا۔"

"یہ جگہ بالکل اجاڑ ہے۔ ہمارا گھر بستی کے آخری سرے پر ہے۔ رات کے وقت اِس طرف کوئی نہیں آتا۔ پھر بھی ہمیں احتیاط کرنی چاہیئے۔ دیکھیئے چاند کی روشنی میں ہمارا باغ زیادہ محفوظ ہوگا۔ میں اِدھر سے دائیں طرف باغ کے کونے میں آپ کا انتظار کروں گی۔ وہاں گھنے درختوں میں چاند کے سوا ہمیں کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔ اب میں جاتی ہوں۔"

عاصم نے مضطرب سا ہو کر کہا "سمیرا ذرا ٹھہرو!"

وہ رک گئی تو عاصم نے ایک ثانیہ توقف کے بعد کہا "تم نے یہ کہا تھا کہ ہم ابھی تک ایک دوسرے کو دن کی روشنی میں نہیں دیکھ سکے۔ سنو! اگر کل طلوع آفتاب کے وقت تم اِس ٹیلے کے دوسری طرف آسکو تو میں گھوڑے پر سوار ہو کر اِدھر سے گزرنے کی کوشش کروں گا ——"

"لیکن اگر آپ نہ آئے تو میں غروب آفتاب تک وہیں بیٹھی رہوں گی ——"

"میں ضرور آؤں گا ——"

سمیرا وہاں سے چل پڑی۔ چند قدم اٹھانے کے بعد رُکی اور ایک ثانیہ مڑ کر دیکھنے کے بعد بھاگتی ہوئی درختوں میں روپوش ہو گئی۔ عاصم کچھ دیر بے حس و حرکت کھڑا رہا اور پھر ایک لمبی سانس لینے کے بعد اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ اُسے اِس بات کا احساس ضرور تھا کہ وہ اپنے فیصلے پر قائم نہیں رہ سکا۔ لیکن وہ کسی پریشانی یا اضطراب کی بجائے ایک طرح کا سکون اور اطمینان محسوس کر رہا تھا۔ وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔ یہ اچھا ہوا کہ مجھے اُس سے بات کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اتنی مختصر سی ملاقات میں میں اُسے کس طرح تمام باتیں سمجھا سکتا تھا —— اُس کے آنسو پونچھنے، تسلی دینے اور حال اور مستقبل کی ہولناکیوں کے متعلق اُسے اپنا ہم خیال بنانے کے لئے وقت کی ضرورت تھی —— لیکن کیا یہ درست ہے کہ اگر آج مجھے اُس کے ساتھ اطمینان سے باتیں کرنے کا موقع مل جاتا تو ہماری ملاقات آخری ہوتی؟

عاصم اپنے دل کی گہرائیوں میں اِس سوال کا جواب تلاش کر رہا تھا اور اُسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ایک بے پناہ ... کے سامنے اُس کے ذہنی حصار کی تمام بنیادیں مسمار ہو رہی ہیں اور وہ ایک ایسی چیز سے نجات حاصل کرنے

کی کوشش کر رہا ہے جو اُس کی رُوح کی گہرائیوں میں اُتر چکی ہے۔ اُس کا سکون و اطمینان پھر ایک بار اضطراب میں تبدیل ہو رہا تھا اور وہ کہہ رہا تھا "سمیرا، کاش! ہم ایک دوسرے کو نہ دیکھتے۔ کاش! تم عدی کی بیٹی یا میں سہیل کا بیٹا نہ ہوتا۔ میں تمہیں کیسے سمجھا سکوں گا کہ ہم ایک دوسرے کے لئے نہیں ہیں۔ میں اپنے آپ کو بھی یہ کیسے سمجھا سکتا ہوں کہ میں نے جس راستے پر قدم اٹھایا ہے وہ سمیرا کے گھر کی چار دیواری کے باہر ہی ختم ہو جاتا ہے اس سے آگے اس کی کوئی منزل نہیں۔ ہم کس قدر مجبور اور بے بس ہیں، ہم کتنے نادان اور بیوقوف ہیں۔ نہیں، نہیں، سمیرا مجھے ایک نہ ایک دن ہمت سے کام لینا پڑے گا۔ اگر اگلی ملاقات پر نہیں تو اُس سے اگلی ملاقات پر مجھے اپنے دل پر جبر کرکے تم سے یہ کہنا پڑے گا کہ ہم نے جو خواب دیکھے ہیں اُن کی کوئی تعبیر نہیں۔ ہم نے امیدوں کے جو محل تعمیر کئے ہیں اُن کی کوئی بنیاد نہیں۔ ہمارے مقدر میں محرومی اور بدنصیبی کے سوا کچھ نہیں، پھر ہم اُس دن کا انتظار کیوں کریں جب زمانے کے بے رحم ہاتھ ہمیں زبردستی ایک دوسرے سے جدا کر دیں۔ ہم اپنے اپنے خاندانوں اور قبیلوں کو یہ موقع کیوں دیں کہ وہ تلواریں سونت کر ہمارے درمیان کھڑے ہو جائیں۔ ہم ایک تاریک اور خطرناک راستے پر اتنی دور کیوں چلے جائیں کہ ہمارے لئے مڑ کر دیکھنا بھی مشکل ہو جائے۔ سمیرا! میری سمیرا! مجھ سے وعدہ کرو کہ تم ہمت سے کام لوگی۔ تم آنسو نہیں بہاؤگی۔ میں اپنے انجام سے نہیں ڈرتا۔ لیکن میں تمہیں اُن راستوں پر نہیں لے جاؤں گا جو کانٹوں سے بھرے ہیں۔ تم ایک عورت ہو اور تمہارے آلام و مصائب میرے لئے ناقابل برداشت ہوں گے۔

گھر میں اپنے بستر پر لیٹتے وقت عاصم کو صبح کی ملاقات کا وعدہ یاد آیا اور وہ دیر تک کروٹیں بدلتا رہا۔ اور پھر اگلے دن طلوع آفتاب کے وقت عاصم نے ٹیلے کے قریب اپنا گھوڑا روکا اُسے اچانک یہ محسوس ہوا کہ اُس کی دنیا کی ساری دلفریبی رعنائی اور دلکشی سمٹ کر سمیرا کے وجود میں آگئی ہے۔ وہ اُس کے سامنے چند لمحات سے زیادہ نہ رک سکا لیکن یہ چند لمحات اُس کے شعور و احساس کی ساری وسعتوں کو اپنے آغوش میں لے چکے تھے۔

سمیرا کے چہرے پر اُمید کی روشنی، ہونٹوں پر زندگی کی مسکراہٹیں اور آنکھوں میں محبت کی التجائیں تھیں۔ اور اس روشنی، ان مسکراہٹوں اور ان التجاؤں کے سامنے اُسے اپنے ماضی کے آلام و مصائب، حال کی الجھنیں اور مستقبل کے خدشات بے حقیقت محسوس ہو رہے تھے۔

انہوں نے دبی زبان سے ایک دوسرے کا نام لیا اور اُن کی خاموش دنیا نغموں سے لبریز ہو گئی۔

سمیرا نے کہا۔ "عاصم! اب آپ چلے جائیں۔" اور اِس کے ساتھ ہی اُس کی خوبصورت آنکھیں آنسوؤں سے چھلک اُٹھیں۔ عاصم نے ایسا محسوس کیا کہ کسی نے اُسے جھنجھوڑ کر خواب سے بیدار کر دیا ہے — اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

باب (۸)

ایک دن سہ پہر کے وقت ہبیرہ اپنے مکان کے صحن میں، کھجور کے گھنے درختوں کے نیچے سو رہا تھا۔ اور سعاد اس سے چند قدم کے فاصلے پر بیٹھی اُون کات رہی تھی۔ عاصم صحن میں داخل ہوا اور سعاد نے اُسے دیکھتے ہی منہ پھیر کر یہ گیت گانا شروع کر دیا۔

"دشمن نے میرے عم زاد پر جادو کر دیا ہے۔ اُس کے ہاتھ تلوار
اٹھانے کے قابل نہیں رہے۔ اب ان روحوں کی پیاس کون
بجھائے گا جو دشمن کے خون کے لئے تڑپ رہی ہیں۔"

عاصم کچھ دیر غصے اور اضطراب کی حالت میں کھڑا رہا، بالآخر اُس نے کہا۔ "سعاد! اگر تم نے میرے سامنے دوبارہ یہ گیت گانے کی کوشش کی تو میں تمہارا چرخا توڑ ڈالوں گا۔"

سعاد نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "میرا چرخا توڑنے کے سوا آپ اور کر ہی کیا سکتے ہیں۔ لیکن اس میں خون نہیں جو آپ کے باپ اور بھائیوں کی روحوں کی پیاس بجھا سکے۔"

سعاد کا یہ طعنہ عاصم کے لئے ناقابلِ برداشت تھا۔ وہ اُسے بے حد عزیز تھی اور ہر معاملے میں اُس کی طرفداری کیا کرتی تھی۔ لیکن عمیر کی جان بچانے کے بعد وہ اپنے چچا اور دوسرے رشتے داروں کی طرح سعاد کی نظروں سے بھی گر چکا تھا۔ ابتدا میں وہ اُس سے یہ کہا کرتی تھی کہ میری سہیلیاں مجھے طعنہ دیتی ہیں کہ تمہارا عم زاد بزدل ہو گیا ہے لیکن جب اس قسم کی باتیں بے اثر ثابت ہوئیں تو اُس نے اپنے والدین کی تقلید میں اسے چڑانا

شروع کر دیا۔ سعاد کے اِس طرزِ عمل نے عاصم کے لئے گھر کی فضا کو بہت زیادہ مسموم بنا دیا تھا۔

اُس نے کہا۔ "سعاد! تمہیں زیادہ دن اِس قسم کے گیت گانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ میں یہاں سے جا رہا ہوں۔"

سعاد نے چونک کر اُس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ "آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"تمہیں اِس سے کیا؟"

سعاد کچھ دیر بے حس و حرکت بیٹھی اُس کی طرف دیکھتی رہی اور اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "بھائی جان! اگر آپ مجھ سے خفا ہو گئے ہیں تو میں کبھی ایسے گیت نہیں گاؤں گی۔"

عاصم نے قدرے نرم ہو کر کہا۔ "میں تم سے خفا نہیں ہوں، لیکن کچھ عرصہ کے لئے میرا یہاں سے جانا ضروری ہے۔"

سعاد نے کہا۔ "نہیں، نہیں! ابا جان آپ کو اجازت نہیں دیں گے۔"

ہبیرہ نے اچانک آنکھیں کھولیں اور اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کیا بات ہے، عاصم! تم کہاں جا رہے ہو؟"

"میں شام جا رہا ہوں۔"

ہبیرہ نے مضطرب ہو کر کہا۔ "تم گھر چھوڑ کر بھاگنا چاہتے ہو؟"

"نہیں، میں تجارت کی نیت سے جا رہا ہوں۔"

"لیکن تم جانتے ہو کہ ایرانی لشکر کی پیش قدمی کے باعث عرب کے تاجر اب شام کا رُخ نہیں کرتے۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "مجھے پرسوں یہ اطلاع ملی تھی کہ قبیلہ غطفان کے تاجر جن کے ہمراہ میں نے یروشلم سے سفر کیا تھا، عنقریب دوبارہ شام جا رہے ہیں۔ میں اُن کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ سردست ایرانیوں کی پیش قدمی سے دمشق اور یروشلم کو کوئی خطرہ نہیں۔ شمال کے شہروں میں سراسیمگی کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں سے بعض خوشحال لوگ اپنا مال و متاع سمیٹ کر قسطنطنیہ اور اسکندریہ کا رُخ کر رہے ہیں۔ لیکن اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ وہاں بعض قیمتی اشیاء نہایت سستے داموں بک رہی ہیں۔ اگر آپ پچھلے نفع میں سے کچھ رقم دے سکیں تو میرا یہ سفر بھی بہت کامیاب ہو گا۔ اگر میں نے دمشق سے آگے جانے میں کوئی خطرہ محسوس کیا تو وہیں سے واپس آ جاؤں گا۔ اب تک مشق ورشام کے شمالی علاقوں سے تاجروں کے کئی اور قافلے دمشق پہنچ چکے ہوں گے۔ اور وہاں کپڑا اور بھی سستا ہو گیا۔

ہوگا۔ اگر مجھے اِس سفر سے کسی فائدے کی اُمید نہ ہو تو بھی کچھ عرصے میرا گھر سے دُور رہنا ضروری ہے۔"

ہبیرہ دیر تک سر جھکائے سوچتا رہا۔ پھر اُس نے عاصم کی طرف دیکھا اور کہا۔ "میں تمہارے حصّے کی رقم کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ وہ تم جب چاہو لے سکتے ہو لیکن مجھے تمہاری تجارت سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اب مجھے لوگوں کا یہ طعنہ بھی سننا پڑے گا کہ میرا بھتیجا بنو خزرج کے خوف سے گھر چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ تم اگر چاہو تو اپنے حصّے کا باغ بھی فروخت کر سکتے ہو ——"

عاصم نے کہا۔ "چچا جان! آپ کو معلوم ہے کہ میں لڑائی سے نہیں ڈرتا لیکن اوس اور خزرج کی لڑائی کا نتیجہ، ہم دونوں کی تباہی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس سے صرف یہودیوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔"

ہبیرہ نے کہا۔ "یہ تمہارے خیالات نہیں ہو سکتے، یہ کسی کا جادو بول رہا ہے۔ یہ درست ہے کہ گزشتہ جنگ میں تعداد اور اسلحہ کی برتری کے باعث خزرج کا پلّہ بھاری رہا ہے۔ لیکن فتح کے باوجود دشمن کو کئی مہینے ہمارے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس کے بعد دشمن نے اچانک تمہارے باپ کو قتل کر دیا۔ اور ہمارے لئے یہ ضروری ہو گیا کہ آئندہ لڑائی کیلئے پہل ہم کریں۔ جب تم شام سے تلواریں خریدنے گئے تھے تو خزرج نے ہمیں متعدد بار لڑائی کے لئے للکارا تھا، لیکن میں نے سمجھا بجھا کر اپنے قبیلے کے آدمیوں کا جوش ٹھنڈا کر دیا کرتا تھا۔ میں انہیں یہ سمجھایا کرتا تھا کہ کچھ دن صبر و تحمل سے کام لو۔ تمہیں لڑائی کے لئے اچھی تلواروں کی ضرورت ہے اور عاصم تمہارے لئے شام سے بہترین تلواریں لا رہا ہے۔ تمہیں لڑائی میں ایک بہادر راہنما کی ضرورت ہے اور وہ میرے بھتیجے کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ تمہیں اُس کا انتظار کرنا چاہیئے۔ قبیلے کے جوان مجھ سے بار بار پوچھا کرتے تھے کہ عاصم کب آئے گا؟ ہمیں اپنے دشمنوں سے بزدلی اور بے غیرتی کے طعنے کب تک سننے پڑیں گے ——؟ لیکن تم آئے تو تمہاری دنیا بدل چکی تھی۔ قبیلے کی عزت اور ناموس کا لحاظ تو درکنار، تمہاری نگاہ میں اپنے باپ کے خون کی بھی کوئی قیمت نہیں رہی۔ اب قبیلے کے لوگ مجھ پر ہنستے ہیں۔ کاش! میں اِس دن کے لئے زندہ نہ رہتا۔ لیکن مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں یہ سب حمیر یا عدی کے جادو کا اثر ہے۔ اور مجھے معلوم ہے کہ جب تک تم اپنی تلوار سے اُن کا خون نہیں بہاتے اِس خطرناک جادو کا اثر زائل نہیں ہوگا ——"

عاصم نے کہا۔ "لیکن چچا جان! میں پھر وہی سوال کرتا ہوں کہ اگر مجھ پر کسی کے جادو کا اثر ہے تو قبیلۂ خزرج کو کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے بھی تو اڑھائی مہینے لڑائی کے لئے پہل کرنے کی جرأت نہیں کی۔"

ہبیرہ نے جواب دیا۔ "انہیں پہل کرنے کی کیا ضرورت ہے وہ جانتے ہیں کہ وہ فاتح ہیں اور اپنے ہر مقتول کا قصاص لے چکے ہیں۔ پھر تمہارے طرزِ عمل سے انہیں یہ اطمینان بھی ہو چکا ہے کہ ہم نے اپنی شکست کا اعتراف کر لیا ہے۔ لیکن وہ پہل کریں یا نہ کریں اب ہمارا قبیلہ دیر تک چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ میں اُن سے یہ نہیں کہوں گا کہ کچھ دن اور ٹھہر جاؤ۔ ذرا میرے بھتیجے پر سے جادو کا اثر زائل ہو جائے۔"

عاصم نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ ہمارے قبیلے کو پہل کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ یثرب کے یہودی ہم سے زیادہ دور اندیش ہیں وہ کوئی نہ کوئی ایسا مسئلہ ضرور کھڑا کر دیں گے کہ اوس و خزرج ایک دوسرے کے خلاف تلواریں اٹھانے پر مجبور ہو جائیں۔ ہمارے درمیان امن کے یہ اڑھائی مہینے اُن کیلئے کچھ کم تکلیف دہ نہیں تھے۔"

ہبیرہ نے برہم ہو کر کہا۔ "تم ہر بات میں یہودیوں کا ذکر لے آتے ہو۔ لیکن انہیں ملامت کر کے تم اپنی ذمہ داریوں سے نہیں بچ سکتے۔"

عاصم نے کہا۔ "چچا جان! کیا یہ درست نہیں کہ یہودی درپردہ اوس و خزرج کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں۔ دونوں کو قرض دیتے ہیں تاکہ ہم لڑائی جاری رکھ سکیں؟ کیا انہوں نے مجھ پر عُمیر کے قتل کا جھوٹا الزام نہیں لگایا تھا؟"

ہبیرہ نے کہا۔ "میں تمہیں یہودیوں کو ملامت کرنے سے منع نہیں کرتا لیکن تم نے ان باتوں سے یہ نتیجہ کیسے نکالا کہ بنو خزرج ہمارے دوست بن گئے ہیں؟"

"بنو خزرج ہمارے دوست نہیں لیکن میں اُن سے زیادہ خطرناک دشمن کو دیکھ چکا ہوں —— میں کسی ایسی لڑائی کے لئے تلوار نہیں اٹھا سکتا، جس سے صرف یہودیوں کے مقاصد کی تکمیل ہوتی ہو۔"

ہبیرہ نے سوال کیا۔ "کیا جب ہمارے بچے، بوڑھے اور جوان خزرج کے سامنے صفیں باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے تو تم اُس وقت بھی تلوار اٹھانے میں پس و پیش کرو گے؟"

"معلوم نہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میں اُس وقت یہاں نہیں ہوں گا، اور مجھے یہودیوں کے چہروں پر خونی مسکراہٹیں دیکھنے کی اذیت برداشت نہیں کرنی پڑے گی۔

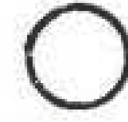
چچا! میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کیا اوس اور خزرج دو بھائی نہ تھے؟ کیا ہمارا اور ان کا خون ایک نہیں ——؟"

ہبیرہ نے غضب ناک ہو کر اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "تم بالکل پاگل ہو گئے ہو۔ کاش! میں تمہارے جادو کا علاج کر سکتا —— تم جہاں چاہو، جا سکتے ہو۔ میں تمہارا راستہ نہیں روکوں گا۔ میں یہ سمجھوں گا کہ میرے بھائی کا بیٹا، جس کی غیرت اور حمیت پر میں فخر کر سکتا تھا، مر چکا ہے۔"

ہبیرہ کی بیوی کمرے سے باہر نکلی اور آگے بڑھ کر بولی۔ "کیا ہوا؟ آپ لڑ کیوں رہے ہیں؟ کیا جادو کا اثر ان باتوں سے زائل ہو جائے گا ——؟"

ہبیرہ نے کوئی جواب نہ دیا اور اُس کی بیوی سعاد کے قریب بیٹھ گئی۔ قدرے توقف کے بعد اُس نے عاصم کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا۔ "سالم نہیں آیا؟"

عاصم نے جواب دیا۔ "وہ عباد کے ساتھ مویشی لے کر آ رہا ہے۔ میں ذرا پہلے آ گیا تھا۔"



اچانک صحن سے باہر چند آدمیوں کی آوازیں سنائی دیں اور یہ سب پریشان ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ ہبیرہ کی بیوی کا بھائی منذر بن عقیل۔ اُس کے دو جوان بیٹے مسعود اور جابر اور اُن کے پیچھے قبیلے کے سات اور آدمی صحن میں داخل ہوئے۔

ہبیرہ پریشانی کی حالت میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور منذر کی طرف دیکھ کر بولا۔ "معلوم ہوتا ہے تم کوئی اچھی خبر نہیں لائے۔"

منذر نے جواب دیا۔ "تمہیں عاصم نے کچھ نہیں بتایا؟ اس نے آج ایک اور معرکہ سر کیا ہے۔"

ہبیرہ نے عاصم کی طرف دیکھا لیکن وہ خاموش کھڑا رہا۔ عاصم کی چچی نے منذر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"بھائی جان! کیا ہوا؟"

منذر نے جواب دیا۔ "عدی کے لڑکوں نے ہماری چراگاہ پر حملہ کر دیا تھا اور عاصم نے ہمارے خلاف اُن کی حمایت کی ہے۔"

عاصم چلایا۔ "یہ غلط ہے۔ اُن کی چند بکریاں اور اونٹ ہماری چراگاہ کے قریب آ گئے تھے۔ مسعود اور جابر نے

اُنہیں گھیر کر چراگاہ کے اندر لے آئے۔ تھوڑی دیر بعد عدی کے بیٹے اور نوکر پہنچ گئے اور میں نے اُن کے جانور اُن کے حوالے کر دیئے۔"

منذر نے کہا۔ "اور تمہیں میرے بیٹوں کے مقابلے میں اُن کی طرف داری کرتے ہوئے شرم نہ آئی۔؟"

جابر بولا۔ "عاصم بالکل جھوٹ کہتا ہے، ان کے جانور ہماری چراگاہ میں پہنچ چکے تھے اور ہم اُن پر قبضہ کرنے میں حق بجانب تھے۔ اُن کے نوکروں نے ہمیں دھمکیاں دیں اور شور مچا کر اپنے قبیلے کے آدمیوں کو جمع کر لیا۔ ہم اپنے ساتھیوں کو آوازیں دے رہے تھے کہ عاصم نے جانوروں کو ہانک کر اُن کی طرف بھیج دیا اور ہمیں ملامت کی۔"

عاصم کا چہرہ غصے سے سُرخ ہو رہا تھا۔ اُس نے کہا۔ "جابر! اگر تمہارے والد اور میرے چچا یہاں موجود نہ ہوتے تو تم مجھے جھوٹا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔"

منذر نے غضبناک ہو کر کہا۔ "تم میرے بیٹے کو مرعوب کرنے کی کوشش نہ کرو، اگر آج میں وہاں موجود ہوتا تو دیکھتا کہ عدی کے بیٹے کس طرح اپنے جانور چھڑا کر لے جاتے ہیں۔ اور تمہیں ہمارے دشمنوں کی حمایت میں زبان کھولنے کی کیسے جرأت ہوتی ہے۔"

عاصم نے حقارت آمیز لہجے میں جواب دیا۔ "اگر آپ وہاں ہوتے تو ملاحظہ فرماتے کہ خزرج کے چند آدمیوں کو جمع ہوتے دیکھ کر آپ کے دونوں فرزند بھیڑوں کی طرح ممیا رہے تھے اور انہیں اس بات کا بھی احساس نہ تھا کہ ان کی آوازیں پہاڑ کے دوسری طرف باقی چرواہوں کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتیں۔ خزرج کے آدمیوں سے ٹکرانے والے دوسرے تھے۔ ان جوانمردوں کو تو اُن کے قریب جانے کا حوصلہ بھی نہ ہوا۔ یہ کم از کم سو قدم دور کھڑے تھے اور مسعود نے تو ایک اونٹ بھی پکڑ رکھا تھا تاکہ بھاگنے کی ضرورت پیش آئے تو اپنی ٹانگوں کی بجائے پرائی ٹانگوں سے کام لیا جا سکے۔"

مسعود نے کہا۔ "تم بکتے ہو۔ میں نے قبیلے کے دوسرے آدمیوں کو اطلاع دینے کے ارادے سے اونٹ پکڑا تھا۔"

عاصم نے کہا۔ "لیکن تم نے ان کے جانور گھیرتے وقت یہ کیوں نہیں سوچا تھا، کہ جب ان کے آٹھ دس آدمی جمع ہو جائیں گے، تو تمہیں ان کا سامنا کرنے کی بجائے دوسروں کی طرف بھاگنے کی ضرورت محسوس ہو گی، کیا یہ صحیح نہیں کہ اس وقت بھی وہاں ہمارے آدمیوں کی تعداد زیادہ تھی؟"

"لیکن تم ہمارے آدمیوں کو لڑائی سے منع کر رہے تھے۔"

"ہاں! میں انہیں منع کر رہا تھا۔ لیکن اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ لڑائی کے وقت دشمن کا پہلا وار تم روکو گے تو میں تمہیں مایوس نہ کرتا۔ کیا یہ درست نہیں کہ میری طرح عدی کے بیٹے بھی اپنے آدمیوں کو لڑائی سے باز رکھنے کی کوشش کر رہے تھے؟"

منذر نے دوسرے آدمیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تم سن رہے ہو کہ عاصم نے دوسری مرتبہ دشمن کے سامنے اپنے قبیلے کو ذلیل کیا ہے۔"

عاصم بولا۔ "میں نے کسی دشمن کی حمایت نہیں کی، صرف اپنے قبیلے کو تمہارے بیٹوں کے شر سے بچانے کی کوشش کی ہے۔"

منذر نے کہا۔ "اگر تم ہبیرہ کے بھتیجے نہ ہوتے تو میں تمہیں دوبارہ زبان کھولنے کی مہلت نہ دیتا۔ اس وقت یہاں تمہاری لاش نظر آتی۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "اگر آپ کی تلوار بھی آپ کی زبان کی طرح تیز ہوتی تو مجھے واقعی ڈرنا چاہیئے تھا۔ لیکن گزشتہ لڑائی میں آپ کے سارے جوہر کھل چکے ہیں۔ آپ دشمن کو للکارنے والوں میں سب سے آگے لیکن لڑائی کے وقت سب سے پیچھے تھے۔ اور یہ سب لوگ گواہ ہیں کہ میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

ہبیرہ کی بیوی چلائی۔ "عاصم! شرم کرو تم پاگل ہو گئے ہو۔ تم نے ہمیں کہیں کا نہ رکھا۔"

جابر غضب ناک ہو کر آگے بڑھا اور اُس نے عاصم کے منہ پر تھپڑ مارنے کی کوشش کی لیکن عاصم نے جلدی سے اُس کی کلائی پکڑ لی اور وہ اُس کے ہاتھ کی آہنی گرفت میں بے بس ہو کر رہ گیا۔ چشم زدن میں عاصم نے اُس کی کلائی مروڑ کر پیٹھ سے لگا دی اور پھر زور سے دھکا دے کر اسے زمین پر گرا دیا۔

منذر اور مسعود غضب ناک ہو کر آگے بڑھے لیکن ہبیرہ اُن کے بیچ میں آ گیا اور چلایا۔

"منذر! میری حالت پر رحم کرو۔ تمہیں معلوم ہے کہ عاصم کے حواس بجا نہیں اس پر جادو کا اثر ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب یہ میرے پاس نہیں رہے گا۔ میں شرمسار ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔"

منذر نے حقارت سے عاصم کی طرف دیکھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا صحن سے باہر نکل گیا۔ اُس کے بیٹے اُسکے پیچھے پیچھے ہو لیے اور چند ثانیے بعد دوسرے لوگ بھی، کچھ کہے بغیر، وہاں سے چل دیئے۔ سعاد جواب

تک سکتے کے عالم میں یہ ماجرا دیکھ رہی تھی، روتی ہوئی ایک کمرے میں جا گھسی۔

ہبیرہ کی بیوی اپنے شوہر کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔ "تمہارے بھتیجے نے میرے بھائی کی توہین کی ہے۔ اب یا تو اسے گھر سے نکال دو یا میں یہاں نہیں رہوں گی۔"

ہبیرہ کوئی جواب دیئے بغیر، نڈھال ہو کر، چٹائی پر بیٹھ گیا۔

عاصم نے کہا۔ "چچی! میں آپ کو پریشان نہیں کروں گا۔ میں خود ہی یہاں سے جانے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔"

وہ کچھ کہے بغیر اپنے شوہر کے قریب بیٹھ گئی۔ عاصم کچھ دیر تذبذب کی حالت میں کھڑا رہا اور پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا، باہر کے دروازے کی طرف بڑھا۔

ہبیرہ نے پیچھے سے آواز دی۔ "عاصم، ٹھہرو!"

وہ رکا اور مُڑ کر پیچھے دیکھنے لگا۔ ہبیرہ کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ یہ ایک غیر متوقع بات تھی۔ عاصم نے اپنے چچا کی آنکھوں میں ہمیشہ نفرت اور انتقام کے شعلے دیکھے تھے۔ اُس کے دل پر ایک چوٹ سی لگی۔ ہبیرہ اٹھ کر آگے بڑھا اور عاصم کا بازو پکڑتے ہوئے بولا۔ "سہیل کا بیٹا میرے گھر سے اس طرح نہیں جائے گا۔" اور یہ کہہ کر اُسے کھینچتا ہوا کمرے کے اندر لے گیا۔ "میں تمہیں جانے سے نہیں روکتا۔ میں جانتا ہوں کہ تم مجبور اور بے بس ہو"

عاصم نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ "چچا! مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو خوش نہ رکھ سکا۔"

ہبیرہ نے آگے بڑھ کر کمرے کے ایک کونے میں پڑا ہوا صندوق کھولا اور اُس میں سے ایک تھیلی نکال کر عاصم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ لو! یہ تمہارا مال ہے میں نے اِس میں سے صرف شمعون کے قرضے کی رقم نکال کر علیحدہ رکھ لی تھی۔"

عاصم نے کہا۔ "نہیں، چچا! مجھے اب اس کی ضرورت نہیں۔ اب میں نے تجارت کا ارادہ بدل دیا ہے۔"

ہبیرہ نے تلخ ہو کر کہا۔ "عاصم! یہ لے لو، مجھے اِس سے زیادہ تکلیف دینے کی کوشش نہ کرو۔"

عاصم نے بادل ناخواستہ اُس کے ہاتھ سے تھیلی لے لی۔ لیکن پھر قدرے توقف کے بعد کہا۔ "چچا جان! ی میں نہیں رہوں، یہ تھیلی آپ اپنے پاس رکھتے تو بہتر ہوتا، میں چند دن کسی دوست کے ہاں ٹھہروں گا اور جانے قت برے جاؤں گا۔"

"نہیں، نہیں! اب میں اسے ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ اور تمہیں کسی دوست کے ہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر اب تمہیں میرے ساتھ چند دن قیام کرنا بھی گوارا نہیں تو میں کہیں چلا جاؤں گا۔"

ہبیرہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

سعاد ایک طرف، دیوار سے ٹیک لگائے، مغموم نگاہوں سے عاصم کی طرف دیکھ رہی تھی وہ جلدی سے آگے بڑھی اور بولی "لائیے! آپ کی امانت میں رکھ لیتی ہوں۔"

عاصم نے کچھ کہے بغیر تھیلی اُس کے حوالے کر دی۔ سعاد نے اُمڈتے آنسوؤں کے ساتھ کہا "آپ کو نہیں جانا چاہیئے۔"

عاصم نے دونوں ہاتھ اُس کے سر پر رکھتے ہوئے کہا۔ "سعاد! اگر تم اس بات سے خوش ہو سکتی ہو تو میں چند دن اور تمہاری ماں کے طعنے برداشت کر لوں گا۔"

لیکن آپ کو چند دن بعد بھی نہیں جانا چاہیئے۔ آپ کو ہمیشہ یہاں رہنا چاہیئے۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ امی آپ کو کچھ نہیں کہیں گی۔ اور میں کبھی وہ گیت نہیں گاؤں گی ——— آپ کو یاد ہے جب میں چھوٹی تھی اور آپ کو کبھی غصہ آجاتا تھا تو آپ مجھے پیٹا کرتے تھے۔ اب بھی پیٹ لیجئے مجھے۔ میں اتنی بڑی تو نہیں ہو گئی۔"

عاصم نے سعاد کو چمٹا لیا اور پیار سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ سعاد سسکیاں لیتے ہوئے کہہ رہی تھی "جب آپ گھر میں ہوتے ہیں تو مجھے رات کے وقت بھی کسی چیز سے خوف نہیں آتا اور یہ اطمینان ہوتا ہے کہ جب ڈر لگے گا تو میں آپ کو آواز دے کر جگا لوں گی، پھر ڈاکو، چور، جن اور بھوت سب بھاگ جائیں گے۔ لیکن جب آپ یہاں نہیں ہوں گے تو میں ہر چیز سے ڈرا کروں گی۔"

"لیکن تمہارے پاس سالم ہو گا۔ تمہارے ابا جان ہوں گے۔"

"نہیں، نہیں! مجھے آپ سب کی ضرورت ہے۔"

عاصم نے کہا "سعاد! میں تم سے صرف یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ تمہیں دیکھنے، کسی دن ضرور واپس آؤں گا۔ لیکن اب تمہارے خاندان کی بہتری اسی میں ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے کہ میں بہت جلد واپس آجاؤں۔ کیا میں پچھلی مرتبہ تمہاری توقع سے پہلے واپس نہیں آگیا تھا؟"

"لیکن پچھلی دفعہ آپ خفا ہو کر تو نہیں گئے تھے۔"

"میں اب بھی خفا ہو کر نہیں جا رہا۔ یہ ایک مجبوری ہے۔ کسی دن میں تمہیں یہ سمجھا سکوں گا کہ میرا گھر سے جانا کتنا ضروری تھا۔"

سعاد نے صحن کی طرف جھانکتے ہوئے کہا۔ "ابا جان باہر نکل گئے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ وہ غصے میں کہیں چلے نہ جائیں۔"

نہیں، سعاد، تم اطمینان رکھو میں انہیں ابھی منا کر واپس لے آتا ہوں۔" عاصم یہ کہہ کر باہر نکلا تو ہبیرہ مویشیوں کے چھپر کے قریب عباد سے باتیں کر رہا تھا۔ عاصم کو آتا دیکھ کر اُس نے حقارت سے مُنہ پھیر لیا۔ اُس کے تیور دیکھ کر عاصم کچھ کہنے کی ہمت نہ کر سکا اور چپکے سے باہر نکل گیا۔ کچھ دیر تک اسے یہ بھی ہوش نہ تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے، اُس کے کانوں میں اپنے چچا اور منذر کے تلخ الفاظ گونج رہے تھے۔ پھر اچانک اُسے خیال آیا کہ آج چاند کی چودھویں تاریخ ہے اور اُس کی مغموم، اداس اور ویران دنیا سمیرا کی مسکراہٹوں سے لبریز ہو گئی۔

وہ آبادی سے باہر نکل گیا اور دیر تک اِدھر اُدھر گھومنے کے بعد ایک ٹیلے پر بیٹھ گیا۔ سورج نے اپنی ایک دن کی مسافت طے کی شام کے دوڑتے ہوئے سائے زمین کی وسعتوں میں گم ہو کر رہ گئے۔ اور دھوئیں کی باریک لکیریں جو وادی میں پھیلے ہوئے مکانوں سے آسمان کی طرف اٹھ رہی تھیں شام کے دھندلکے میں جذب ہونے لگیں۔ پھر یثرب کے نخلستانوں اور پہاڑوں پر مشرق سے ابھرتے ہوئے چاند کی دلکش روشنی پھیلنے لگی۔

عاصم کو آدھی رات کا انتظار تھا۔ وہ بے چینی کی حالت میں اٹھتا اور کچھ دیر اِدھر اُدھر گھومنے کے بعد پھر کسی پتھر پر بیٹھ جاتا۔ بالآخر وہ ندی کے باغ کی طرف چل دیا۔

باب (۹)

سمیرا وہاں نہ تھی اور عاصم اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد کھجوروں کے درمیان ایک خالی جگہ بیٹھ گیا۔ چودھویں رات کی چاندنی نخلستان میں ایک دلفریب سماں پیدا کر رہی تھی۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد وہ اٹھا اور بے چینی کی حالت میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ گزشتہ دن بھر کے واقعات سے اُس کی رُوح مضمحل ہو چکی تھی اور وہ کئی گھنٹے ایک اذیت ناک کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد یہاں پہنچا تھا۔ وہ یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ سمیرا سے یہ اُس کی آخری ملاقات ہوگی۔ اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اِس ملاقات کے بعد اُس کی زندگی کی تلخیوں میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ لیکن اِس کے باوجود سمیرا کو دیکھنے اور اس سے باتیں کرنے کے تصور سے اُسے ایک تسکین سی محسوس ہوتی تھی۔ لیکن اب وہ یہاں نہ تھی اور عاصم سوچ رہا تھا شاید وہ نہ آسکے۔ نہیں، وہ ضرور آئے گی، میں وقت سے پہلے آگیا ہوں۔ ابھی آدھی رات نہیں ہوئی۔ لیکن اس ستارے کو نمودار ہوئے، خاصی دیر ہو چکی ہے۔ وہ یقیناً کسی مجبوری کے باعث رُک گئی ہے۔ اب وہ کل آئے گی۔ اور مجھے آٹھ پہر اور انتظار کرنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کل بھی نہ آئے۔ کسی مجبوری کے سبب وہ کئی دن ،، گھر سے نہ نکل سکے۔ اور میں اُسے یہ بھی نہ بتا سکوں کہ میں جا رہا ہوں۔

عاصم کو اپنے دل کا بوجھ ناقابلِ برداشت محسوس ہونے لگا۔ پھر اچانک قدرت نے اپنی تمام رنگینیاں اُس کی نگاہوں کے سامنے بکھیر دیں۔ اور اُس کا دل دھڑکنے لگا۔ سمیرا آ رہی تھی۔

عاصم درختوں کے سائے سے نکلا اور چاند کی روشنی میں بازو پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔ سمیرا آگے بڑھی، رُکی جھجکی، ہچکچائی اور پھر بھاگ کر بے اختیار اُس سے لپٹ گئی۔

عاصم نے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ تم نہیں آؤ گی۔ اور ہم جدا ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں گے۔"

"ہم کبھی جدا نہیں ہوں گے۔" سمیرا نے جواب دیا۔

"...نے بہت دیر لگائی۔"

"...ن جاگ رہے تھے۔ پہلے قبیلے کے چند آدمی اُن کے پاس بیٹھے رہے، وہ چلے گئے تو پھر وہ عمیر اور عتبہ سے باتوں میں مصروف ہو گئے۔ اور اُن کی زیادہ باتیں آپ کے متعلق تھیں۔"

"میرے متعلق؟"

"ہاں، ابا جان بہت خوش تھے کہ آج آپ نے ہمارے قبیلوں میں لڑائی نہیں ہونے دی۔ آج جو لوگ ہمارے گھر آئے تھے۔ ابا جان نے اُن سے یہ وعدہ لیا ہے کہ وہ آئندہ کسی معاملے میں پہل نہیں کریں گے۔"

عاصم نے سمیرا کی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر اُس کا منہ چاند کی طرف کر دیا اور بغور اُسے دیکھتے ہوئے بولا۔ "سمیرا! میں یہ لمحات کبھی نہیں بھولوں گا۔ یہ چہرہ ہمیشہ میری نگاہوں کے سامنے رہے گا۔ یہاں سے کوسوں دور میں یہ محسوس کیا کروں گا کہ تم اپنے نخلستان میں کھڑی ہو اور چاند تم پر اپنے نور کی بارش کر رہا ہے۔"

"یہاں سے کوسوں دور! آپ کہیں جا رہے ہیں؟"

"ہاں!"

سمیرا دم بخود ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگی۔

عاصم زمین پر بیٹھ گیا اور اُس نے سمیرا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "سمیرا! بیٹھ جاؤ، میں تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" وہ بیٹھ گئی۔

عاصم نے کہا۔ "سمیرا میری طرف اِس طرح نہ دیکھو۔ تم جانتی ہو کہ تم سے جدا ہونا میری زندگی کی سب سے بڑی آزمائش ہے۔"

سمیرا نے گھٹی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"شام کی طرف!"

"میری وجہ سے؟"

"سمیرا!" اُس نے کرب انگیز لہجے میں جواب دیا۔ "تمہیں میری باتوں سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کرنا چاہئے کہ میں اپنا وطن چھوڑنے پر خوش ہوں۔ اگر مستقبل کی بھیانک تاریکیاں صرف میرے لئے ہوتیں۔ یا میری غلطیوں [illegible] صرف میری ذات تک محدود رہ سکتے تو میں بدترین حالات میں بھی یہیں ٹھہرنا پسند کرتا۔ لیکن میں تمہیں اپنی سیہ بختی میں حصہ دار نہیں بناؤں گا۔"

"میں آپ کے ساتھ جاؤں گی!" سمیرا نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"نہیں، سمیرا! تمہارے پاؤں پھولوں کی سیج پر چلنے کے لئے بنائے گئے ہیں اور میرے راستے میں انگاروں کے سوا کچھ نہیں۔ تم چاندنی راتوں میں مسکرانے کے لئے پیدا ہوئی ہو اور میرے ساتھ تمہیں ہولناک تاریکیوں میں ٹھوکریں کھانی پڑیں گی۔ یثرب کی زمین مجھ پر تنگ ہو چکی ہے۔ اور یہاں سے جانے کے بعد میرا کوئی گھر اور کوئی وطن نہ ہوگا۔ تمہارے لئے یہاں سب کچھ ہے۔ میں تم سے اتنی بڑی قربانی کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ جب تم ٹھنڈے دل سے یہ سوچو گی کہ تمہارے باپ اور بھائیوں پر کیا گزرے گی اور تمہارے خاندان اور قبیلے کے لوگ کیا کہیں گے تو تمہارے احساسات مختلف ہوں گے۔"

وہ بولی۔ "عاصم! اگر تمہیں صرف میرے مصائب کا خیال ہے تو میں اسی وقت تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔ میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گی کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ میں تم سے راستے کی مصیبتوں اور دشواریوں کی شکایت نہیں کروں گی۔ مجھے آگ کے انگاروں کی آنچ محسوس نہیں ہوگی۔ میں صرف یہ جانتی ہوں کہ تمہارے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکوں گی۔"

سمیرا پُرامید ہو کر مسکرا رہی تھی اور ساتھ ہی اُس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔

عاصم کا دل بیٹھا جا رہا تھا اُس نے اپنی رہی سہی قوت بروئے کار لاتے ہوئے کہا۔ "سمیرا! ممکن ہے تم سب کچھ برداشت کر لو لیکن ایک بات تم برداشت نہیں کر سکو گی۔ تم یہ برداشت نہیں کر سکو گی کہ میرے قبیلے کا ہر بچہ اور بوڑھا تمہارے باپ اور بھائیوں کا مذاق اڑائے اور خود تمہارا قبیلہ ان کے ساتھ ایسا سلوک کرے کہ اُن کے لئے سر اٹھا کر چلنا مشکل ہو جائے ـــــ سمیرا اوس اور خزرج کی جنگ ختم ہونے کے امکانات پیدا ہو چلے ہیں اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ تمہارے بھائی کی جان بچا کر میں نے اہلِ یثرب کے لئے کوئی اچھا کام کیا ہے۔ اب میں انہیں

یہ احساس دلانا نہیں چاہتا کہ میں نے نیکی کے پردے میں تمہارے باپ اور بھائیوں سے بدترین انتقام لیا ہے اگر ہم نے ہمت سے کام نہ لیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اوس اور خزرج پھر تلواریں نکال لیں گے۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں، سمیرا! تمہارے بغیر زندگی کا تصور مجھے ایک مذاق معلوم ہوتا ہے لیکن کیا تم یہ پسند کرو گی کہ میری محبت اوس اور خزرج کے لئے ایک نئی تباہی کا باعث بن جائے۔ تم یہ برداشت کر لو گی کہ ہمارے خاندان ہماری وجہ سے ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگیں؟"

سمیرا جواب دینے کی بجائے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر سسکیاں لینے لگی۔ عاصم اٹھا اور کچھ دیر تذبذب کی حالت میں کھڑا رہا۔ پھر اُس نے جھک کر پیار سے سمیرا کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "سمیرا! ہم شاید مدت تک ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں۔ حوصلے سے کام لو اور میرے لئے یہ لمحات اور زیادہ اذیت ناک بنانے کی کوشش نہ کرو۔ اگر میں اپنا دل چیر کر دکھا سکتا تو تمہیں یہ شکایت نہ ہوتی کہ میں خوشی سے جا رہا ہوں۔"

سمیرا اُٹھی اور اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔ "مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں، لیکن آپ کو یہ بتانے کے لئے یہاں آنے کی ضرورت نہ تھی کہ آپ جا رہے ہیں۔"

عاصم نے کہا۔ "مجھے معلوم تھا کہ یہ مرحلہ ہم دونوں کے لئے یکساں تکلیف دہ ہوگا۔ لیکن مجھے ڈر تھا کہ اگر میں تمہیں دیکھے بغیر چلا گیا تو تم شاید مجھے بے وفا سمجھ کر مجھ سے نفرت کرنے لگو۔ اور پردیس میں یہ بات میرے لئے ناقابلِ برداشت ہوتی کہ میری سمیرا جسے میں ہر سانس کے ساتھ یاد کرتا ہوں، مجھ سے روٹھ گئی ہے۔ میں اِس اُمید پر باہر جا رہا ہوں کہ جب واپس آؤں گا تو یثرب کے حالات بدل چکے ہوں گے۔ اوس اور خزرج کے پرانے زخم مندمل ہو چکے ہوں گے۔ اور پھر جب میں تمہارے باپ کے پاؤں پر گر کے یہ کہوں گا کہ میں سمیرا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تو وہ اُسے ایک گالی نہیں سمجھیں گے۔"

سمیرا نے پُرامید ہو کر کہا۔ "آپ یہاں رہ کر حالات کی تبدیلی کا انتظار نہیں کر سکتے؟"

"نہیں، سمیرا! میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ یہ ہم دونوں کے لئے ایک بہت بڑی آزمائش ہوگی۔ یہ ناممکن ہے کہ میں یہاں رہوں اور تمہیں دیکھنے کی کوشش نہ کروں اور یہ بھی ناممکن ہے کہ ہماری محبت دیر تک لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہ سکے۔ پھر اپنے قبیلے سے میرے تعلقات اتنے بگڑ گئے ہیں کہ میں اب یہاں نہیں رہ سکتا۔"

سمیرا کے آنسو تھم چکے تھے اور وہ اپنے دل میں کرب و اضطراب کی بجائے ایک ہلکا سا سکون محسوس کر رہی تھی۔ ایک ایسا سکون جو کسی زخم خوردہ سپاہی کو اپنے ہتھیار پھینکنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

عاصم نے اپنے دل میں ایک اطمینان محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "چلو! میں تمہیں گھر کے دروازے تک چھوڑ آتا ہوں۔"

"نہیں"، اُس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "آپ جائیے، میری فکر نہ کیجئے میں اپنے گھر کا راستہ نہیں بھول سکتی۔ جائیے۔"

سمیرا کی آنکھوں میں دوبارہ آنسو چھلکنے لگے۔ عاصم چند ثانیے بے حس و حرکت کھڑا رہا اور پھر اچانک وہاں سے چل دیا۔ چند قدم اٹھانے کے بعد وہ رکا اور مڑ کر سمیرا کی طرف دیکھنے لگا۔ سمیرا نے جلدی سے منہ پھیر لیا۔ وہ رو رہی تھی۔ عاصم کو اُس کی سسکیاں سنائی دے رہی تھیں اور اُس کا دل پسیجا جا رہا تھا۔

"آپ جاتے کیوں نہیں؟" سمیرا نے جھنجھلا کر کہا۔ لیکن اُس کی آواز میں تلخی اور غصے سے زیادہ ایک بے بس کی التجائیں اور فریادیں تھیں اور عاصم یہ محسوس کر رہا تھا کہ اگر وہ چند لمحے اور یہاں ٹھہرا تو اُس کے عزائم کے تمام قلعے منہدم ہو جائیں گے۔ وہ دوبارہ مڑا لیکن پہلا قدم اٹھاتے ہی اُسے ایک بارعب آواز سنائی دی۔ "ٹھہرو!"

عاصم چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ دائیں طرف درختوں کی اوٹ سے کوئی نمودار ہوا اور عاصم نے جلدی سے اپنی تلوار نکال لی۔

"عاصم! بھاگ جاؤ!" سمیرا یہ کہہ کر آگے بڑھی اور عاصم کا بازو پکڑ کر اسے ایک طرف دھکیلنے لگی۔

"عاصم کو بھاگنے کی ضرورت نہیں۔" عدی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

سمیرا عاصم کو چھوڑ کر عدی کی طرف بڑھی اور اُس کا بازو پکڑ کر چلانے لگی۔ "ابا جان! یہ بے قصور ہے۔ یہ یثرب چھوڑ کر کہیں جا رہا ہے ـــــ یہ اس لئے جا رہا ہے کہ اسے آپ کی عزت کا پاس تھا۔ اسے یہ گوارا نہ تھا کہ لوگ آپ کو طعنے دیں۔"

عدی نے کہا۔ "سمیرا! یہاں شور نہ مچاؤ، جاؤ! میں اس سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" عاصم حیران تھا کہ اُس کی آواز میں معمولی تلخی بھی نہ تھی۔

"ابا جان! آپ انہیں کچھ نہ کہیں۔ یہ آپ کے دشمن نہیں ہیں۔"

"بیوقوف! تم خاموش رہو۔ میں خالی ہاتھ ہوں۔" عدی نے اُسے ایک طرف دھکیل دیا اور آگے بڑھ کر

عاصم کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

وہ کچھ دیر خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر عدی نے کہا۔ "تم اپنی تلوار نیام میں ڈال سکتے ہو۔ تمہیں عقب سے کسی حملے کا خطرہ نہیں، میرے آدمی سو رہے ہیں۔"

عاصم نے قدرے نادم ہو کر تلوار نیام میں کر لی۔

"میں تمہاری باتیں سن چکا ہوں اور اب مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔" عدی یہ کہہ کر مڑا۔ لیکن عاصم اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ عدی نے چند قدم اٹھانے کے بعد مڑ کر اُس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "تم ایک بوڑھے آدمی سے ڈرتے ہو؟"

عاصم کوئی جواب دیئے بغیر آگے بڑھا اور اُس کے ساتھ ہو لیا۔ سمیرا جو چند قدم کے فاصلے پر پریشانی کی حالت میں کھڑی تھی بھاگ کر درختوں میں غائب ہو گئی ـــــ عدی نخلستان عبور کر کے، اپنے گھر کی دیوار کے سامنے سوکھی گھاس کے ایک ڈھیر کے قریب رکا اور اُس نے تھوڑی سی گھاس اٹھا کر زمین پر بچھاتے ہوئے کہا۔ "میرے خیال میں ہم یہیں بیٹھ جاتے ہیں، اس وقت اندر جا کر سونے والوں کو جگانا مناسب نہیں۔ تمہیں سردی تو محسوس نہیں ہوتی؟"

"نہیں!" وہ ایک دوسرے کے قریب بیٹھ گئے۔ عدی کا طرزِ عمل ہر آن عاصم کی پریشانی اور اضطراب میں اضافہ کر رہا تھا۔

"تم سمیرا کو کب سے جانتے ہو؟" عدی نے اُس کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے پوچھا۔

عاصم نے جواب دیا۔ "مجھے اندیشہ ہے کہ میری کوئی بات آپ کو مطمئن نہیں کر سکے گی لیکن اگر آپ کے دل میں سمیرا کے متعلق کچھ شبہات پیدا ہو گئے ہیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اُس نے ایسی کوئی بات نہیں کی جو آپ کے لئے شرمندگی کا باعث ہو۔"

عدی بولا۔ "تمہیں سمیرا کی صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں میں اُسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ اور تمہیں یہ بھی نہیں سمجھنا چاہیئے کہ میں نے کبھی اُس کی رکھوالی کی ضرورت محسوس کی ہے۔ یہ محض اتفاق تھا کہ جب وہ دبے پاؤں باہر نکلی تھی تو میں جاگ رہا تھا اور اُس کے کمرے کے دروازے کی چرچراہٹ نے مجھے اٹھ کر صحن میں نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مجھے صرف اِس بات سے تشویش ہوئی تھی کہ صحن میں چند قدم رُک رُک کر چلنے کے بعد

اُس نے بھاگنا شروع کر دیا تھا۔ اگر میں دل پر جبر کر کے تمہاری باتیں نہ سنتا تو شاید ہماری یہ ملاقات اِس قدر خوشگوار نہ ہوتی۔ لیکن تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ میں نے پوچھا تھا کہ تم کب سے ایک دوسرے کو جانتے ہو؟"

عاصم نے جواب دیا "میں نے اُسے پہلی مرتبہ اُس رات دیکھا تھا جب میں عمیر کو آپ کے گھر پہنچانے آیا تھا۔"

"اور اب تم یثرب چھوڑ کر جا رہے ہو؟"

"ہاں ــــ!"

"تم اِس لئے جا رہے ہو کہ سمیرا میری بیٹی ہے اور تمہیں یہاں رہنے سے میرے خاندان کی رُسوائی کا خطرہ ہے۔"

"ہاں! لیکن میرے جانے کی اور وجوہ بھی ہیں۔"

"وہ میں سب سُن چکا ہوں اور مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس تمہاری مشکلات کا کوئی حل نہیں۔ لیکن فرض کرو اگر سمیرا میری بیٹی نہ ہوتی تو تم کیا کرتے؟"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"میرا مطلب یہ ہے کہ اگر سمیرا خزرج کی بجائے کسی اور قبیلے کی لڑکی ہوتی تو تمہارا طرزِ عمل کیا ہوتا؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ لیکن موجودہ حالات میں، میں کسی کو بھی اپنے مصائب میں حصہ دار بنانا پسند نہ کرتا۔"

"اگر سمیرا کے باپ کو اپنے قبیلے کی ملامت کا خوف نہ ہوتا۔ اور وہ خوشی سے اُسے تمہارے ساتھ جانے کی اجازت دے دیتا تو؟"

"اگر یہ ممکن ہوتا تو میں سمیرا کے باپ کو سمجھاتا کہ اِس وقت میرا تنہا جانا ضروری ہے۔ لیکن میں جلد واپس آؤں گا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں اپنا ارادہ تبدیل کر دیتا۔ لیکن یہ ممکن نہیں مجھے سمیرا کے باپ کی مجبوریوں کا علم ہے۔"

عدی کچھ دیر سر جھکائے ایک گہری سوچ میں ڈوبا رہا، بالآخر اُس نے عاصم کی طرف دیکھا اور کہا "میں تمہیں اپنی زندگی کا ایک اہم واقعہ سنانا چاہتا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ واقعہ تمہارے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا ـــــ آج سے کوئی سولہ سال پہلے میں تاجروں کے ایک قافلے کے ساتھ دمشق جا رہا تھا۔ قبیلہ کنانہ کا ایک شخص، جس کا نام حارث تھا اِس سفر میں میرے ساتھ تھا۔ ہم بہت جلد ایک دوسرے کے دوست

بن گئے۔ جب ہم واپس پہنچے تو عکاظ کا میلہ شروع ہونے والا تھا اور یثرب سے کئی آدمی وہاں جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ حارث نے چند دن میرے ہاں قیام کیا اور اِس کے بعد ہم اپنے مال سے زیادہ نفع کمانے کے شوق میں قافلے کے ساتھ عکاظ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تجارت کے علاوہ، عکاظ جانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میرے شام جانے سے قبل میری بیوی اُمید سے تھی اور میں اسے، اُس کے والدین کے ہاں چھوڑ آیا تھا۔ میری بیوی کا خاندان یہاں سے پانچ منزل دور عکاظ کے راستے میں آباد تھا اور میرا ارادہ تھا کہ میں جاتی دفعہ ایک دو دن کے لئے وہاں ٹھہروں گا اور پھر واپسی پر اپنے بال بچوں کو ساتھ لیتا آؤں گا۔

سسرال پہنچ کر مجھے معلوم ہوا کہ میرے پیچھے جو لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ تین ماہ کی ہو کر فوت ہو گئی ہے میری بیوی کو اِس کا بہت صدمہ تھا کہ میں اُسے نہ دیکھ سکا۔ وہ بار بار کہتی تھی کہ میری بیٹی بہت خوبصورت تھی۔ اور قبیلے کی عورتیں اُسے، دور دور سے دیکھنے آیا کرتی تھیں۔ میری ساس اور میری بیوی کی بہنیں بھی اُس کی بہت تعریف کرتی تھیں۔ لیکن حارث اور میرے دوسرے ساتھی مجھے مبارکباد دیتے تھے کہ اللہ نے مجھے ایک لڑکی کا باپ بننے کی رسوائی سے بچا لیا ہے۔ حارث کہتا تھا تم بہت خوش قسمت ہو۔ میں یکے بعد دیگرے اپنی دو لڑکیاں کو زندہ دفن کر چکا ہوں۔ اِس مرتبہ بھی جب میں گھر سے نکلا تھا تو میری بیوی اُمید سے تھی اور میں نے عزیٰ کی قسم کھا کر کہا تھا کہ اگر تم نے پھر لڑکی جنی تو میں اُس کے ساتھ بھی وہی سلوک کروں گا۔

عکاظ کے میلے سے فارغ ہو کر میں واپس آنا چاہتا تھا لیکن حارث کی بستی وہاں سے دو منزل کے فاصلے پر تھی اور وہ مجھے چند دن اپنے پاس ٹھہرانے پر مُصر تھا۔ مجبوراً مجھے اُس کے ساتھ جانا پڑا۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حارث کے ہاں چند ماہ قبل لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ یہ خبر سننے کے بعد حارث کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنے خیمے میں قدم رکھنے تک کا روادار نہ تھا۔ میں نے اُسے تسلی دینے کی کوشش کی لیکن اُس پر میری باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ بار بار یہ کہتا تھا کہ میں اپنے گھر میں سانپ پال سکتا ہوں لیکن ایک لڑکی کا باپ کہلانے کی ذلت برداشت نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنی بیوی کے سامنے عزیٰ کی قسم کھائی تھی کہ میں لڑکی کو زندہ دفن کر دوں گا چاہتی تو پیدا ہوتے ہی اُس کا گلا گھونٹ کر مجھے اِس امتحان سے بچا سکتی تھی۔ اب وہ چار مہینے کی ہو چکی لیکن میں اپنی قسم پوری کر کے رہوں گا۔

گرمیوں کے دن تھے اور ہم رات کے وقت باہر کھلی ہوا میں بیٹھے ہوئے تھے۔ حارث نے شراب کا ایک مٹکا منگوا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے اُس کے اصرار سے تیز شراب کے چند گھونٹ پی لئے لیکن حارث بے تحاشا پی رہا تھا۔ نشے میں چور ہو کر وہ دیر تک مجھ سے بہکی بہکی باتیں کرتا رہا۔ مجھ پر نیند کا غلبہ ہو رہا تھا میں اپنے بستر میں لیٹ گیا۔ آدھی رات کے قریب گہری نیند میں مجھے کچھ شور سنائی دیا میں نے بدحواس ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا تو حارث وہاں نہ تھا۔ خیمے سے کسی عورت کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ میں اٹھ کر بھاگتا ہوا خیمے کی طرف گیا اور قریب پہنچ کر حارث کو آوازیں دینے لگا۔

حارث کی بیوی روتی اور اپنے سر کے بال نوچتی ہوئی باہر نکلی اور اُس نے کہا۔ "وہ چلا گیا ہے، وہ میری بیٹی کو لے کر چلا گیا ہے۔ میں تمہیں لات اور عزّیٰ کا واسطہ دیتی ہوں۔ میری بیٹی کو بچاؤ۔ یہ میری تیسری بچی ہے۔ آج خاندان کے کسی آدمی نے میری مدد نہیں کی۔ وہ سب جانتے تھے کہ حارث اُسے زندہ زمین میں گاڑنے کو لے جا رہا ہے لیکن کوئی میری چیخیں سن کر اپنے گھر سے باہر نہیں آیا۔"

میں نے اس سے پوچھا "حارث کس طرف گیا ہے؟" اور اُس نے ایک سمت اشارہ کر دیا۔ میں کچھ کہے بغیر اُس طرف بھاگا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے بستی سے کچھ دور ایک بچے کے بلکنے کی آواز سنائی دی۔ میں دوڑتا ہوا اس طرف گیا۔ حارث اپنی بیٹی کو زمین پر لٹا کر گڑھا کھود رہا تھا۔ وہ میری طرف دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور برہم ہو کر بولا۔ "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

میں نے جواب دیا۔ "حارث! میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔"

اُس نے کہا۔ "قبر کھودنے کے لئے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔ اگر تم میری مدد کرنا چاہتے ہو تو اس لڑکی کا گلا گھونٹ دو! اِس کی چیخیں مجھے پریشان کر رہی ہیں۔"

میں نے کہا۔ "اس وقت تم شراب کے نشے میں ہو جب یہ نشہ اُتر جائے گا تو ان چیخوں کا تصور تمہیں اور زیادہ پریشان کرے گا۔"

اُس نے جواب دیا۔ "تم مجھے ورغلانے کی کوشش نہ کرو۔ میں اپنا عہد پورا کروں گا۔"

حارث دوبارہ گڑھا کھودنے میں مصروف ہو گیا اور میں نے آگے بڑھ کر اُس کے ہاتھ پکڑ لئے۔

اُس نے غضب ناک ہو کر مجھے پیچھے دھکیل دیا اور چلایا۔ "تم مجھے بے غیرت بنانا چاہتے ہو؟"

میں نے کہا۔ "حارث! عزّیٰ کو تمہاری بیٹی کی جان لینا منظور نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اُس نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ اگر تم اِس کا باپ کہلانا پسند نہیں کرتے تو اسے میرے حوالے کر دو، میری بیوی اِسے اپنی بیٹی کی طرح پالے گی۔ میں کسی پر یہ ظاہر نہیں کروں گا کہ یہ تمہاری بیٹی ہے۔ اور کوئی تمہیں طعنہ نہ دے گا۔"

حارث غضب ناک ہو کر چلاّیا۔ "نہیں، نہیں، یہ نہیں ہو سکتا!" اور پھر اُس نے اچانک آگے بڑھ کر لڑکی پر جھپٹنے کی کوشش کی۔ لیکن میں نے اُس کا راستہ روک لیا اور ہم دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ وہ نشے میں تھا اِس لئے میں نے جلد ہی اُس پر قابو پا لیا۔ یہ ایک عجیب اتفاق تھا کہ ہماری کشتی کے دوران میں لڑکی روتے روتے اچانک خاموش ہو گئی۔ میں نے دیر تک حارث کو دبوچے رکھا اور اطمینان سے اُس کی بدکلامی سنتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس کا جوش ٹھنڈا پڑنے لگا۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "عدی! میرے قبیلے کے کسی آدمی کو میرے سامنے آنے کی جرأت نہ تھی۔ لیکن تم میرے مہمان ہو۔"

میں نے کہا۔ "میں تمہارا دوست ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ اگر تم نشے میں نہ ہوتے تو ہمارے درمیان ہاتھا پائی کی نوبت نہ آتی۔ تم نہیں جانتے کہ تم اِس وقت کیا کر رہے ہو۔"

وہ بولا۔ "مجھے چھوڑ دو۔"

میں نے جواب دیا۔ "لیکن پہلے یہ وعدہ کرو کہ تم اس معصوم بچی پر ہاتھ نہیں اٹھاؤ گے۔"

اُس نے کہا۔ "اگر میں یہ وعدہ نہ کروں تو؟"

میں نے جواب دیا۔ "تو میں عزّیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ میں اِسی طرح تمہارے سینے پر بیٹھا رہوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ صبح تمہارے قبیلے کے آدمی یہاں جمع ہو جائیں گے لیکن مجھے اِس بات کی پروا نہ ہوگی کہ وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔"

اُس نے کہا۔ "تم اِس لڑکی کو بچانے کی کوشش میں میرے قبیلے کے لوگوں کے ہاتھوں قتل ہونا پسند کرو گے؟"

میں نے جواب دیا۔ "ہاں میں اِس لڑکی کو بچانے کی قسم کھا چکا ہوں۔"

حارث کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا۔ "کیا یہ ہو سکتا ہے کہ عزّیٰ نے اِس لڑکی کو بچانے کے لئے تمہیں یہاں بھیج دیا ہو؟"

میں نے جواب دیا۔"مجھے یقین ہے کہ عزیٰ کو اِس کی جان لینا منظور نہیں۔"

وہ بولا۔"لوگ مجھے بزدلی اور بے غیرتی کا طعنہ دیں گے۔"

میں نے جواب دیا۔"کسی کو معلوم نہ ہوگا کہ یہ لڑکی زندہ ہے۔ میں ابھی یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔"

آہنی عزم کا مالک ہونے کے باوجود حارث ایک انسان تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُس کے طرزِ عمل میں ایک غیر معمولی تبدیلی آچکی تھی اُس نے کہا۔"اگر میں اس لڑکی کو تمہارے ساتھ بھیج دوں تو تمہارے گھر میں اِس کی حیثیت کیا ہوگی؟"

میں نے جواب دیا۔"میں اسے ہمیشہ اپنی بیٹی سمجھوں گا اور اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو میں حلف اٹھانے کو تیار ہوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ میری بچی مرچکی ہے، میں جب اپنی بیوی کو اُس کے میکے سے اپنے گھر لے جاؤں گا تو ہم اپنے قریبی عزیزوں کو بھی یہ شبہ نہ ہونے دیں گے کہ ہم کسی اور کی لڑکی اٹھا لائے ہیں۔"

کچھ دیر جھگڑنے کے بعد اُس نے ہار مان لی اور میں نے اُسے چھوڑتے ہوئے کہا۔"تم گھر جا کر میرا گھوڑا لے آؤ، میں یہیں ٹھہرتا ہوں۔"

جب وہ اٹھ کر جانے لگا۔ تو میں نے کہا۔"اگر تم اپنی بیوی کو یہ بتا سکو کہ اُس کی بیٹی زندہ ہے تو اچھی بات ہوگی۔"

وہ جواب دیئے بغیر چلا گیا۔ جب وہ میرا گھوڑا لے کر آیا تو اُس کی بیوی اُس کے ساتھ تھی۔ اُس نے کہا۔"اسے میری باتوں پر یقین نہیں آتا تھا اس لئے میں اسے ساتھ لے آیا ہوں۔"

حارث کی بیوی اپنی بیٹی سے ہمیشہ کے لئے جدا ہونے کے باوجود اِس بات پر مطمئن تھی کہ اُس کی جان بچ گئی ہے اُس نے آگے بڑھ کر میری طرف احسان مندانہ نگاہوں سے دیکھا اور لڑکی کو میرے ہاتھوں سے لیتے ہوئے کہا۔"اگر آپ اجازت دیں تو میں اِسے دودھ پلا دوں یہ بھوکی ہوگی۔"

وہ لڑکی کو ایک طرف لے کر بیٹھ گئی۔ دودھ پلانے کے بعد وہ اٹھی اور لڑکی کو بار بار سینے سے لگانے اور چومنے کے بعد میری طرف دیکھنے لگی، جب میں گھوڑے پر سوار ہو گیا تو اُس نے روتے ہوئے لڑکی کو میرے حوالے کر دیا۔ حارث نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔"مجھے معلوم نہیں کہ تمہارا یہ رویہ کہاں تک درست ہے۔ لیکن میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ کاش تم اُس وقت آتے جب میں اپنی پہلی لڑکی کو دفن کر رہا تھا۔" لڑکی اپنے ہاتھ سے اُس کی ڈاڑھی پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔ حارث نے بے اختیاری کی حالت میں اُس کا ننھا سا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے

لگا لیا۔ پھر اُس نے اچانک اُسے میری گود سے اٹھا کر اپنے سینے سے چمٹا لیا اور اُس کا سر اور مُنہ چومنے کے بعد دوبارہ میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔"عدی! میں نے اِسے اِس لئے پیار کیا ہے کہ اب یہ تمہاری بیٹی ہے۔ جاؤ!"

میں وہاں سے تھوڑی دور گیا تھا کہ پیچھے سے اُس کی ماں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔"ٹھہریئے! ٹھہریئے!"

میں نے گھوڑا روک لیا وہ بھاگ کر میرے قریب آگئی اور کہنے لگی۔"میں نے آپ کو اِس کا نام نہیں بتایا۔ اِس کا نام سمیرا ہے۔"

عدی یہاں پہنچ کر خاموش ہو گیا اور بغور عاصم کی طرف دیکھنے لگا۔

عاصم نے کہا۔"سمیرا نے اِس کے بعد اپنے والدین کو نہیں دیکھا؟"

عدی نے جواب دیا۔"نہیں! تین سال کے بعد عکاظ کے میلے میں اُس کے خاندان کے چند آدمی ملے تھے اُن کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ حارث اُس سال ایک لڑائی میں قتل ہو گیا اور چند ماہ بعد اُس کی بیوی بھی وفات پا گئی۔"

"سمیرا کو معلوم ہے کہ وہ آپ کی بیٹی نہیں؟"

"نہیں، اور مجھے یقین ہے کہ اگر میں اُسے بتا دوں تو بھی وہ یقین نہیں کرے گی۔ میرے دل میں اُس کی محبت ایک باپ کی محبت سے کسی طرح کم نہیں۔ سمیرا پانچ سال کی تھی کہ میری بیوی فوت ہو گئی، اُس نے مرتے وقت مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں سمیرا کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔ آج سمیرا کے آنسو میرے لئے ناقابلِ برداشت تھے اور یہی وجہ تھی کہ میں نے تمہیں یہ قصہ سنانا ضروری سمجھا۔ اب تمہیں اپنے اور اُس کے مستقبل کا فیصلہ کرتے وقت یہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ وہ تمہارے دشمن کی بیٹی ہے۔ بلکہ یہ سوچنا چاہیئے کہ وہ ایک یتیم اور بے بس لڑکی ہے اور تم اُس کا دل توڑ کر میرے خاندان کی عزت اور وقار میں کوئی اضافہ نہیں کرسکو گے آج جب میں اُس کی سسکیاں سُن رہا تھا تو مجھے وہ وقت یاد آرہا تھا جب حارث اُسے زندہ دفن کرنے کے لئے گڑھا کھود رہا تھا، وہ قریب پڑی بلک رہی تھی اور میری انسانیت نے مجھے مجبور کر دیا تھا کہ میں اُسے حارث سے چھین لوں۔ آج میری انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ اُسے تمہارے حوالے کر دوں اور یہ نہ سوچوں کہ میرے دوست اور دشمن کیا کہیں گے۔ حارث کے نزدیک ایک بیٹی کا باپ کہلانا بے غیرتی اور بے عزتی کے مترادف تھا اس لئے وہ سمیرا کو زندہ دفن کرنا چاہتا تھا۔ لیکن جب نے اُس کے دل میں پدرانہ شفقت کے ایک دبے ہوئے شعور کو بیدار کیا تو اُس نے اپنے سابقہ عقیدے انحراف کر کے سمیرا کو میرے حوالے کر دیا۔ اور اب تمہارے طرزِ عمل نے میرے سابقہ عقیدے بدل دیئے ہیں۔

جب تک تم نے عمیر کی جان نہیں بچائی تھی، میں یہی سمجھتا تھا کہ تمہارے قبیلے کے ساتھ لڑنا میری زندگی کی سب سے بڑی راحت ہے۔ تم نے میرے دل میں ایک ایسے احساس کو بیدار کیا ہے جو برسوں سے مر چکا تھا۔ تم نے مجھ سے انتقام لینے اور دشمن کا خون بہانے کی لذت چھین لی ہے لیکن مجھے اِس کا افسوس نہیں۔ عاصم تمہیں میری وجہ سے سمیرا سے منہ پھیر کر بھاگنے کی ضرورت نہیں۔ میں آج اور اِسی وقت سمیرا کو تمہارے حوالے کرنے کیلئے تیار ہوں۔"

عاصم کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ تشکر اور احسانمندی کے آنسو۔ اُس نے کہا۔ "میں آپ کا شکر گزار ہوں، لیکن جب آپ سمیرا کو اپنے ساتھ لائے تھے تو آپ کو یہ اطمینان تھا کہ آپ اُسے خوش رکھ سکیں گے۔ آپ کو اس بات کی تسلی تھی کہ آپ کے گھر میں اُسے کوئی نفرت یا حقارت سے نہیں دیکھے گا۔ لیکن میرا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ میں اُسے آلام و مصائب کے سوا کچھ نہیں دے سکتا۔"

عدی نے کہا۔ "ایک اچھائی دوسری اچھائیوں کے لئے راستہ کھول سکتی ہے۔ تم نے ایک اچھی ابتدا کی تھی اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب یثرب کی فضا پرامن ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اور تھوڑے دنوں میں یہاں کے حالات بالکل بدل جائیں، اس لئے تمہیں یہاں سے جانے کی ضرورت نہیں ——— میں عرب کے مستقبل کے متعلق بہت پُر امید ہوں۔ تم نے سنا ہو گا کہ مکہ میں ایک نئے دین کا چرچا ہو رہا ہے۔ اِس دین کا بانی لوگوں کو اخوت و مساوات کا درس دے رہا ہے۔ اور جو لوگ اُس پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ نسلوں اور قبیلوں کی حدود پھاند کر آپس میں دوست اور بھائی بن جاتے ہیں۔ میں نے سنا ہے اُن میں غلام اور آقا کا امتیاز بھی مٹ جاتا ہے۔ قبیلۂ قریش کے چند انتہائی معزز لوگ مکہ کے نبیؐ کی صداقت پر ایمان لا چکے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اِس نئے دین کی بدولت پورے عرب کی ذہنی کایا پلٹ ہو جائے اور ہمارے پرانے طور طریقے بدل جائیں۔ اگر حجاز میں اس دین کے قدم جم گئے تو یثرب بہت جلد اس سے متاثر ہو گا۔ ہمیں اندھیری رات میں بھٹکنے کی بجائے اپنے گھر بیٹھ کر صبح کا انتظار کرنا چاہیئے۔"

عاصم نے کہا۔ "میں بھی کچھ عرصے سے اس دین کے متعلق سن رہا ہوں، لیکن مجھے اُمید نہیں کہ اہلِ عرب کی جبلت بدل جائے۔ لوٹ مار اور قتل و غارت اُن کی سرشت میں ہے۔ جس دن انہیں اِس بات کا احساس ہو گیا کہ اُن کی قبائلی عصبیتیں مٹ رہی ہیں، وہ اِس دین کے حامیوں کے خلاف تلواریں سونت کر میدان میں آجائیں گے۔ یہاں خاندانوں اور قبیلوں کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکایا جا سکتا ہے، متحد نہیں کیا جا سکتا۔ عمیر سے ہمدردی

کرنا میرا ایک اضطراری فعل تھا لیکن میرے قبیلے کے لوگ یہاں تک کہ میرے قریبی رشتہ دار بھی اسے برداشت نہ کر سکے۔ پھر آپ یہ کیسے سوچ سکتے ہیں کہ قبائل عرب کے درمیان جو آگ صدیوں سے سلگ رہی ہے وہ اِس دین کی بدولت بجھ جائے گی۔ میں نے تو یہ سنا ہے کہ قریش نے اِس دین کے حامیوں کا مکہ کی فضا میں سانس لینا بھی مشکل کر دیا ہے۔ بہرحال اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ میں یہاں سے نہ جاؤں تو میں آپ کا حکم ماننے کو تیار ہوں۔"

عدی نے کہا۔ "تم مجھے کچھ دن سوچنے کا موقع دو، ممکن ہے میں تمہاری مشکلات کا کوئی حل نکال سکوں۔ اگر میں نے دیکھا کہ تمہارا گھر میں رہنا ناممکن ہے تو عرب ایک وسیع ملک ہے۔ ممکن ہے میں تم دونوں کے لئے گوشۂ عافیت تلاش کر سکوں۔ اب تم جا کر آرام کرو اور آئندہ جب چاہو سیدھے راستے میرے گھر آ سکتے ہو۔ تاہم ابھی لوگوں کی نگاہوں سے بچنا ضروری ہے۔ اگر مجھے ضرورت پڑی تو میں کسی نہ کسی طرح پیغام بھیج دوں گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ عدی نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور عاصم گرمجوشی سے مصافحہ کر کے وہاں سے چل دیا۔

عدی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا، اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ سمیرا صحن کے دروازے سے لگی کھڑی تھی لیکن عدی کو دیکھ کر اُس نے بھاگنے کی بجائے بے اختیار رونا شروع کر دیا۔ عدی نے اُس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"سمیرا! چلو اب تمہیں رونے کی ضرورت نہیں۔"

"اباجان!" اُس نے بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "آپ نے اُسے یہ کیوں بتایا کہ میں آپ کی بیٹی نہیں ہوں؟"

عدی نے جواب دیا۔ "سمیرا! میں نے کئی بار ارادہ کیا کہ تم پر یہ راز ظاہر کر دوں لیکن حوصلہ نہ ہوا۔ آج عاصم پر یہ باتیں ظاہر کرنا ضروری تھا۔"

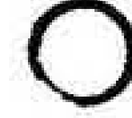
"مجھے معلوم ہے۔ آپ نے اُس پر یہ باتیں اِس لئے ظاہر کی ہیں کہ اگر میں آپ کی بیٹی ہوتی تو آج آپ کو شرمسار ہونا پڑتا۔ آپ میرا گلا گھونٹ ڈالتے۔"

"تم پگلی ہو۔ جاؤ آرام کرو۔"

"لیکن مجھے یقین نہیں آتا کہ میں آپ کی بیٹی نہیں ہوں۔ یہ ناممکن ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ میں عمیر اور نعمان کی بہن نہ ہوں۔"

"تم نعمان کی ماں کا دودھ پی چکی ہو، سمیرا! اور تمہیں یہ کبھی نہیں سوچنا چاہیئے کہ تم میری بیٹی کے سوا کوئی اور ہو ـــــ چلو!"

سمیرا اپنے آنسو پونچھتی ہوئی عدی کے ساتھ چل پڑی۔



عاصم عدی سے رخصت ہو کر باغ سے نکل رہا تھا کہ اچانک اُسے سامنے کوئی سو قدم کے فاصلے پر ایک آدمی بھاگتا ہوا دکھائی دیا۔ عاصم جلدی سے پلٹ کر ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہو گیا۔ باغ کے نزدیک پہنچ کر بھاگنے والے کی رفتار کم ہو چکی تھی اور وہ مڑ مڑ کر پیچھے دیکھ رہا تھا۔ پھر عاصم کو ایک اور آدمی نظر آیا جو پوری رفتار سے پہلے آدمی کا پیچھا کر رہا تھا۔ پہلا آدمی باغ کے اندر داخل ہو کر، عاصم کے بالکل قریب، ایک درخت کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ پیچھے آنے والا باغ سے تھوڑی دور کے فاصلے پر رکا اور چند ثانیئے توقف کے بعد اُسی طرح بھاگتا ہوا واپس چلا گیا۔ جو آدمی عاصم کے قریب کھڑا تھا بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

عاصم اُس کی نظروں سے بچنے کے لئے، سمٹا ہوا، درخت سے لگا کھڑا تھا اور اُس کے دماغ میں اِس قسم کے سوالات آ رہے تھے۔ "یہ کون ہے؟ اس کا پیچھا کرنے والا کون تھا؟ یہ اس طرف کیوں آیا ہے؟ اگر یہ عدی کا نوکر ہے تو یہاں کیوں کھڑا ہے؟ اگر پیچھا کرنے والا اِس کا دشمن تھا تو اس نے یہاں پہنچ کر کسی کو آواز کیوں نہیں دی؟"

درختوں کے سائے میں عاصم اُسے اچھی طرح نہ دیکھ سکا۔ لیکن جب وہ اپنا سانس درست کرنے کے بعد باغ سے نکلنے لگا تو اُس نے دیکھا کہ بھاگنے والے کا نصف چہرہ ڈھاٹے میں چھپا ہوا ہے۔ عاصم کو شبہ ہوا اور اُس نے اچانک جست لگا کر اجنبی کی گردن دبوچ لی۔

اجنبی کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ ایک ثانیہ کے بعد اُس نے اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کی لیکن عاصم کی آہنی گرفت میں بے بس ہو کر رہ گیا۔ عاصم اُسے دھکیلتا ہوا باغ سے باہر لے آیا۔

"تم کون ہو؟" اُس نے پوچھا۔

اجنبی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"بولتے کیوں نہیں؟"

اجنبی کچھ دیر، سکتے کے عالم میں، عاصم کی طرف دیکھتا رہا اور پھر اچانک چلایا۔ "میں بے قصور ہوں مجھے چھوڑ دو"

عاصم نے اُس کے چہرے کا نقاب نوچ کر پھینک دیا۔ اور کچھ دیر بدحواسی کی حالت میں اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے پوچھا "تم شمعون کے غلام ہو۔ بتاؤ تم اِس وقت یہاں کیوں آئے ہو؟ اور تمہارے پیچھے یہ کون تھا؟"

وہ دوبارہ چلایا۔ "میں بے قصور ہوں۔ وہ کوئی ڈاکو تھا۔ اور میرا پیچھا کر رہا تھا۔"

"ڈاکو رات کے وقت غلاموں کے پیچھے نہیں دوڑا کرتے بتاؤ! یہ کیا معاملہ ہے؟ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم چوری کر کے بھاگ رہے تھے۔ لیکن میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم اِس طرف کیوں آئے ہو؟"

شمعون کے غلام نے کہا۔ "خوف کی وجہ سے مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ میں کس طرف جا رہا ہوں۔"

"کیا تم نے شمعون کے ہاں چوری کی ہے اور اُس کے نوکر تمہارا پیچھا کر رہے تھے؟"

غلام نے قدرے پرامید ہو کر کہا۔ "جناب! آپ یہ کیوں پوچھتے ہیں؟ میں نے آپ کا تو کوئی قصور نہیں کیا۔ اگر میں نے شمعون کے ہاں چوری کی ہے تو وہ آپ کا دشمن ہے۔"

عاصم نے اُسے اپنی گرفت سے آزاد کرتے ہوئے کہا۔ "اچھا! یہ بتاؤ تم نے کیا چرایا ہے؟"

"جناب ...... میں نے اُس کی بیوی کے زیور چرائے ہیں۔ لیکن اس وقت میرے پاس کچھ نہیں۔"

عاصم، عمیر سے اِس غلام اور شمعون کی بیوی کے تعلقات کے متعلق سُن چکا تھا اس لئے اُس نے مزید سوالات کی ضرورت محسوس نہ کی اور غلام کو دھکا دیتے ہوئے کہا۔ "بھاگ جاؤ!"

غلام گرتے گرتے سنبھل کر ایک طرف چل دیا۔ اور عاصم نے اپنے گھر کا رُخ کیا۔

کچھ دیر بعد وہ ایک یہودی کے نخلستان کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اُسے چند بھاگتے ہوئے آدمیوں کی آہٹ سنائی دی۔ اُسے خیال آیا کہ شمعون کے آدمی چوری کرنے والے غلام کو تلاش کر رہے ہیں۔

عاصم نے رات کے تیسرے پہر کسی اور کے سامنے آنا مناسب نہ سمجھا اور وہ راستہ چھوڑ کر باغ کے اندر چھپ گیا۔ جب بھاگنے والے آگے نکل گئے تو وہ باغ سے نکلا اور اپنے گھر کی طرف چل دیا۔

اپنے گھر سے کچھ دور عاصم کو مردوں اور عورتوں کی چیخ پکار سنائی دی۔ اور اُس نے دیکھا کہ مکان کے ایک کونے سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں۔ وہ چند ثانیے سکتے کے عالم میں کھڑا رہا اور پھر بڑی تیزی سے بھاگتا ہؤا مکان کے صحن میں داخل ہؤا۔ وہاں مردوں اور عورتوں کا ہجوم کھڑا تھا۔ باہر کی دیوار سے ملحق ایک چھپر قریباً جل چکا تھا۔ ملبے کے ڈھیر سے کہیں کہیں شعلے اٹھ رہے تھے اور چند آدمی وہاں پانی ڈال رہے تھے۔

"کیا ہؤا ؟ یہ آگ کیسے لگی ؟" عاصم نے ایک آدمی کو پکڑ کر اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

اُس نے جواب دیا۔ "مجھے معلوم نہیں! میں ابھی آیا ہوں۔"

عاصم نے اُسے چھوڑ کر دوسرے آدمی کو اپنی طرف متوجہ کیا، لیکن وہ بھی کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔ ایک آدمی نے آگے بڑھ کر حقارت آمیز لہجے میں کہا۔ "تم اپنے چچا سے کیوں نہیں پوچھتے وہ زخمی ہونے کے بعد چیخ چیخ کر تمہیں بلا رہا تھا۔"

یہ منذر تھا۔ عاصم اُس کی طرف توجہ دینے کی بجائے ہجوم کو چیرتا ہؤا آگے بڑھا۔ ہبیرہ اپنے کمرے کے دروازے کے سامنے چٹائی پر لیٹا ہؤا تھا۔

سعاد، اُس کی ماں، سالم اور چند قریبی رشتہ دار اُس کے پاس بیٹھے تھے۔ ہبیرہ کے سینے اور سعاد کے بازو پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

"چچا کیا ہؤا ؟" عاصم نے مضطرب ہو کر سوال کیا۔

ہبیرہ نے جواب دینے کی بجائے عاصم کی طرف دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔ سعاد اور اُس کی ماں جو سسکیاں لے رہی تھیں، عاصم کو دیکھتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

"تم کہاں تھے ؟" قبیلے کی ایک معمر عورت نے عاصم سے سوال کیا۔

لیکن عاصم اُسے جواب دینے کی بجائے سعاد کی طرف متوجہ ہؤا۔ "سعاد تم بھی زخمی ہو۔ بتاؤ! کیا ہؤا؟"

سعاد نے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔ "کچھ نہیں! بھائی جان! میرا زخم معمولی ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ میں زندہ ہوں کاش! دشمن کا تیر میرے دل پر لگتا۔"

منذر نے آگے بڑھ کر کہا۔ "بیٹی! ایسی باتیں نہ کرو۔ تمہارے عم زاد کا دل بہت نرم ہے۔"

عاصم نے مڑ کر اُس کی طرف دیکھا اور خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ اچانک اُس کی نگاہ اپنے ایک نوکر پر پڑی اور اُس نے چلا کر پوچھا۔ "تم کیوں خاموش ہو مجھے بتاتے کیوں نہیں کہ ہمارے گھر پر کس نے حملہ کیا ہے۔"

اُس نے جواب دیا۔ "جناب! ہم جانوروں کا شور سن کر بیدار ہوئے تو اصطبل میں آگ لگی ہوئی تھی۔ ہم نے پانچ بکریوں کے سوا باقی تمام جانور نکال لئے لیکن آگ پر قابو پانا مشکل تھا۔ آپ کے چچا باہر نکلے تو دیوار کے اوپر سے تیروں کی بوچھاڑ آئی اور یہ زخمی ہو گئے۔ اِس کے بعد سعاد اور سالم آگے بڑھے۔ سالم بچ گیا لیکن سعاد زخمی ہو گئی۔ پھر حملہ آور جنہوں نے دیوار پر چڑھ کر تیر چلائے تھے دوسری طرف کود کر بھاگ گئے۔ ہم نے ان کا پیچھا کیا تو وہ ہمارے باغ سے نکل کر گھوڑوں پر سوار ہو چکے تھے۔ صرف ایک آدمی پیدل تھا۔ ہم نے دُور تک اُس کا تعاقب کیا لیکن اُس کی رفتار ہم سے تیز تھی۔ عباد نے ہمیں حکم دیا کہ تم گھر جا کر زخمیوں کی دیکھ بھال کرو، میں اِس کا پیچھا کرتا ہوں، چنانچہ ہم واپس آ گئے۔"

"تم اُن میں سے کسی کو پہچان نہیں سکے ؟"

"نہیں! انہوں نے اپنے چہروں پر نقاب ڈال رکھے تھے۔"

"اور وہ آدمی جو پیدل تھا اُس کے چہرے پر بھی نقاب تھا۔"

"ہاں ——!"

عاصم نے کہا۔ "چچا جان! میں آپ کا انتقام لوں گا۔ آپ کا زخم زیادہ گہرا تو نہیں۔"

ہبیرہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور زخم کی تکلیف کے باوجود اُس کی آنکھیں مسرت سے چمکنے لگیں۔ اُس نے کہا۔ "نہیں! میں نے اپنے ہاتھ سے تیر نکال کر پھینک دیا تھا۔ ہمارے دشمنوں کو کمان پکڑنی بھی تو نہیں آتی۔"

سعاد نے کہا۔ "اخی! دشمن اب میرے خون کے چند قطرے بھی گرا چکا ہے۔ اور میرے لئے یہ بات ناقابلِ برداشت تھی کہ میرا انتقام آپ کے سوا کوئی اور لے۔"

"تم اطمینان رکھو سعاد! انہیں تمہارا خون بہت مہنگا پڑے گا۔" عاصم یہ کہہ کر ادھر ادھر دیکھنے کے بعد اپنے

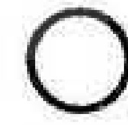
غلام کو آوازیں دینے لگا۔ "عباد! عباد!"

ہبیرہ نے جواب دیا "عباد یہاں نہیں ہے۔ وہ واپس آتے ہی قبیلے کے چند آدمیوں کے ساتھ چلا گیا تھا۔ سالم، اور منذر کے بیٹے بھی اُس کے ساتھ گئے ہیں۔"

"کہاں گئے ہیں؟" عاصم نے بے چین ہو کر سوال کیا۔

منذر نے جواب دیا "وہ حملہ کرنے والوں کا سراغ لینے گئے ہیں۔ عباد اُن کا گھر دیکھ کر واپس آیا تھا۔ اور اگر انتقام کے متعلق تمہارا ارادہ تبدیل نہیں ہو گیا تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں عباد بھاگنے والے دشمن کا پیچھا کرتا ہؤا جس گھر تک پہنچا تھا وہ عدی کا گھر تھا۔"

ایک ثانیئے کے لئے عاصم کے خون کا ہر قطرہ منجمد ہو کر رہ گیا۔ پھر اچانک اُس کے دل کی حرکت تیز ہونے لگی۔ وہ بھاگ کر کمرے میں داخل ہؤا۔ وہاں سے گھوڑے کی لگام اٹھائی۔ باہر نکلا اور آن کی آن میں ہجوم کو چیرتا ہؤا صحن کے اُس کونے میں پہنچ گیا جہاں دوسرے جانوروں کے ساتھ اُس کا گھوڑا بندھا ہؤا تھا۔ پھر جب گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی تو ہبیرہ نے غرور سے اپنا سر بلند کرتے ہوئے منذر کی طرف دیکھا اور کہا۔ "دیکھ لیا تم نے میرے بھائی کے بیٹے کو؟"



جس وقت عاصم اپنے گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر عدی کے مکان کا رخ کر رہا تھا۔ شمعون انتہائی بے چینی کی حالت میں اپنے کمرے کے اندر ٹہل رہا تھا اور اُس کا غلام سہمی ہوئی نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ شمعون اچانک رُک کر اُس کی طرف متوجہ ہؤا "تمہیں یقین ہے کہ وہ عاصم تھا؟"

"جی ہاں! میں نے اُسے چاند کی روشنی میں اچھی طرح دیکھا تھا۔ لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ وہ عدی کے باغ میں کیا کر رہا تھا۔"

شمعون نے جھنجھلا کر کہا۔ "وہ عدی کے باغ میں کھجوریں چرانے نہیں گیا تھا، بیوقوف! وہ اپنے چچا کے اصرار پر اُسے قتل کرنے گیا ہو گا۔ کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ یہ آگ خود بخود بھڑک اٹھے گی اور مجھے پھونکیں مارنے کی ضرورت

نہیں۔ اب تم نے میرے لئے ایک ایسی مصیبت کھڑی کر دی ہے جس سے نجات حاصل کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔"

"جناب! میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے آپ نے کہا تھا کہ اگر کوئی تعاقب کرے تو میں اُسے عدی کے باغ تک ضرور لے جاؤں۔"

"لیکن بدمعاش! تم یہ کہتے تھے کہ یثرب میں تم سے زیادہ تیز بھاگنے والا کوئی نہیں۔ پھر اُس نے تمہیں کیسے پکڑ لیا؟"

"جناب! میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ میرا پیچھا کرنے والا آدمی میری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ میں نے کئی بار اِس خیال سے اپنی رفتار کم کی تھی کہ وہ کہیں مایوس ہو کر میرا پیچھا کرنا نہ چھوڑ دے لیکن عدی کے باغ میں پہنچ کر مجھے یہ کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ عاصم میرے قریب چھپا ہؤا ہے اور وہ اچانک میری گردن دبوچ لے گا۔"

شمعون نے کچھ دیر سوچنے کے بعد سوال کیا۔ "عاصم نے تمہیں پہچان لیا تھا؟"

"جی ہاں اُس نے میرے چہرے سے نقاب نوچتے ہی یہ کہا تھا کہ تم شمعون کے غلام ہو۔"

"پھر اُس نے تمہیں چھوڑ دیا؟"

"جی ہاں ـــــ۔"

"تم بکتے ہو۔ اُس نے یقیناً تم سے یہ پوچھا ہو گا کہ تم اِس وقت عدی کے باغ میں کیوں آئے ہو۔ سچ کہو ورنہ میں تمہاری کھال اُدھیڑ دوں گا۔"

"جی ہاں! اُس نے پوچھا تھا۔"

"پھر تم نے کیا جواب دیا؟"

"جناب! میں نے یہ بہانہ کیا تھا کہ میں ڈاکوؤں کے خوف سے بھاگ رہا ہوں۔ لیکن اُس نے کہا، تم جھوٹ کہتے ہو۔ تم نے اپنے آقا کے ہاں چوری کی ہے اور اُس کے نوکر تمہارا پیچھا کر رہے تھے اور میں نے اپنی جان بچانے کے لئے اُس کا یہ الزام تسلیم کر لیا۔"

شمعون قدرے مطمئن ہو کر بولا۔ "تم نے اپنی ساری زندگی میں یہی ایک عقل کی بات کی ہے۔ اور کل تمہیں

لوگوں کے سامنے چوری کرنے کے الزام میں کوڑے کھانے پڑیں گے۔ تاکہ جو لوگ عاصم سے یہ واقعہ سنیں وہ مطمئن ہو جائیں۔ لیکن میرے لئے عاصم سے جان چھڑانا مشکل ہوگا۔ وہ ایک خطرناک آدمی ہے۔"

"جناب! میں اُسے چند دن کے اندر اندر قتل کر دینے کا وعدہ کرتا ہوں۔ لیکن کوڑے کھانے کے بعد میرا انعام کیا ہوگا؟"

شمعون نے کہا "تمہارا انعام یہ ہوگا کہ کوڑے لگانے والے کو ہدایت کر دی جائے گی کہ وہ بہت زیادہ فرض شناسی سے کام نہ لے ورنہ تم کسی نرمی کے مستحق نہیں ہو۔ اگر تم ایک کارآمد جانور نہ ہوتے تو میں تمہارے دونوں ہاتھ کٹوا ڈالتا۔"

غلام نے کہا "جناب! آپ کو پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ ہبیرہ کے خاندان کے آدمی اب تک عدی کے مکان پر حملہ کر چکے ہوں گے اور صبح تک اوس و خزرج ایک فیصلہ کن معرکے کے لئے میدان میں نکل آئیں گے۔ پھر شاید آپ کو مجھے کوڑے لگانے کی ضرورت بھی پیش نہ آئے۔ ابھی تک اوس و خزرج میں سے کسی نے ایک دوسرے کے گھر پر حملہ نہیں کیا تھا۔ کل اُن کے جوش و خروش کا یہ عالم ہوگا کہ وہ کسی کی بات سننے کو تیار نہ ہوں گے۔ ہم نے جو آگ لگائی ہے اُسے بجھانا عاصم یا عدی جیسے لوگوں کے بس کی بات نہ ہوگی۔"

باب (۱۰)

عدی صحن میں بھاگتے ہوئے گھوڑے کی آہٹ سن کر گہری نیند سے بیدار ہوا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اُس کے ساتھ ہی دوسرے بستر پر عتبہ سو رہا تھا۔ عدی نے اُس کا بازو جھنجوڑ کر جگایا اور کہا "بیٹا! معلوم ہوتا ہے کوئی گھوڑا کھل گیا ہے۔"

عتبہ نے اٹھ کر کہا "میں دیکھتا ہوں، ابا جان!"

"لیکن بیٹا! خالی ہاتھ مت جاؤ ہو سکتا ہے کہ باہر کوئی چور ہو۔"

عتبہ نے اپنے سرہانے کی کھونٹی میں لٹکی ہوئی تلوار اتاری اور دروازے کی طرف بڑھا۔

پاس ہی نعمان کی آواز سنائی دی "کیا ہے ابا جان؟"

"کچھ نہیں شاید کوئی گھوڑا کھل گیا ہے۔"

عتبہ نے آہستہ سے کنڈی کھولی اور کواڑ کا ایک پٹ کھول کر باہر جھانکنے لگا۔ ایک گھوڑا بدحواسی کی حالت میں ...عر ادھر بھاگ رہا تھا۔ اور عتبہ کے لئے یہ ایک عجیب سی بات تھی۔ اچانک اُسے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی بھاری ...یز صحن میں گری ہے۔ عتبہ باہر نکلا اور اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد گھوڑے کو پچکارتا ہوا آگے بڑھا۔ گھوڑا رک گیا ...ئے میں اُس کے رسے کا کچھ حصہ لٹک رہا تھا۔ عتبہ نے اُسے پکڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ رسا ٹوٹا نہیں بلکہ کسی تیز چیز ...ے کاٹا گیا ہے۔ پھر اچانک اُس نے دیکھا کہ گھوڑے کی پچھلی ران میں ایک تیر پیوست ہے اور اُس کی حیرانی ...طرب میں تبدیل ہونے لگی۔ اُس نے جلدی سے تیر نکال کر ایک طرف پھینک دیا اور گھبراہٹ کے عالم میں ...ں کو آوازیں دینے لگا۔ اصطبل کی طرف سے، دوسرے گھوڑے کی ہنہناہٹ کے سوا، کوئی جواب نہ آیا تو وہ

گھوڑے کو لے کر آگے بڑھا لیکن چند قدم چلنے کے بعد دوبارہ رُک کر نوکروں کو آوازیں دینے لگا۔ اچانک ایک تیر اُس کے بائیں بازو پر آ کر لگا اور وہ چیخ مار کر، صحن کے کونے میں، کھجور کے درختوں کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر یکے بعد دیگرے دو تیر آئے ایک اُس کے کندھے میں پیوست ہو گیا اور دوسرا اُس کی گردن کو چھوتا ہؤا نکل گیا۔ وہ ڈگمگاتا ہؤا ایک طرف ہٹا تو اصطبل کی طرف سے پانچ چھ مسلّح آدمی نمودار ہوئے۔ عتبہ نے مڑ کر مکان کے دروازے کا رُخ کیا، لیکن پانچ اور آدمی درختوں والے کونے سے آگے بڑھ کر اُس کا راستہ روک رہے تھے۔ اب خوف کی جگہ اُس کا مدافعانہ شعور بیدار ہو چکا تھا۔ وہ تیزی سے اُلٹے پاؤں، پیچھے ہٹ کر مکان کے آخری کمرے کی دیوار کے قریب پہنچ گیا۔ یہ سمیرا کا کمرہ تھا اور اس کی ایک چھوٹی کھڑکی صحن میں کھلتی تھی۔ حملہ آوروں نے اپنے چہروں پر نقاب ڈال رکھے تھے اور اُن کی دونوں ٹولیاں عتبہ کے دائیں بائیں چند قدم کے فاصلے پر کھڑی تھیں۔

اچانک عدی، عمیر اور نعمان مکان سے باہر نکلے اور عتبہ کے بائیں جانب کے حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑے۔ عمیر کے پہلے وار سے ایک آدمی زخمی ہو کر گر پڑا اور باقی اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹنے لگے۔ عدی اور نعمان عتبہ کے قریب پہنچ گئے لیکن عمیر دشمن کو پیچھے ہٹاتا ہؤا صحن کی دیوار کے قریب جا چکا تھا۔

عتبہ چلایا "عمیر! عمیر! پیچھے آ جاؤ، اُس طرف دشمن کے تیر انداز چھپے ہوئے ہیں" عمیر مڑ کر پیچھے بھاگا لیکن یکے بعد دیگرے اُس کے چار تیر لگے اور وہ منہ کے بل گر پڑا۔

عتبہ چلایا "ابا جان! آپ اندر چلے جائیے، یہ بہت زیادہ ہیں" اور ساتھ ہی اُس نے پوری شدت کے ساتھ دائیں ہاتھ کی ٹولی پر حملہ کر دیا۔ عدی اور نعمان پیچھے ہٹنے کی بجائے بھاگ کر اُس سے جا ملے۔ عدی پوری قوت کے ساتھ چلا رہا تھا "نعمان! تم اندر چلے جاؤ، دروازہ بند کر لو!" نعمان اُس کا کہنا ماننے کی بجائے سمیرا کو آوازیں دے کر دروازہ بند کرنے کے لئے کہہ رہا تھا۔ عتبہ کی تلوار ایک آدمی کی گردن پر لگی اور وہ گر کر تڑپنے لگا۔ دوسرے وار میں اُس نے ایک اور آدمی کو زخمی کر دیا۔ لیکن اِس کے بعد اُسے حملہ کرنے کا موقع نہ ملا۔ ایک آدمی کی تلوار اُس کے سر پر لگی اور وہ تیورا کر گر پڑا۔ ایک اور آدمی نے عتبہ پر دوسرا وار کیا لیکن عدی نے اُس کی تلوار اپنی تلوار پر روک لی اور عتبہ اٹھ کر لڑکھڑاتا ہؤا پیچھے ہٹنے لگا۔ اِس عرصہ میں باقی حملہ آور جنہیں عمیر نے بائیں ہاتھ دھکیل دیا تھا اپنے ساتھیوں سے آ ملے اور اُن کے شدید حملے سے عدی اور نعمان کو بھی پیچھے ہٹنا پڑا۔ عتبہ کا چہرہ اور لباس خون سے

تر ہو چکا تھا۔ وہ اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹتے ہٹتے پھر اُسی دیوار سے آ لگا۔ عدی اور نعمان نے کچھ دیر حملہ آوروں کو اُس سے دور رکھنے کی کوشش کی لیکن اُن کی پیش نہ گئی۔ ایک آدمی کی تلوار عدی کے سینے پر لگی اور وہ چلایا "نعمان! بھاگ جاؤ اور اندر سے دروازہ بند کر لو اب ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ نعمان میرا کہنا مانو۔ ابھی ہمارے قبیلے کے لوگ آ گئے تو تمہاری جان بچ جائے گی۔ اب تک ہمارے نوکر انہیں خبردار کر چکے ہوں گے۔"

اپنی مہم کی کامیابی یقینی سمجھنے کے بعد، حملہ آوروں کا جوش و خروش قدرے کم ہو چکا تھا اور وہ مزید نقصان اٹھائے بغیر انہیں تنگ گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہے تھے۔

ایک آدمی نے کہا "اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے نوکر تمہارے قبیلے کے آدمیوں کو خبردار کرنے کے لئے بھاگ گئے ہیں تو تم غلطی پر ہو۔ ہم نے آتے ہی اُن کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے تھے۔ ہمارے دو آدمی ننگی تلواریں لئے اُن کے سر پر کھڑے ہیں۔ اور تمہاری آواز تمہارے قبیلے کے کسی گھر تک نہیں پہنچ سکتی۔ وہ یہاں سے بہت دُور ہیں اب تمہارے لئے ہتھیار پھینک دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"

"ٹھہرو! تم جانتے ہو کہ اب ہمارے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں" عدی نے یہ کہہ کر دیوار سے پیٹھ لگا دی اور حملہ آوروں نے اپنے ہاتھ روک لئے۔

عدی نے قدرے توقف کے بعد کہا "اگر تمہیں گھوڑوں کی ضرورت ہو تو لے جاؤ۔ لیکن ہم پر رحم کرو، ہم نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا۔"

ایک آدمی نے کہا "احمقو! تم کیا سوچ رہے ہو انہیں جلدی ختم کرو۔"

عتبہ جو گردن جھکائے کھڑا بار بار اپنی پیشانی سے خون پونچھ رہا تھا چلایا "ابا جان! آپ ان سے رحم کی درخواست نہ کیجئے ابھی میں زندہ ہوں" اور یہ کہہ کر اُس نے ایک غیر معمولی شدت کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ جس قدر شدید تھا اُسی قدر غیر متوقع تھا۔ عتبہ پے در پے دائیں بائیں اور سامنے وار کرتا ہوا آگے بڑھا اور وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ لیکن یہ ایک دم توڑتے ہوئے آدمی کا اندھا جوش تھا۔ انہوں نے چند قدم پیچھے ہٹنے کے بعد پلٹ کر حملہ کیا چشم زدن میں بیک وقت کئی تلواریں عتبہ کے جسم میں اتر گئیں اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ عدی اور نعمان آگے بڑھے لیکن عدی چند قدم اٹھانے کے بعد منہ کے بل گر پڑا اور نعمان کے پاؤں زمین میں پیوست ہو کر رہ گئے وہ جھک

کر اپنے باپ کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔ چند قدم دور عتبہ کی لاش ٹھنڈی ہو چکی تھی لیکن حملہ آور ابھی تک بے تحاشا اُس پر تلواریں برسا رہے تھے۔ اچانک کونے کے کمرے سے نسوانی چیخیں سنائی دیں اور اِس کے ساتھ ہی عتبہ کی لاش مسخ کرنے والوں میں سے ایک آدمی چیخ مار کر گر پڑا۔ حملہ آور ششدر ہو کر اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے کہ دریچے سے دوسرا تیر آیا اور ایک آدمی اور زخمی ہو کر زمین پر آ رہا۔ وہ بدحواس ہو کر بھاگے اور آن کی آن میں دیوار کے قریب پہنچ گئے۔ چند آدمی کھجوروں کے پیچھے چھپ گئے۔ چند دیوار پھاند کر دوسری طرف کود گئے اور باقی صحن کے کھلے پھاٹک سے باہر نکل گئے۔

سمیرا کھڑکی سے سر نکال کر چلائی "نعمان جلدی کرو، ابا جان کو اندر لے آؤ"۔ نعمان نے عدی کو اٹھا کر سہارا دیا۔ اور وہ درد سے کراہتا اور لڑکھڑاتا ہوا اُس کے ساتھ چلنے لگا۔ لیکن دروازے کے قریب پہنچ کر اُس کی ہمت جواب دے گئی۔ وہ بولا "نعمان! مجھے یہیں چھوڑ دو اور اپنی جان بچانے کی فکر کرو۔ جاؤ قبیلے کے لوگوں کو خبردار کرو"۔

اُس نے کہا "میں آپ کو اور سمیرا کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا مجھے یقین ہے کہ وہ فوراً ایک حملہ اور کریں گے"۔

سمیرا دروازہ کھول کر باہر نکلی اور یہ دونوں عدی کو سہارا دے کر اندر لے گئے اور اُسے بستر پر لٹا کر دروازہ بند کر دیا۔ عدی اپنی رہی سہی قوت بروئے کار لاتے ہوئے چلایا "نعمان! اگر تم نے میرا کہنا نہ مانا تو ہم مکان کے اندر چوہوں کی طرح مارے جائیں گے۔ اگر انہوں نے دوبارہ حملہ کیا تو انہیں دروازہ توڑنے یا مکان کو آگ لگانے میں دیر نہیں لگے گی۔ تم مغرب کی طرف سے دیوار پھاند کر باہر جا سکتے ہو۔ اگر تم قبیلے کے لوگوں کو خبردار کر سکو تو ممکن ہے وہ ہماری مدد کو پہنچ جائیں۔ نعمان! وقت ضائع نہ کرو، میں تمہیں منات کا واسطہ دیتا ہوں۔ یہ میری آخری التجا ہے اسے رد نہ کرو"۔

سمیرا نے کہا "نعمان جاؤ! میں کھڑکی سے تیر چلا کر انہیں اپنی طرف متوجہ رکھتی ہوں"۔

عدی کا گھر آبادی سے بالکل الگ اور چاروں طرف سے باغوں میں گھرا ہوا تھا۔

نعمان کو یقین تھا کہ واپس آ کر اپنے باپ اور سمیرا کو زندہ نہیں پائے گا تاہم حملہ آوروں سے بچنے کی اگر کوئی صورت تھی تو وہ یہی تھی کہ کسی طرح قبیلے کے لوگوں کو خبردار کر دیا جائے۔

اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "ابا جان، کاش! مجھے آپ یہ حکم نہ دیتے"۔ اور پھر کسی توقف کے بغیر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ سمیرا نے جلدی سے دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی اور بھاگ کر دوسری طرف کھڑکی کے سامنے

جا کھڑی ہوئی۔ صحن میں مکمل سکوت تھا لیکن سمیرا کو یہ سکوت لڑائی کے ہنگامے سے زیادہ خوفناک محسوس ہوتا تھا۔ سامنے بیرونی دیوار کے قریب کھجور کے گھنے درختوں کے سائے میں چند آدمیوں کی موجودگی کا شبہ ہوتا تھا اور ہر لحظہ اُس کے دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔

نعمان کمرے سے باہر نکلتے ہی مغربی دیوار کے ساتھ ساتھ بھاگتا ہوا کھجور کے ایک درخت کے قریب پہنچا تو یکے بعد دیگرے دو سنسناتے ہوئے تیر اُس کے قریب سے گزر گئے اور ساتھ ہی حملہ کرنے والوں کی چیخ پکار سنائی دینے لگی۔ "اُسے پکڑو، مارو، روکو، وہ دوسری طرف سے بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے"۔

نعمان نے انتہائی پھرتی سے کھجور پر چڑھ کر ایک پاؤں دیوار پر رکھا اور کسی توقف کے بغیر باہر چھلانگ لگا دی۔ چند آدمی شور مچاتے ہوئے آگے بڑھے لیکن دریچے سے سمیرا نے تیر چلایا اور ایک آدمی زخمی ہو کر دہائی دینے لگا۔ "آگے مت جاؤ تم سب بیوقوف ہو، یہ مکان آدمیوں سے بھرا ہوا ہے"۔

حملہ آور دوبارہ بھاگ کر درختوں کے سائے میں چلے گئے۔ چند ثانیے بعد ایک آدمی اپنے ساتھیوں کو سمجھا رہا تھا۔ "اب تم کیا سوچ رہے ہو۔ اُن کا ایک آدمی دیوار پھاند کر باہر نکل گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ عدی کا تیسرا لڑکا تھا۔ اب تمہیں اس بات کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ اپنا سارا قبیلہ جمع کر کے یہاں لے آئے۔ اب ہمیں اپنی فکر کرنی چاہیئے۔ چلو!"

لیکن دوسرے آدمی نے فیصلہ کن لہجے میں کہا "نہیں، ہرگز نہیں! یہاں میرے بھائی کی لاش پڑی ہے اور میں منات کی قسم کھاتا ہوں کہ اُس کا انتقام لئے بغیر نہیں جاؤں گا۔ اگر تم اِس قدر بزدل تھے تو تمہیں ہمارے ساتھ نہیں آنا چاہیئے تھا"۔

"بزدل تم ہو جو اپنے بھائی کی لاش چھوڑ کر باغ میں جا چھپے تھے اگر تم بھیڑوں کی طرح نہ بھاگتے تو ہمارے لئے مکان کا دروازہ توڑنا کچھ مشکل نہ تھا"۔

تیسرے آدمی نے مداخلت کرتے ہوئے کہا "دیکھو اب صبح ہونے والی ہے اور تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ عدی زخمی ہے اور وہ لڑنے کے قابل نہیں رہا۔ اگر اُس کا لڑکا بھاگ گیا ہے تو اب اِس کمرے میں عدی کی لاش اور لڑکی کے سوا اور کوئی نہیں اور یہ کتنے شرم کی بات ہے کہ ہم اُس کے تیروں کے خوف سے بھیڑوں کی طرح

بھاگ رہے ہیں۔ اگر ہمت ہے تو میرے ساتھ آؤ!"

"چلو! چلو!"

وہ درختوں کے سائے سے نکل کر بھاگتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھے۔ سمیرا کے تیر سے ایک آدمی زخمی ہوا لیکن باقی اُس کی زد سے نکل کر دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ سمیرا نے جلدی سے دریچہ بند کیا اور بھاگ کر عدی کے قریب آگئی۔ کسی نے دروازے کو دھکا دیتے ہوئے کہا۔ "عدی! باہر نکل آؤ ورنہ ہم مکان کو آگ لگا دیں گے۔"

سمیرا نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "اباجان! اب ہم کچھ نہیں کر سکتے، ہمارا آخری وقت آگیا ہے۔ اب شاید قبیلے کے لوگ ہماری لاشیں بھی نہ دیکھ سکیں۔ کاش ہمارا گھر آبادی سے اِس قدر دور نہ ہوتا۔"

باہر سے آواز آئی۔ "عدی! تم آگ میں جلنے سے پہلے اپنے بیٹوں کی لاشیں نہیں دیکھو گے؟"

عدی نے کہا۔ "میں تمہیں آگ لگانے سے نہیں روک سکتا لیکن یاد رکھو اِس آگ کے شعلے میرے گھر تک محدود نہیں رہیں گے۔ اوس اور خزرج نے ہمیشہ مردوں کی طرح ایک دوسرے کو میدان میں للکارا ہے۔ بزدلوں اور چوروں کی طرح رات کے وقت کسی کے گھر پر حملہ نہیں کیا۔"

"مظلوم نہ بنو عدی! کیا تم نے رات کے وقت ہمارا گھر جلانے کی کوشش نہیں کی؟"

"میں لات، منات، ہبل اور عزیٰ کی قسم کھاتا ہوں میں ابراہیمؑ کے خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ میں نے کسی کے گھر کو آگ نہیں لگائی۔ تم کون ہو؟"

"میں سالم ہوں ——— ہبیرہ کا بیٹا! اب تم ہمارے ہاتھ سے نہیں بچ سکتے۔"

ایک آدمی نے کہا۔ "سالم! ہمیں اِس سے بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ ابھی باہر آجائیں گے۔ تم کیا دیکھ رہے ہو، اِس دروازے کے سامنے سوکھی گھاس جمع کرکے آگ لگا دو، جلدی کرو!"

عدی چلایا۔ "تم میری جان لینا چاہتے ہو؟"

باہر سے جواب آیا۔ "تمہیں اب بھی اِس میں شبہ ہے۔"

عدی نے کہا۔ "اہلِ یثرب دوسرے قبائل کی طرح لڑکیوں پر ہاتھ نہیں اُٹھاتے، اگر تم وعدہ کرو کہ میری لڑکی کو کچھ نہیں کہو گے تو میں اپنے آپ کو تمہارے حوالے کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

"تمہارا تیسرا لڑکا بھاگ گیا ہے؟"

"ہاں! لیکن تمہیں یہ کہنے کا موقع نہیں ملے گا کہ وہ بزدل ہے۔ وہ بہت جلد واپس آئے گا اور میرا پورا قبیلہ اُس کے ساتھ ہوگا۔ تمہیں یہ اچھی طرح سوچ لینا چاہیئے کہ میری بیٹی پر ہاتھ اُٹھانے کے بعد تمہارے اپنے گھر کب تک محفوظ رہیں گے۔ میرے دو بیٹوں کی لاشیں باہر پڑی ہیں اور اب مجھے اپنی زندگی سے کوئی دلچسپی نہیں تم اگر میرے خون سے ہاتھ رنگ کر مطمئن ہو سکتے ہو، تو میں باہر آنے کو تیار ہوں لیکن صرف اِس شرط پر کہ تم ایک بے بس لڑکی پر ہاتھ نہیں اُٹھاؤ گے اگر تم یہ وعدہ نہیں کر سکتے تو ہمیں آگ میں جلنا منظور ہے ——— تم میرے گھر کو آگ لگانے کا شوق پورا کر لو لیکن یاد رکھو کہ یہ آگ اُس وقت تک نہیں بجھے گی جب تک کہ یثرب کی ساری وادی راکھ کا ڈھیر نہ بن جائے۔"

کچھ دیر باہر سے کوئی جواب نہ آیا۔ سمیرا دروازے کی ایک دراڑ سے صحن کی طرف دیکھ رہی تھی۔ حملہ آور دروازے کے سامنے گھاس اور کھجور کے سوکھے پتوں کا ڈھیر لگا چکے تھے ایک آدمی جس کے ہاتھ میں گھاس کی مشعل تھی آگے بڑھا لیکن دوسرے نے جلدی سے آگے بڑھ کر اُس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "ٹھہرو! مجھے اس سے بات کر لینے دو!"

"اب ہمارے پاس باتوں کے لئے وقت نہیں۔" تیسرا آدمی یہ کہہ کر آگے بڑھا اور اُس نے پہلے آدمی کے ہاتھ سے مشعل چھین کر گھاس کے ڈھیر پر پھینک دی۔

سوکھے ایندھن میں آگ کے شعلے بھڑکنے لگے لیکن ایک اور آدمی نے بھاگ کر گھاس کا گٹھا اُٹھایا اور دروازے سے چند قدم دور پھینکتے ہوئے کہا۔ "تم ایک ایسی برائی کا دروازہ کھول رہے ہو جسے ختم کرنا ہمارے بس کی بات نہ ہوگی۔" پھر اُس نے بلند آواز میں کہا۔ "عدی! ہم تمہیں ایک بہادر آدمی کی طرح مرنے کا موقع دینا چاہتے ہیں۔ ہمیں آگ لگانے پر مجبور نہ کرو۔ اگر تم باہر نکل آئے تو ہم تمہاری لڑکی کو کچھ نہیں کہیں گے۔ لیکن اگر اُس نے دروازہ کھلنے پر تیر چلانے کی کوشش کی تو اُس کا انجام تمہارے بیٹوں کے انجام سے زیادہ عبرتناک ہوگا۔"

عدی بستر سے اٹھ کر لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا اور سمیرا کو ایک طرف ہٹا کر دروازے کی دراڑ سے باہر جھانکنے لگا۔ گھاس اور کھجور کے سوکھے پتوں کا گٹھا جسے دروازے سے چند قدم دور پھینک دیا گیا تھا جل رہا تھا اور آگ کے شعلے ہر لحظہ بلند ہو رہے تھے۔ عدی نے کہا۔ "ٹھہرو! میں باہر آرہا ہوں۔"

سمیرا اُس سے چمٹ کر چلائی۔ "نہیں، نہیں، اباجان! آپ اِس طرح میری جان نہیں بچا سکتے۔"

عدی نے کہا "سمیرا! میرے باہر نکلتے ہی تم دروازہ بند کرلینا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ آگ لگانے کی جرأت نہیں کریں گے۔ انہیں معلوم ہے کہ اس کے نتائج کیا ہوں گے۔"

سمیرا دوبارہ چلائی۔ "اباجان! میں بھی آپ کے ساتھ مروں گی۔"

"سمیرا! بیوقوف نہ بنو، مجھے چھوڑ دو۔" عدی نے اپنی ساری قوت بروئے کار لاتے ہوئے اُسے ایک طرف دھکیل دیا اور کنڈی کھول کر باہر نکل آیا۔ اُس کا لباس خون میں لتھڑا ہوا تھا۔ حملہ آور ایک نصف دائرے میں اُس کی طرف بڑھے۔ اُن کی تلواریں آگ کی روشنی میں چمک رہی تھیں۔ عدی دروازے کے قریب دیوار سے پیٹھ لگا کر کھڑا ہوگیا۔ حملہ آور اب کسی بیتابی کا مظاہرہ کرنے کی بجائے، انتہائی اطمینان سے تلواریں بلند کئے، آگے بڑھ رہے تھے لیکن تین آدمی چند قدم پیچھے کھڑے رہے۔

منذر کے بیٹے مسعود نے اُن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "کیا تمہاری تلواروں کو عدی کا خون پسند نہیں۔ آؤ ہم ایک ساتھ وار کریں گے۔"

ایک آدمی نے جواب دیا "ہم اپنی تلواروں کی پیاس بجھانے کے لئے خزرج کے جوانوں کا خون پسند کرتے ہیں۔ ہمیں ایک زخمی، ضعیف اور نہتے آدمی کے خون سے ہاتھ رنگنا پسند نہیں۔ تم جلدی سے اپنا کام ختم کرو۔ اب صبح ہو رہی ہے۔"

اچانک سمیرا ہاتھ میں تلوار لئے، کمرے سے باہر نکلی اور پلک جھپکتے میں اپنے باپ اور حملہ آوروں کے درمیان آکھڑی ہوئی۔

عدی چلایا "سمیرا! تم اندر چلی جاؤ۔ سمیرا! سمیرا!" اُس کی آواز حملہ آوروں کی چیخوں اور قہقہوں میں گم ہو کر رہ گئی اور وہ نڈھال ہو کر گر پڑا۔

جابر نے اپنے ساتھیوں سے کہا "ٹھہرو! تم ایک طرف ہٹ کر تماشا دیکھو۔"

وہ رک گئے جابر نے سمیرا پر چند وار کئے اور وہ اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹنے لگی۔ اچانک اُس کا پاؤں عدی کے جسم سے لگا اور وہ پیٹھ کے بل گر پڑی۔ جابر نے ایک قہقہہ لگایا اور آگے بڑھ کر تلوار کی نوک اُس کی آنکھوں کے سامنے کردی۔

ایک آدمی چلایا "جابر ہم نے عدی سے وعدہ کیا تھا کہ ہم اُس کی لڑکی پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔"

"میں نے کوئی وعدہ نہیں کیا" جابر نے تلوار کی نوک ذرا اور آگے کرتے ہوئے کہا۔ سمیرا نے اپنی گردن ایک طرف کرلی تو جابر نے بھی اپنی تلوار کی نوک اُسی طرف پھیر دی۔

ایک آدمی چلایا "باہر باغ کی طرف سے گھوڑے کی ٹاپ سنائی دے رہی ہے کوئی آرہا ہے۔ یہاں سے بھاگو!" وہ بدحواس ہو کر پھاٹک کی طرف دیکھنے لگے۔

ایک آدمی نے کہا "تم بدحواس کیوں ہوگئے، راستے میں ہمارے ساتھی پہرا دے رہے ہیں۔ اگر اس طرف آنے والا کوئی دشمن ہوتا تو وہ نقارہ بجا کر ہمیں خبردار کر دیتے۔"

جابر کی بدحواسی سے سمیرا کو اٹھنے کا موقع مل گیا اور اُس نے اچانک اُس پر حملہ کردیا۔ اب جابر پیچھے ہٹ رہا تھا اور وہ پے در پے اُس پر وار کر رہی تھی۔

مسعود چلایا۔ "تم کیا دیکھ رہے ہو؟ یہ عورت نہیں کوئی چڑیل ہے" یہ کہہ کر اُس نے پہلو سے حملہ کردیا۔ سمیرا بائیں کندھے پر ایک گہرا زخم کھا کر ایک طرف ہٹی لیکن جابر نے ایک سیدھا وار کیا اور اُس کی تلوار کی نوک اُس کے سینے میں اتر گئی۔ وہ آگ کے الاؤ کے پاس گر پڑی۔ صحن میں تھوڑی دیر کے لئے ایک سناٹا چھا گیا۔

ایک آدمی نے حقارت آمیز لہجے میں کہا "منذر کے بیٹوں نے پہلی بار اپنی تلواروں کو آزمایا ہے۔ اور وہ بھی ایک لڑکی کے جسم پر ورنہ اب تک اِس لڑائی میں ان کی حیثیت دور کے تماشائیوں کی سی تھی۔" اور منذر کے بیٹے خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔

عدی اپنی جگہ سے اٹھ کر لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا، ڈگمگایا، گرا اور دوبارہ اٹھنے کی ایک ناکام کوشش کے بعد رینگتا ہوا سمیرا کے قریب پہنچ گیا۔

"سمیرا! سمیرا! میری مظلوم بیٹی۔" وہ اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا ــــ اُسے اپنے سینے سے لگا کر بھینچ رہا تھا۔ پھر اُس نے آگ کی روشنی میں سمیرا کے خون سے بھیگا ہوا ہاتھ اٹھا کر دیکھا اور پوری قوت کے ساتھ چلایا "وحشیو! درندو! اب تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو؟ مجھے قتل کیوں نہیں کرتے۔ تم سمیرا سے ڈرتے تھے لیکن اب وہ میری حفاظت کے لئے تلوار نہیں اٹھائے گی۔"

مسعود چلّایا "تم کیا دیکھ رہے ہو اسے ختم کرو۔" لیکن اُس کے ساتھی اُس کے حکم کی تعمیل کرنے کی بجائے تذبذب اور پریشانی کی حالت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ یہ لوگ جو تھوڑی دیر قبل عدی کے خون کے پیاسے تھے، اپنے سامنے ایک لڑکی کی لاش دیکھ کر خوف زدہ نظر آتے تھے۔ بدوی قبائل کی لڑائیوں میں اِس قسم کے واقعات ایک عام بات تھی لیکن یثرب کے نسبتاً مہذب لوگوں کے نزدیک ایک لڑکی کا قتل ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔ اِس کے علاوہ گھوڑے کی ٹاپ اب بہت قریب سنائی دے رہی تھی اور وہ عدی سے زیادہ دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ایک آدمی نے کہا "جابر، مسعود! تم اطمینان سے ان لاشوں پر تیغ زنی کی مشق کر سکتے ہو۔ یہ سوار تنہا ہے اور اگر وہ دشمن ہؤا تو بھی تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں۔ ہم خطرے کے وقت تمہاری حفاظت کر سکیں گے۔ منات کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تمہارا مقصد ایک لڑکی کو موت کے گھاٹ اتارنا ہے تو میں تمہارا ساتھ نہ دیتا۔ اب نہ معلوم یثرب میں کتنی مائیں اور بہنیں قتل کی جائیں گی۔"

سرپٹ سوار صحن میں داخل ہؤا اور اُن کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے کُود پڑا۔ یہ عاصم تھا۔

سالم نے آگے بڑھ کر اُس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا۔ "اخی! ہم ان سے انتقام لے چکے ہیں۔ یہ عدی ہے اور اِس کے دو بیٹوں کی لاشیں بھی صحن میں پڑی ہوئی ہیں۔ یہ وہ لڑکی ہے، جس نے جابر پر حملہ کیا تھا۔ آپ کہاں تھے؟"۔ عاصم نے آگے بڑھ کر الاؤ کے قریب ایک دلخراش منظر دیکھا اور چند ثانیئے سکتے کے عالم میں کھڑا رہا۔ پھر وہ اُس کی لاش کے قریب بیٹھ گیا اور اُس کا سر اپنی گود میں لے کر چلایا "سمیرا! سمیرا! میری طرف دیکھو، مجھ سے بات کرو، میں تمہارا عاصم ہوں"۔ لیکن سمیرا کے پاس اُس کی التجاؤں کا کوئی جواب نہ تھا۔ اور عاصم کی آواز سسکیوں میں تبدیل ہو رہی تھی۔

عدی نے درد سے کراہتے ہوئے اپنی گردن اٹھائی اور کہا "عاصم! تم بہت دیر سے آئے، سمیرا اب اذی طرف نہیں دیکھے گی، اُسے عمیر اور غلبہ نے اپنے پاس بلالیا ہے۔"

جابر نے آگے بڑھ کر اپنی تلوار بلند کرتے ہوئے کہا "عمیر اور عتبہ تمہیں بھی اپنے پاس بلا رہے ہیں۔ کاش ارح تمہارے قبیلے کے ہر آدمی کو اپنے پاس بلاتے رہیں۔"

عاصم اچانک اپنی جگہ سے اٹھا اور اُس نے پوری قوت سے جابر کو دھکا دے کر ایک طرف گرا دیا اور پھر چشم زدن میں اپنی تلوار نیام سے نکال لی۔

مسعود چلّایا۔ "اسے پکڑلو۔ اسے مار ڈالو۔ یہ غدّار ہے" اور یہ کہتے ہی اُس نے عاصم پر حملہ کر دیا۔ عاصم نے اُس کا وار اپنی تلوار پر روکا اور پھر ایک زخمی شیر کی طرح اُس پر جھپٹ پڑا۔ مسعود کو چند قدم پیچھے دھکیلنے کے بعد اُس نے پوری قوت کے ساتھ ایک وار کیا اور مسعود کی لاش زمین پر تڑپنے لگی۔ جابر نے اٹھ کر عقب سے وار کرنے کی کوشش کی لیکن عدی چلّایا۔ عاصم پیچھے دیکھو!" عاصم نے مڑ کر دیکھا تو وہ جابر کی تلوار کی زد میں آچکا تھا۔ اُس نے اچانک ایک طرف جست لگا دی۔ جابر کی تلوار کی نوک زمین پر جا لگی، اس کے ساتھ ہی عاصم نے ایک بھرپور ہاتھ مارا اور جابر کی تلوار عاصم کی تلوار سے ٹکرانے کے بعد، اُس کے ہاتھ سے نکل کر، چند قدم دور جاگری۔ اب عاصم کی تلوار کی نوک اُس کے سینے پر تھی۔ جابر الٹے پاؤں پیچھے ہٹتے ہوئے دیوار سے جا لگا۔

سالم نے بھاگ کر عاصم کا بایاں بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "اخی! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ میرے ماموں کا بیٹا ہے۔ یہ جابر ہے آپ مسعود کو قتل کر چکے ہیں۔ اخی! ہوش میں آئیے۔"

لیکن عاصم نے اپنی تلوار کی نوک جابر کے سینے سے ہٹائے بغیر اپنے بائیں ہاتھ کو جھٹکا دیا اور کمسن لڑکا زمین پر گر پڑا۔

عاصم نے مڑ کر اُن آدمیوں کی طرف دیکھا جو سراسیمگی کی حالت میں یہ ناقابلِ یقین منظر دیکھ رہے تھے۔ اُس نے کہا "سمیرا کو کس نے قتل کیا ہے؟۔ بزدلو! میں پوچھتا ہوں عدی کی معصوم لڑکی کو کس نے قتل کیا ہے؟" کسی نے جواب نہ دیا۔

عاصم نے جابر کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا "تم بتاؤ! عدی کی بیٹی کو تم نے قتل کیا ہے؟"۔

جابر چلّایا۔ "بھائیو! تم کیا دیکھ رہے، تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ عاصم اپنے ہوش میں نہیں۔ اس پر ابھی تک ۔۔ی کے جادو کا اثر ہے۔ میری جان بچاؤ ——" لیکن کسی کو آگے بڑھنے کی جرأت نہ ہوئی۔

سالم نے دوبارہ اٹھ کر عاصم کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "اخی! ہم نے اِس لڑکی کی جان بچانے کا وعدہ کیا ۔۔۔ نے اچانک جابر پر حملہ کر دیا۔ اگر وہ حملہ نہ کرتی تو یہ اُس پر ہاتھ نہ اُٹھاتا۔ اخی! ہوش سے کام،

لیجئے۔" عاصم نے اپنا ہاتھ چھڑا کر سالم کے منہ پر ایک تھپڑ مارا اور وہ تیورا کر زمین پر گر پڑا۔ پھر اُس نے جابر کی طرف متوجہ ہو کر گرجتی ہوئی آواز میں کہا "تم نے سمیرا کو قتل کیا ہے؟ کاش! منذر کے دس ہزار بیٹے ہوتے اور میں سمیرا کے خون کے ایک ایک قطرے کے بدلے انہیں قتل کر سکتا۔"

وہ چلایا "عاصم! مجھ پر رحم کرو۔" لیکن عاصم نے اپنے ہاتھ کو جنبش دی اور تلوار کی نوک جابر کے سینے میں اتر گئی۔ وہ گرا عاصم نے ایک جنون کی سی حالت میں پے در پے اُس کی تڑپتی ہوئی لاش پر کئی وار کر دیئے۔

"بھائیو! ایک آدمی چلایا "تم کیا دیکھ رہے ہو؟ منذر کے دو بیٹے قتل ہو چکے ہیں۔ اب تم واپس کیا منہ لے کر جاؤ گے۔ ہمارے لئے اِس کی بجائے مرجانا بہتر ہے۔ عاصم پاگل ہو چکا ہے۔ اسے پکڑ لو، اسے مار ڈالو۔ جلدی کرو گھیر ا ڈالو ورنہ تھوڑی دیر میں خزرج کے تمام آدمی یہاں پہنچ جائیں گے۔" وہ نصف دائرے میں آگے بڑھنے لگے۔ اور سالم ایک طرف ہٹ کر سسکیاں لینے لگا۔

عاصم اچانک ایک طرف جھپٹ پڑا اور اُس کے پہلے ہی وار سے ایک آدمی کی لاش زمین پر تڑپ رہی تھی اور باقی بدحواس ہو کر ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ عاصم صحن کے بیچ میں رک گیا اور اُس نے غصّہ سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "بزدلو! میں تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ ہمارے گھر پر شمعون یہودی کے آدمیوں نے حملہ کیا تھا اور عدی کو اِس بات کا علم بھی نہ تھا۔ جب شمعون کے آدمی ہمارے گھر پر حملہ کر رہے تھے، میں عدی کے ساتھ اُس کے باغ میں بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن اب باتوں کا وقت گزر چکا ہے۔ تمہیں صرف لڑنے کا شوق تھا اور میں تمہارا یہ شوق پورا کرنا چاہتا ہوں۔ اب بھیڑوں کی طرح بھاگ کیوں رہے ہو ــــــ آؤ!"

لیکن کسی نے آگے بڑھنے کی جرأت نہ کی۔ اچانک باہر سے نقارے کی آواز سنائی دی اور ایک آدمی چلایا "سنو! ہمارے آدمی نقارہ بجا رہے ہیں۔ دشمن اس طرف آ رہا ہے۔ بھاگو! جلدی کرو!"

دوسرا آدمی چلایا۔ "ٹھہرو! ہم اپنی لاشیں چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔"

تیسرے نے کہا۔ "پاگلو! اب لاشیں اٹھانے کا کون سا وقت ہے۔ یہ بات تمہیں اس وقت سوچنی چاہیئے تھی جب عدی کا ایک لڑکا اپنے قبیلے کو خبردار کرنے کے لئے یہاں سے بھاگ گیا تھا۔ اب اپنی جانیں بچانے کی فکر کرو۔"

آن کی آن میں صحن خالی ہو گیا لیکن سالم عاصم کے قریب کھڑا رہا۔ عاصم غضب ناک ہو کر چلایا۔ "تم اب کیا دیکھ رہے ہو جاؤ!"

سالم نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا "میں نہیں جاؤں گا۔ میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔"

عاصم نے آگے بڑھ کر اُس کا بازو پکڑ لیا اور اُسے زبردستی کھینچتا ہوا صحن کے دروازے تک لے گیا۔ سالم چلا رہا تھا۔ "اخی! تم مجھے بھی جابر اور مسعود کی طرح قتل کیوں نہیں کر دیتے، اب میں قبیلے کے سامنے کیا منہ لے کر جاؤں گا۔"

عاصم نے اُسے پوری قوت کے ساتھ دروازے سے باہر دھکیل دیا اور وہ چند قدم کے فاصلے پر منہ کے بل جا پڑا۔ پھر وہ جلدی سے اٹھا اور ایک ثانیہ عاصم کی طرف دیکھنے کے بعد بھاگتا ہوا باغ میں روپوش ہو گیا۔

عاصم کچھ دیر بے حس و حرکت کھڑا صحن میں بکھری ہوئی لاشوں کی طرف دیکھتا رہا۔ یہ تمام واقعات اُسے ناقابلِ یقین معلوم ہوتے تھے۔ وہ اپنے دل کو تسلیاں دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ ناممکن ہے سمیرا کو موت نہیں آ سکتی۔ یہ ایک خواب ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سمیرا کو موت آ جائے اور میں زندہ رہوں۔ اچانک اُس نے ایک جھرجھری لی اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا سمیرا کی لاش کی طرف بڑھا۔

"پانی! پانی!" عدی کی نحیف آواز سنائی دی اور وہ بھاگ کر مکان کے دروازے کے قریب ایک مٹکے سے پانی کا کٹورا بھر لایا۔ عدی کو چند گھونٹ پلا کر دوبارہ زمین پر لٹانے کے بعد اُس نے سمیرا کو سہارا دے کر اٹھایا اور پانی کا پیالہ اُس کے منہ کو لگا دیا لیکن پانی سمیرا کے حلق میں جانے کی بجائے اِدھر اُدھر بہہ گیا اور عاصم کے لرزتے ہوئے ہاتھ سے پیالہ گر پڑا۔

"سمیرا، سمیرا!" وہ اُس کی لاش کو اپنے سینے سے بھینچ کر چلایا "میری طرف دیکھو! مجھ سے بات کرو۔ مجھے اس دنیا میں تنہا چھوڑ کر نہ جاؤ۔ سمیرا! میں تمہارا مجرم ہوں۔ کاش! میں یہاں نہ آتا۔ کاش! ہم ایک دوسرے کو نہ دیکھتے۔ کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ ہماری محبت اِس گھر کے لئے جہنم کی آگ بن جائے گی۔"

پھر اُس نے آسمان کی طرف دیکھا اور سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔ اے لات! اے ہبل! اے عزیٰ! اے منات! مجھ پر رحم کرو۔ اگر تمہاری آنکھیں ہیں تو میری حالت دیکھو، اگر تمہارے کان ہیں تو میری فریاد

سنو، اگر تم کسی کو کچھ دے سکتے ہو تو میں تم سے سمیرا کی زندگی کی بھیک مانگتا ہوں۔ مہینوں اور برسوں کے لئے نہیں صرف ایک لمحہ کے لئے میری سمیرا مجھے واپس دے دو۔ پھر اسے دنیا کی کوئی طاقت مجھ سے نہیں چھین سکے گی۔ پھر اگر ساری دنیا کے درندے اِس گھر پر حملہ کر دیں تو میں تنہا ان کا مقابلہ کروں گا۔ آسمان کی بے رحم قوتو! تم نے سمیرا کو یہ دیکھنے کا موقع تو دیا ہوتا کہ میں اُس کے لئے اپنے قبیلے سے لڑ سکتا ہوں۔ اے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کے خدا! میں تجھ سے مدد مانگتا ہوں۔"

عدی اُس کے قریب پڑا، اکھڑے اکھڑے سانس لے رہا تھا اور باہر آدمیوں کی چیخ پکار سنائی دے رہی تھی لیکن عاصم کو اپنے گردوپیش کا کوئی ہوش نہ تھا۔ وہ بار بار سمیرا کے چہرے کی طرف دیکھتا اور پھر اُس کی لاش کو اپنے سینے سے لپٹا لیتا۔ باہر کی چیخ پکار صحن کے اندر پہنچ چکی تھی لیکن عاصم کو کسی خطرے کا احساس نہ تھا۔

کسی نے بلند آواز میں کہا۔ "تم کیا دیکھ رہے ہو؟ یہ عاصم ہے اسے پکڑ لو، اسے مار ڈالو۔"

لیکن عاصم اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اُس نے بے اعتنائی سے اپنے گرد گھیرا ڈالنے والوں کی طرف دیکھا، اور گردن جھکا لی۔

کسی نے کہا "نعمان! سب سے پہلے تمہیں وار کرنے کا حق ہے۔" نعمان نے آگے بڑھ کر تلوار بلند کی لیکن عدی جو بظاہر اپنا سفرِ حیات ختم کر چکا تھا، اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اُس نے اپنے دونوں ہاتھ عاصم کے سر پر تان دیئے اور چلایا۔

"نہیں، نہیں! اسے کچھ نہ کہو۔ اِس نے ہماری خاطر منذر کے بیٹوں کو قتل کیا ہے ـــــ اب یہ تمہاری پناہ میں ہے ـــــ نعمان میری آخری خواہش یہ ہے کہ تم .... عاصم کو اپنا دوست سمجھو ـــــ بھائیو! عاصم میرے بیٹوں کا انتقام لے چکا ہے، اب تمہیں تلواریں اٹھانے کی ضرورت نہیں۔" عدی نے یہاں تک کہہ کر ایک جھرجھری لی اور ایک طرف گر پڑا۔

نعمان نے اپنی تلوار پھینک دی اور آگے بڑھ کر اُس کا سر اپنی گود میں لے لیا۔

"ابا جان! ابا جان!" اُس نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔

عدی نے جواب دینے کی بجائے چند اکھڑے اکھڑے سانس لئے اور گردن ڈھیلی چھوڑ دی۔ ایک معمر آدمی نے آگے بڑھ کر اُس کی نبضیں ٹٹولیں اور سر پھیر دیا۔ نعمان پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

صبح کی روشنی نمودار ہو رہی تھی اور عاصم بدستور سمیرا کی لاش سینے سے لگائے بیٹھا تھا۔ جب قبیلے کے آدمی عدی اور اُس کے بیٹوں کی لاشیں اٹھا کر اندر لے گئے۔ تو ایک نوجوان نے عاصم کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اُسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ عاصم نے مڑ کر اُس کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر سمیرا کو اٹھا کر کمرے کی طرف چل دیا۔ لوگ جو غصے اور اضطراب کی بجائے اب پریشانی کی حالت میں اُس کی طرف دیکھ رہے تھے کچھ کہے بغیر راستے سے اِدھر اُدھر ہٹ گئے۔ عاصم دروازے کے قریب رُکا اور چند ثانیئے سمیرا کے چہرے پر نظریں جمائے کھڑا رہا، پھر جب اُس کی آنکھیں آنسوؤں سے چھلکنے لگیں تو اُس نے آگے بڑھ کر سمیرا کو بستر پر لٹا دیا۔ اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا باہر نکل آیا۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ لوگ جو اب آہستہ آہستہ سرگوشیاں کر رہے تھے۔ اُس کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گئے۔ اُن میں سے ہر ایک کی زبان پر کئی سوال تھے لیکن کسی کو اُس سے ہمکلام ہونے کا حوصلہ نہ ہوا۔ اُن کے نزدیک اِس گھر میں عدی اور اُس کے بیٹوں کی موت سے زیادہ اہم واقعہ یہ تھا کہ منذر کے بیٹوں کو عاصم نے قتل کیا تھا۔ اور جب خزرج والوں کی تلواریں اُس کے خون میں ڈوبنے والی تھیں تو عدی نے جان کنی کے وقت اُس کے سر پر اپنے ہاتھ تان دیئے تھے۔

عاصم صحن میں اُس جگہ جہاں وہ کچھ دیر قبل سمیرا کی لاش کو سینے سے لگائے بیٹھا تھا رُکا، اپنی تلوار اُٹھا کر نیام میں ڈالی اور اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد صحن کے اُس کونے کی طرف بڑھا جہاں اُس کا گھوڑا کھڑا تھا۔

نعمان نے اچانک بھاگ کر اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ "آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

عاصم نے بے اختیار اُسے گلے لگا لیا اور اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے معلوم نہیں۔"

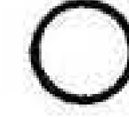
قبیلہ خزرج کے ایک معمر آدمی نے کہا۔ "عاصم! یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی کہ تم نے ہماری خاطر منذر کے بیٹوں کو کیسے قتل کیا ـــــ لیکن ہم تمہیں اپنی پناہ میں لینے کو تیار ہیں۔"

عاصم نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "اب مجھے کسی کی پناہ کی ضرورت نہیں۔"

ایک نوجوان نے عاصم کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر اُس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ "اگر تمہیں ہماری پناہ میں رہنا پسند نہیں تو فوراً یثرب سے کہیں دور نکل جاؤ۔ ورنہ اب تمہارے قبیلے کے لوگ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"میں یثرب کو چھوڑ رہا ہوں لیکن جانے سے پہلے یہاں میرے حصے کا ایک کام باقی ہے۔"

عاصم اچھل کر گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو گیا اور اُسے سرپٹ دوڑاتا ہوا صحن سے باہر نکل گیا۔



عدی کے گھر سے کوئی ایک میل دور ایک کشادہ راستے کے دونوں کناروں پر کچی دیواریں یہودیوں کے باغوں کی حفاظت کرتی تھیں۔ اچانک دو آدمی یکے بعد دیگرے ان دیواروں پر سے کود کر عاصم کے راستے میں کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ بلند کر دیئے۔

عاصم نے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا، یہ عباد اور سالم تھے۔ اُس نے پوری قوت کے ساتھ باگیں کھینچ کر اپنا گھوڑا روکا اور کہا۔ "عباد! تم کہاں تھے؟"

عباد نے جواب دیا۔ "میں راستے میں پہرا دے رہا تھا۔ سالم نے حکم دیا تھا کہ اگر دشمن خبردار ہو کر عدی کی مدد کے لئے اِس طرف آئے تو ہم نقارہ بجا دیں۔ جب آپ یہاں سے گزرے تھے تو میں نے آپ کو پہچان لیا تھا اور آپ کا راستہ روکنے کی کوشش کی تھی لیکن آپ میری طرف توجہ دیئے بغیر آگے نکل گئے ـــــ اس کے بعد جب خزرج کی آبادی میں چیخ پکار سنائی دینے لگی تو میرے دو ساتھی نقارہ بجا کر بھاگ گئے لیکن چونکہ عدی کے گھر پر حملہ کرنے والے ساتھیوں نے بہت دیر لگا دی تھی اِس لئے میں تشویش کی حالت میں باغوں سے گزرتا ہوا عدی کے گھر کی طرف چل دیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے عدی کے باغ سے بھاگتے ہوئے آدمیوں کی آہٹ سنائی دی۔ مجھے یقین تھا کہ یہ ہمارے آدمی ہیں، تاہم میں اطمینان کرنے کے لئے ایک درخت کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ وہ مجھ سے چند قدم دور باتیں کرتے ہوئے گزر گئے، وہ آپ کو بدترین گالیاں دے رہے تھے اور میں نے اُن کے سامنے جانا گوارا نہ کیا۔ پھر ایک آدمی جس کی ٹانگ زخمی تھی لنگڑاتا ہوا میرے پاس سے گزرا اور میں نے اُس کا راستہ روک کر اتنی دیر سے واپس آنے کی وجہ دریافت کی۔ اُس نے جواب دینے کے بجائے میرے منہ پر تھوک دیا۔ اور تلوار نکال کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں نے ایک طرف ہٹ کر اپنی جان بچائی اور وہ میرا پیچھا کرنے کی بجائے آپ کو گالیاں دیتا ہوا آگے نکل گیا۔ پھر میں کچھ دور اور آگے گیا تو مجھے سالم مل گیا اور ـــــ"

"اور پھر تمہیں سالم نے بتایا کہ میں اپنے قبیلے کا غدار اور قاتل ہوں۔ کہو! خاموش کیوں ہو گئے؟"

عباد نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ "مجھے یقین نہیں آتا کہ آپ نے منذر کے بیٹوں کو قتل کیا ہے لیکن اگر یہ درست ہو تو بھی میں آپ کا غلام ہوں۔"

"تم آج سے آزاد ہو۔ اور سالم اِس بات کی گواہی دے گا کہ میں اپنے حصّے کی جائداد تمہارے حوالے کر کے جا رہا ہوں۔"

"آپ مجھے قتل کر سکتے ہیں لیکن ان حالات میں اپنا ساتھ چھوڑنے پر آمادہ نہیں کر سکتے۔"

عاصم نے کہا۔ "میں تم سے صرف ایک خدمت لینا چاہتا ہوں۔ تم عدی کے گھر کے قریب چھپ کر میرا انتظار کرو۔ اگر کوئی خطرہ پیش آئے تو یہ کہہ دینا کہ تم میرے حکم کی تعمیل کر رہے ہو۔ میں تھوڑی دیر تک وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

سالم نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "اخی! آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"تمہیں اطمینان رکھنا چاہیئے کہ میں گھر نہیں جاؤں گا۔"

سالم نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ "میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اس طرف آبادی کا رُخ نہ کریں۔ اب قبیلے کا ہر آدمی آپ کی تلاش میں ہو گا۔"

عاصم نے قدرے نرم ہو کر کہا۔ "سالم! اب تمہیں میری موت و حیات سے کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہیئے تم گھر جاؤ ـــــ"

سالم نے اُس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا۔ "نہیں! جب تک آپ یہ نہیں بتاتے کہ آپ اس وقت کیوں جا رہے ہیں، میں یہاں سے نہیں ہلوں گا۔ میں منات کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر دشمن کا سارا قبیلہ اِس طرف آ گیا تو بھی میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔"

"تم جاننا چاہتے ہو میں اس وقت کہاں جا رہا ہوں؟"

"ہاں ـــــ"

"بہت اچھا! میرے پیچھے بیٹھ جاؤ ـــــ"

سالم اُچھل کر عاصم کے پیچھے بیٹھ گیا اور عاصم نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

تھوڑی دیر بعد سالم نے کہا۔ "اخی! اس طرف مت جائیے۔ قبیلے کے آدمی ہمیں دیکھتے ہی آپ پر

ٹوٹ پڑیں گے۔ اور مجھے یقین ہے کہ اب ابا جان بھی آپ کی حمایت میں کچھ نہیں کہہ سکیں گے۔"

عاصم نے کہا "سالم! تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ اگر قبیلے کے لوگوں نے تمہیں جابر اور مسعود کے قاتل کے ساتھ دیکھ لیا تو تم اُن کے طعنے برداشت نہیں کر سکو گے۔"

سالم نے کہا "بھائی جان! میں آپ کی خاطر آگ میں کود سکتا ہوں۔ لیکن میرے لئے یہ ناقابلِ برداشت ہے کہ آپ نے عدی کی بیٹی کی خاطر میرے ماموں کے بیٹوں کو قتل کیا ہے۔ آپ اُس وقت کہاں تھے جب انہوں نے ہمارے گھر پر حملہ کیا تھا۔ آپ اُن لوگوں کو کیسے معاف کر سکتے ہیں جنہوں نے ہمارے گھر کو آگ لگائی تھی اور ابا جان کو زخمی کیا تھا ــــ"

عاصم نے گھوڑے کی باگ کھینچتے ہوئے جواب دیا "اُس وقت میں عدی کے باغ میں اُس سے باتیں کر رہا تھا اور اُس کے بیٹے گھر میں سو رہے تھے۔"

"یہ ناممکن ہے! عباد نے عدی کے گھر تک حملہ کرنے والوں کا تعاقب کیا تھا۔ آپ اُس سے پوچھ سکتے ہیں۔"

"مجھے پوچھنے کی ضرورت نہیں، عباد نے صرف ایک آدمی کا تعاقب کیا تھا اور وہ شمعون کا غلام تھا۔ اُسے یہ خدمت سونپی گئی تھی کہ جب شمعون کے آدمی ہمارے گھر کو آگ لگا دیں تو وہ اُن کا پیچھا کرنے والوں کو عدی کے گھر کی طرف لے جائے۔"

سالم نے کہا "مجھے یقین ہے کہ آپ جھوٹ نہیں بولتے لیکن آپ کرنا کیا چاہتے ہیں؟"

"یہ تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

دائیں طرف ایک جگہ سے دیوار ٹوٹی ہوئی تھی اور وہاں جھاڑیوں کی باڑ لگی ہوئی تھی۔ عاصم نے باگ موڑ کر گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہ باڑ پھاند کر باغ میں داخل ہو گیا۔

سالم نے کہا "یہ شمعون کا باغ ہے آپ اُس کے گھر پر حملہ کرنا چاہتے ہیں؟"

عاصم نے گھوڑا روکا اور نیچے کودتے ہوئے کہا "مجھے حملہ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ تم یہاں انتظار کرو ـــــ اگر کوئی خطرہ پیش آئے تو میرے گھوڑے پر یہاں سے نکل جانا۔"

"لیکن میں ـــــ"

عاصم نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا "اب تم خاموش رہو، یہ باتوں کا وقت نہیں۔ میں تمہیں صرف اس لئے ساتھ لایا ہوں کہ شاید قبیلے کے لوگوں کو تمہاری گواہی پر اعتبار آ جائے ـــــ اگر مجھے اپنے کام میں کسی کی مدد کی ضرورت ہوتی تو میں تمہاری بجائے عباد کو اپنے ساتھ لاتا۔"

سالم نے کہا "بہت اچھا! میں آپ کے ساتھ جانے پر ضد نہیں کرتا لیکن مجھ سے یہ توقع نہ رکھئے کہ اگر کوئی خطرہ پیش آیا تو میں آپ کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جاؤں گا۔"

عاصم نے کوئی جواب دیئے بغیر جلدی سے گھوڑے کی گردن سے رسّا اتارا اور بھاگتا ہوا درختوں میں غائب ہو گیا۔ باغ میں سو گز چلنے کے بعد وہ شمعون کے گھر کے بیرونی احاطے کی دیوار کے سامنے رکا اور دیوار پر چڑھ کر اندر جھانکنے لگا۔ دائیں طرف شمعون کے سکونتی مکان کا دروازہ بند تھا اور بائیں طرف کچھ فاصلے پر ایک چھپر کے نیچے اُس کے نوکر لیٹے تھے۔ عاصم کسی توقف کے بغیر صحن میں کود پڑا اور چھپر کی طرف بڑھا۔ چھپر کے اندر تین آدمی گہری نیند میں خراٹے لے رہے تھے۔ ایک دراز قامت اور قوی ہیکل آدمی کے خراٹے سب سے زیادہ بلند تھے۔ عاصم نے ہلکی سی ٹھوکر سے اُسے جگایا اور اُس کے سینے پر تلوار کی نوک رکھ دی۔ شمعون کے غلام نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں اور انتہائی بدحواسی کے عالم میں عاصم کی طرف دیکھنے لگا۔ عاصم نے تلوار پر ذرا دباؤ ڈالتے ہوئے کہا "اگر تم نے شور مچایا تو میں تمہیں قتل کر ڈالوں گا۔ تمہیں اپنی جان عزیز ہے تو میرے حکم کی تعمیل کرو ـــــ اٹھو! اور اپنے ساتھیوں کی طرف مت دیکھو، وہ تمہاری مدد نہیں کر سکتے۔ میں اگر چاہوں، تو انہیں جگا کر بھی قتل کر سکتا ہوں۔" غلام خوف سے کانپتا ہوا اٹھا۔ عاصم نے اُس کے گلے میں پھندا ڈال کر رسّے کو ایک جھٹکا دیا۔ اور پھر تلوار کی نوک اُس کی گردن پر رکھتے ہوئے کہا "تمہاری خیر اسی میں ہے کہ تم خاموشی سے میرے آگے آگے چلتے رہو ـــــ" غلام کو اِس حکم کی تعمیل کے سوا کوئی راستہ نظر نہ آیا، وہ عاصم کے آگے آگے چل دیا۔

صحن کے دروازے کے قریب رک کر غلام نے پہلی بار عاصم سے ہمکلام ہونے کی جرأت کی اور اُس نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا "آپ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟"

عاصم نے جواب دیا "تم دروازہ کھولو۔ اور خاموشی سے میرے ساتھ چلتے رہو۔"

غلام نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے دروازہ کھول دیا اور وہ باغ میں داخل ہوئے۔ اچانک بائیں ہاتھ

گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی اور سالم درختوں کی آڑ سے نکل کر اُن کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"اخی!" اُس نے گھوڑے سے اتر کر معذرت کے انداز میں کہا۔ "میرے لئے وہاں انتظار کرنا بہت صبر آزما تھا اب صبح ہو گئی ہے آپ دیر نہ کریں۔"

عاصم کچھ کہے بغیر گھوڑے پر سوار ہو گیا اور پھر شمعون کے غلام سے مخاطب ہو کر بولا۔ "تم رات بھر کی بھاگ دوڑ سے بہت تھک گئے ہو گے لیکن میں اِس وقت تمہارے لئے سواری کا انتظام نہیں کر سکتا۔ تمہیں کچھ دیر میرے ساتھ بھاگنا پڑے گا۔ تمہارا فائدہ اسی میں ہے کہ تم راستے میں گرنے کی کوشش نہ کرو ——— اور تمہارے فائدے کی دوسری بات یہ ہے کہ تم میرے ہر سوال کا جواب دو۔"

غلام نے کہا۔ "آپ نے وعدہ کیا ہے کہ آپ مجھے قتل نہیں کریں گے۔"

"لیکن اگر تم نے کوئی غلط جواب دیا تو میں اپنے وعدے پر قائم نہیں رہ سکوں گا ——— بتاؤ رات کے وقت ہمارے گھر سے عدی کے باغ تک کسی نے تمہارا پیچھا کیا تھا؟"

"جی ہاں ———"

"اور جب تم عدی کے باغ میں چھپ گئے تھے تو وہاں میں تمہیں ملا تھا؟"

"جی ہاں ———"

"تم ہمارے گھر میں آگ لگانے کے بعد بھاگے تھے؟"

"جناب! میں بے قصور ہوں، میں باہر کھڑا تھا۔ میں ایک غلام ہوں اور اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔"

"میں تمہیں شمعون کے جرم کی سزا نہیں دوں گا۔ لیکن سچ کہو کیا شمعون نے تمہیں یہ حکم دیا تھا کہ جب ہمارے آدمی حملہ کرنے والوں کا تعاقب کریں تو تم انہیں اپنے پیچھے لگا کر عدی کے گھر تک پہنچا دو، تاکہ ہمارے آدمی یہ خیال کریں کہ حملہ کرنے والے عدی کے بیٹے تھے۔"

"جناب! مجھ پر رحم کیجئے وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

عاصم نے رسّے کو جھٹکا دیا اور گرجتی ہوئی آواز میں چلایا۔ "خبیث! ٹھیک ٹھیک جواب دو۔"

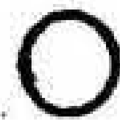
غلام نے سراپا التجا بن کر جواب دیا۔ "جناب! مجھ پر رحم کیجئے۔ میں نے صرف اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کی ہے۔"

عاصم نے کہا۔ "سالم اب تم اپنے گھر جاؤ، اب تم سمجھ گئے ہو گے کہ اِس لڑائی سے میرے اجتناب کی وجہ کیا تھی۔ میں اپنے قبیلے سے مایوس ہوں لیکن عدی کے گھر میں جمع ہونے والے لوگ شاید یہ بات سمجھ جائیں کہ ہم یہودیوں کے ناپاک مقاصد کی تکمیل کے لئے ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں۔ اِس کے بعد میری کوشش یہ ہو گی کہ یہ شخص زندہ تمہارے پاس پہنچ جائے ——— اس لئے نہیں کہ میں اپنی صفائی پیش کرنا چاہتا ہوں بلکہ اِس لئے کہ جب میں یہاں سے نکل جاؤں تو تم میرا نام لیتے ہوئے شرم محسوس نہ کرو۔ اب تم جاؤ! اگر عباد راستے میں مل گیا تو میں اسے اُس کے حوالے کر دوں گا۔"

سالم نے کہا۔ "اخی! آپ ان باتوں میں وقت ضائع کرنے کی بجائے اپنی جان بچانے کی فکر کریں۔ جابر اور مسعود کے قتل کے بعد ہمارے قبیلے کا کوئی آدمی میری باتوں پر کان دھرنے کے لئے تیار نہیں ہو گا۔ اور اگر وہ اِس ذلیل غلام کی گواہی پر اعتبار کر بھی لیں تو بھی وہ آپ کو معاف کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ آپ یہاں سے فوراً نکل جائیں۔ میں جبل احد کے چشمے کے قریب آپ کا انتظار کروں گا۔"

"سالم تمہارا کیا خیال ہے کہ میں عدی اور سمیرا کے قاتلوں سے رحم کی درخواست کروں گا۔ منات کی قسم! اگر بنو اوس میرے سر پر تاج رکھ دیں تو بھی میں اُن کی رفاقت گوارا نہیں کر سکتا۔ تمہیں احد کے دامن میں میرا راستہ دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ میں شام کا رُخ کر رہا ہوں اور یہ میری آخری ملاقات ہے۔ اگر تم عباد کا خیال رکھ سکو تو یہ مجھ پر احسان ہو گا۔"

عاصم نے یہ کہہ کر گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور شمعون کا غلام جس کا رسّہ اُس نے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا اُس کے ساتھ بھاگنے لگا۔



قبیلۂ خزرج کے کئی اور آدمی عدی کے گھر میں جمع ہو چکے تھے اور چند عورتیں بین کر رہی تھیں۔ مقتولین کے خون سے بھرا ہوا ایک پیالہ دروازے کے سامنے پڑا تھا اور نو وارد باری باری اِس خون سے اپنی انگلیاں تر کر کے اُن کا انتقام لینے کا حلف اٹھا رہے تھے۔

عاصم گھوڑا دوڑاتا ہوا صحن میں داخل ہوا۔ شمعون کا غلام جس کا لباس پسینے سے تر ہو چکا تھا۔ بڑی مشکل سے اُس کا ساتھ دے رہا تھا۔ عباد اُسے پیچھے سے ننگی تلوار سے ہانک رہا تھا۔ عاصم نے صحن میں داخل ہوتے ہی رسے کو زور سے جھٹکا دیا اور غلام جس کی ہمت جواب دے چکی تھی منہ کے بل گر پڑا۔

صحن میں جمع ہونے والے لوگ ایک دوسرے کی زبانی عاصم کی کارگزاری کا حال سن چکے تھے اس لئے کسی نے اُس کی آمد پر بے چینی کا مظاہرہ نہ کیا لیکن شمعون کے غلام اور عباد کو دیکھ کر وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔

عاصم نے کہا۔ "بھائیو! میں نے آپ سے کہا تھا کہ یثرب میں میرے حصے کا آخری کام باقی ہے ــــ اب شمعون کے غلام کو آپ کے سامنے پیش کر کے میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں۔ یہ اِس بات کی گواہی دے گا کہ اوس اور خزرج ایک دوسرے کا خون بہا کر یہودیوں کے مقاصد کی تکمیل کر رہے ہیں۔ تم لوگ جانتے ہو کہ اب میرا اپنے قبیلے سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ مجھے اس سے سروکار نہیں کہ تم میں سے کون مرتا ہے اور کون زندہ رہتا ہے ــــ میں یہاں نہیں رہوں گا، اور میری آنکھیں تمہاری بربادی کا تماشا نہیں دیکھیں گی، لیکن یثرب چھوڑنے سے پہلے میں آخری بار تمہیں یہ بتانا چاہتا تھا کہ اوس اور خزرج جس آگ کا ایندھن بن رہے ہیں وہ آگ یہودیوں نے لگائی ہے ــــ یہ شمعون کا غلام ہے اور تم اِس سے میری باتوں کی تصدیق کر سکتے ہو۔ رات کے وقت جب ہمارے گھر پر حملہ ہوا تھا تو میں باغ میں عدی سے باتیں کر رہا تھا۔ سمیرا کے سوا اِس گھر کے کسی اور فرد کو ہماری ملاقات کا علم نہ تھا۔ پھر جب میں عدی سے رخصت ہو کر باغ سے نکل رہا تھا تو شمعون کا غلام بھاگتا ہوا اِس باغ میں داخل ہوا۔ اور ایک آدمی جو اس کا پیچھا کر رہا تھا واپس چلا گیا۔ میں نے اس غلام سے اس طرف آنے کی وجہ پوچھی تو اس نے یہ بتایا کہ میں اپنے آقا کے گھر سے چوری کر کے بھاگا ہوں۔ اور اُس کے نوکر میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ مجھے شمعون کی چوری سے کوئی دلچسپی نہ تھی، اِس لئے میں نے اِسے چھوڑ دیا ــــ جب میں گھر پہنچا تو وہاں ہمارے مویشیوں کا چھپر جل رہا تھا اور میرا چچا زخمی تھا۔ قبیلے کے لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ عدی کے بیٹے ہمارے گھر پر حملہ کر کے بھاگ گئے ہیں اور میرے غلام عباد نے اس گھر تک، اُن میں سے ایک کا تعاقب کیا ہے۔ اِس کے ساتھ ہی مجھے یہ پتا چلا کہ منذر کے بیٹے عدی کے گھر پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ میں واپس یہاں پہنچا تو اِس گھر پر حملہ کرنے والے اپنا کام پورا کر چکے تھے۔"

شمعون کا غلام بے حس و حرکت منہ کے بل پڑا تھا۔ عاصم نے عباد کو اشارہ کیا اور اُس نے اُس کی گردن پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ عاصم نے غلام سے مخاطب ہو کر کہا۔ "بتاؤ! یہ باتیں درست ہیں؟"

"ہاں۔" اُس نے گردن جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا یہ درست ہے کہ حملے کے بعد شمعون نے تمہیں عدی کے گھر کی طرف بھاگنے کی ہدایت کی تھی؟"

"جی ہاں! لیکن میں بے قصور ہوں ــــ ایک غلام کے لئے اپنے آقا کے حکم کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"

عاصم نے عباد کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "عباد! اب تم اِسے میرے چچا کے پاس لے جاؤ۔ اگر یہ اُن کے سامنے اپنے بیان سے منحرف ہونے کی کوشش کرے تو اسے سالم کے سپرد کر دینا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اِس کا سر قلم کرتے ہوئے شمعون کا خوف محسوس نہیں کرے گا۔ تمہارے لئے یہودیوں کی آبادی سے گزرنا خطرناک ہوگا، اِس لئے باہر سے پھیر کھا کر گھر پہنچنے کی کوشش کرنا ــــ"

عباد نے غلام کا رسا پکڑتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں آپ کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "ساتھ کسی ایسے مسافر کا دیا جاتا ہے جس کی کوئی منزل ہو اور میرے لئے بے نشان راستوں کے سوا کچھ نہیں۔ تم جاؤ!"

عباد کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے اور وہ غلام کو کھینچتا ہوا وہاں سے چل دیا۔

حاضرین اب آہستہ آہستہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ عاصم کچھ دیر خاموشی سے اُن کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "منذر کے بیٹوں نے سمیرا، عدی اور نعمان کے بھائیوں کو قتل کیا ہے اور میں نے منذر کے بیٹوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے، لیکن یہ اوس اور خزرج میں سے کسی کی فتح نہیں ــــ یہ صرف یہودیوں کی فتح ہے۔ تمہارے درمیان نفرت کی آگ یہودیوں نے جلائی ہے اور تمہارے خون کے چھینٹوں سے اِس کے شعلے بھڑکتے رہیں گے ــــ میرا جرم یہ تھا کہ میں نے اِس آگ کو بجھانے کی کوشش کی تھی۔ اور مجھے اِس جرم کی سزا مل چکی ہے۔ میرے باغ کے تمام پھول اِس آگ کی نذر ہو چکے ہیں۔ اب مجھے یثرب سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اب میں تم سے کوئی التجا نہیں کروں گا۔"

اتنا کہنے کے بعد عاصم کی آواز بھرا گئی اور اُس نے گھوڑے کی باگ موڑ لی۔

نعمان نے بھاگ کر صحن کے دروازے کے باہر اُسے روکا اور کہا۔ "عاصم، ٹھہرو! ـــــ مجھے معلوم نہیں کہ تم سمیرا کو کب سے جانتے تھے۔ لیکن میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر وہ زندہ ہوتی اور تمہارا ساتھ دینا چاہتی تو میں اُس کا راستہ نہ روکتا۔ میرے لئے صرف یہ جان لینا کافی ہوتا کہ تم نے ابا جان کی حمایت میں تلوار اٹھائی تھی۔ مجھے اپنے قبیلے کے طعنوں کی پروا نہ ہوتی۔ اب اگر تم جانے سے پہلے ایک بار پھر اُسے دیکھنا چاہو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

عاصم نے بڑی مشکل سے اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "نعمان! اب میں سمیرا کو نہیں دیکھ سکوں گا۔"

ایک عمر رسیدہ آدمی آگے بڑھا اور اُس نے کہا۔ "بیٹا! اب تم دیر نہ کرو ورنہ تمہارے لئے یثرب سے زندہ بچ نکلنا ناممکن ہو جائے گا۔"

نعمان نے کہا۔ "آپ کا گھوڑا تھک گیا ہوگا۔ آپ میرا تازہ دم گھوڑا لے جائیے۔"

"نہیں! یہ میرا آخری دوست ہے اور میں اسے یہاں چھوڑنا پسند نہیں کروں گا ـــــ" عاصم نے یہ کہہ کر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

باب (۱۱۱)

طلوعِ آفتاب کے کچھ دیر بعد عاصم ایک ٹیلے کے قریب سے گزر رہا تھا۔ اچانک ٹیلے کی اوٹ سے سالم گھوڑا بھگاتا ہوا نمودار ہوا اور عاصم نے اپنے گھوڑے کی باگ کھینچتے ہوئے کہا۔ "سالم تمہیں اس طرف تنہا نہیں آنا چاہئے تھا۔ اگر قبیلۂ خزرج کے آدمیوں نے تمہیں دیکھ لیا تو وہ بھوکے بھیڑیوں کی طرح تم پر ٹوٹ پڑیں گے۔"

سالم نے کہا۔ "آپ میری فکر نہ کیجئے۔ چلئے، میں آپ کو کسی محفوظ جگہ پہنچا کر، الوداع کہنا چاہتا ہوں۔"

عاصم نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور سالم اُس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ قریباً چار کوس سفر کرنے کے بعد وہ شام کے راستے سے ایک طرف ہٹ کر ایک اور ٹیلے کے عقب میں گھوڑوں سے اتر پڑے۔

سالم نے جلدی سے اپنی کمان اور تیروں سے بھرا ہوا ترکش عاصم کو پیش کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے ڈر تھا کہ آپ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر اس بے سروسامانی کی حالت میں زیادہ دُور نہیں جا سکیں گے۔ اس لئے میں پانی کا مشکیزہ اور ضرورت کی دوسری چیزیں لے آیا ہوں ـــــ آپ میرے گھوڑے پر سوار ہو جائیں۔ میں نے خرجین میں ستو کھجوریں اور پنیر رکھ دیا ہے۔ اور جو امانت آپ سعاد کے پاس چھوڑ آئے تھے وہ بھی میں نے خرجین میں رکھ دی ہے۔ جب میں گھر کے قریب پہنچا تو قبیلے کے سواروں کی ایک ٹولی ملی، یہ لوگ شام کے راستے کی ناکا بندی کے لئے جا رہے تھے۔ میں نے انہیں بتایا کہ آپ مکہ کی طرف نکل گئے ہیں اور وہ اُس طرف چلے گئے۔ قبیلے کے باقی لوگ منذر کے گھر میں رہ گئے تھے۔ اور باری باری آپ سے انتقام لینے کا حلف اٹھا رہے تھے میں نے انہیں بھی یہی بتایا کہ آپ مکہ کی سمت میں دُور جا چکے ہیں اور یہ سنتے ہی کئی اور سوار اُس طرف چل پڑے۔ اِس کے بعد میرے لئے سب سے بڑا

مسئلہ یہ تھا کہ آپ کو سفر کا ضروری سازو سامان مہیا کیا جائے ــــــ میں نے اُس ٹیلے کے پیچھے خاصی دیر انتظار کیا مجھے یہ ڈر لگ رہا تھا کہ شاید آپ جا چکے ہیں۔ اب آپ جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو جائیے۔"

عاصم نے کہا "مجھے اپنا گھوڑا چھوڑنا پسند نہیں۔ میں تمہارے گھوڑے کی زین اِس پر ڈال لیتا ہوں۔"

سالم نے کہا "اچھا جلدی کیجئے مجھے اندیشہ ہے کہ مکّہ کے راستے پر تلاش کرنے کے بعد وہ آپ کو شام کے راستے پر تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔"

عاصم نے جلدی سے سالم کے گھوڑے کا سازو سامان اُتار کر اپنے گھوڑے پر ڈال لیا اور اس کے بعد سالم سے پوچھا "تم نے سعاد کو تمام واقعات بتا دیئے ہیں؟"

"ہاں! اُسے اب آپ کے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں رہی۔ وہ مسعود اور جابر کے لئے روتی ہے اور آپ کی سلامتی کے لئے دعائیں مانگتی ہے۔"

"اور تم بھی میری سلامتی کے لئے دعائیں مانگتے ہو؟"

سالم نے جواب دینے کی بجائے عاصم کی طرف دیکھا اور اُس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔

عاصم نے کہا "اچھا تم جاؤ اور سیدھے گھر پہنچنے کی کوشش کرو۔ میں نے شمعون کے غلام کو عدی کے گھر میں جمع ہونے والوں کے سامنے پیش کرنے کے بعد، عباد کے ساتھ بھیج دیا تھا۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ تمہارے ماموں جیسے لوگ میرے اِس اقدام کو بھی ایک سازش ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔ ممکن ہے کہ غلام وہاں جا کر اپنے بیان سے منحرف ہو جائے اور وہ عباد کی بوٹیاں نوچنے کو تیار ہو جائیں۔"

سالم نے کہا "آپ اطمینان رکھئے۔ قبیلے کے آدمی منذر کے گھر میں جمع ہو رہے ہیں۔ اور میں نوکروں کو تاکید کر آیا تھا کہ اگر عباد شمعون کے غلام کے ساتھ آئے تو وہ انہیں گھر سے باہر روک لیں اور میری واپسی تک باغ میں چھپائے رکھیں۔"

"چچا جان نے میرے متعلق پوچھا تھا؟"

"نہیں! وہ اندر پڑے ہوئے تھے۔ ان سے اب تک کسی نے لڑائی کے واقعات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اِس لئے میں نے بھی یہی مناسب سمجھا کہ ابھی انہیں پریشان نہ کیا جائے ــــــ سعاد جو مکان سے باہر میری راہ دیکھ رہی تھی کسی سے جابر اور مسعود کی موت کی خبر سُن چکی تھی، مجھے اُس کے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے تمام واقعات بتانے پڑے

میں اُس سے بھی کہہ آیا ہوں کہ وہ عباد کا خیال رکھے۔ اب آپ وقت ضائع نہ کیجئے۔"

عاصم گھوڑے پر سوار ہونے لگا تو سالم نے اچانک بدحواس ہو کر کہا "ٹھہرئیے! شاید کوئی آ رہا ہے۔"

عاصم کو ٹیلے کے دوسری طرف گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی اور وہ حیران ہو کر سالم کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں ابھی دیکھ کر آتا ہوں۔" سالم نے یہ کہہ کر اپنے گھوڑے کی باگ عاصم کے ہاتھ میں دے دی اور بھاگتا ہوا ٹیلے کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ چند ثانیئے ایک پتھر کی اوٹ میں سمٹ کر وہ ٹیلے کی دوسری جانب دیکھتا رہا، پھر باگ اس کے ہاتھ سے لے کر بولا "وہ ہمارے قبیلے کے آدمی ہیں۔ شاید انہیں آپ کا سراغ مل گیا ہے۔"

"وہ کتنے ہیں ـــــ؟"

"تین ہیں۔ لیکن آپ کے لئے اُن سے الجھنا خطرناک ہوگا۔ وہ لڑنے کی بجائے واپس جا کر سارے قبیلے کو اِس طرف لے آئیں گے اور پھر شام کی حدود تک آپ کا پیچھا کریں گے۔ آپ یہیں کھڑے رہیں، میں انہیں دوسری طرف لے جانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

سالم، عاصم کے جواب کا انتظار کئے بغیر گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور آن کی آن میں ٹیلے کے گرد نصف چکر کاٹ کر دوسری جانب پہنچ گیا۔

عاصم چند ثانیئے بے حس و حرکت کھڑا رہا پھر گھوڑے کو ایک جھاڑی سے باندھ کر ٹیلے پر چڑھا اور چوٹی کے قریب لیٹ کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ شام کے راستے پر تین سوار کافی دور جا چکے تھے اور سالم پوری تیز رفتاری کے ساتھ اُن کا پیچھا کر رہا تھا۔ پھر یہ سوار ایک پہاڑی کے دامن میں رک گئے اور مڑ کر سالم کی طرف دیکھنے لگے۔ سالم نے اُن کے قریب پہنچ کر اپنا گھوڑا روکا۔ وہ کچھ دیر کھڑے رہے اور اس کے بعد معمولی رفتار سے واپس یثرب کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب وہ ٹیلے کے قریب سے گزر رہے تھے۔ عاصم ایک پتھر کی آڑ میں لیٹا اُن کی باتیں سُن رہا تھا۔

ایک سوار کہہ رہا تھا "میرا اب بھی یہی مشورہ ہے کہ ہمیں یہیں پہرا دینا چاہیئے۔ تمہارے ابا کہتے تھے کہ وہ مکہ کے سوا کہیں نہیں جائے گا۔"

سالم کی آواز سنائی دی "میری نظر اتنی کمزور نہیں کہ میں عاصم کا گھوڑا بھی نہ پہچان سکوں۔ میں نے اُسے پہاڑی سے نکل کر اس طرف مڑتے دیکھا تھا اور مجھے یقین ہے کہ اب تک وہ جبل احمد کے عقب میں پہنچ چکا ہوگا۔"

"اگر وہ اُس طرف گیا تھا تو تم ہمارے پیچھے کیوں بھاگ رہے تھے؟"

"اُس کا تعاقب کرنے کے لئے مجھے تمہاری مدد کی ضرورت تھی۔ جب تم اُس پہاڑی کے قریب سے گزر رہے تھے تو میں نے تمہیں آوازیں دیں لیکن تم میری طرف متوجہ ہوئے بغیر آگے نکل گئے۔"

"لیکن تم تنہا اس طرف کیسے آگئے؟"۔

"مجھے شک ہوا تھا کہ شاید وہ مکہ کا رُخ کرنے کی بجائے کہیں آس پاس چھپ کر دن گزارنے کی کوشش کرے میں بنو قریظہ کے باغوں کے قریب پہنچا تو ایک چرواہے نے مجھے بتایا کہ میں نے ابھی ایک آدمی کو باغ سے نکلتے دیکھا ہے۔ گھوڑے کا حلیہ دریافت کرنے پر مجھے یقین ہو گیا کہ وہ عاصم کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا۔"

ایک اور آواز سنائی دی "میرے خیال میں ہمیں عاصم کا پیچھا کرنے کی بجائے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو خبردار کرنا چاہیے۔ اگر شام تک اُس کا سراغ نہ ملا تو رات ہی رات میں وہ کوسوں دور نکل جائے گا۔"

عاصم اِس سے زیادہ نہ سُن سکا۔ سوار آگے نکل گئے اور جب وہ اُس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تو اُس نے ٹیلے سے نیچے اتر کر اپنا گھوڑا کھولا اور اُس پر سوار ہو گیا۔

○

ایک فوری خطرہ دور ہو چکا تھا۔ اور اب وہ کسی قدر اطمینان کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ لیکن اچانک اُس کے دل میں خیال آیا کہ میں کہاں جا رہا ہوں اور اُسے اپنی زندگی کا ہر سانس ناقابلِ برداشت محسوس ہونے لگا ــــــ ماضی سے اُس کے تمام رشتے کٹ چکے تھے اور مستقبل کی تمام امیدیں خاک میں مل چکی تھیں، اپنے وطن سے آگے وہ روئے زمین کی جن وسعتوں کو سمیرا کے حسین تصورات سے آباد کیا کرتا تھا، وہ اب ایک بھیانک خلا میں تبدیل ہو چکی تھیں۔ نسلی غرور اور قبائلی عصبیت ایک عرب نوجوان کی سب سے بڑی پونجی تھی۔ لیکن وہ یہ پونجی لٹا چکا تھا۔ اُسے بنو اوس کے لئے لڑنا اور مرنا سکھایا گیا تھا۔ لیکن اب وہ اُن تمام عقائد سے منہ پھیر چکا تھا جو اُسے زندگی سے زیادہ عزیز تھے۔ وہ تلوار جو اُس نے بنو خزرج سے لڑنے کے لئے خریدی تھی۔ اُس کے اپنے قبیلے کے آدمیوں کے خون سے تر ہو چکی تھی اور عرب کے قانون میں اپنے قبیلے کے کسی فرد کو موت کے گھاٹ اتارنے والے کے لئے رحم کی کوئی

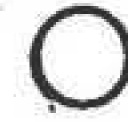
گنجائش نہ تھی۔

اُمیدوں کے وہ چراغ، جن کی روشنی میں اُس نے اپنی زندگی کی ایک نئی منزل دیکھی تھی، بجھ چکے تھے۔ سمیرا کی موت اُس کے نزدیک، مستقبل کے تمام حوصلوں، ولولوں اور اُمیدوں کی شکست تھی۔ ماضی کی روایات سے منحرف ہو کر، جو الگ راستہ اُس نے اپنے لئے تلاش کیا تھا، ایک تاریک غار کے کنارے ختم ہو چکا تھا اور اب اُس کی حالت اُس مسافر کی سی تھی جسے بددلی اور مایوسی نے ہر راستے اور ہر منزل سے بے نیاز کر دیا ہو۔ ماضی کے آغوش سے موت کے مہیب سائے اُس کا پیچھا کر رہے تھے۔ اور اُس کے نزدیک اِس بات کی کوئی اہمیت نہ تھی کہ مستقبل اپنے دامن میں اُس کے لئے کتنی تلخیاں اور کتنی راحتیں لئے ہوئے ہے۔ تاہم زندگی کے ہر ولولے سے محروم ہونے کے باوجود اُسے اپنے قبیلے کے ہاتھوں مرنا پسند نہ تھا۔ یثرب اب اُس کے نزدیک ایک ایسا ظلمت کدہ تھا جہاں کسی روشنی کا تصور کرنا بھی ایک طرح کی خود فریبی تھی اور شام کا رُخ کرتے ہوئے عاصم کو صرف یہ تسکین تھی کہ وہ اِس ظلمت کدے سے دور جا رہا ہے ــــــ لیکن کاش! اُسے یہ معلوم ہوتا کہ صرف چند منزل پیچھے، جبل فاران کی چوٹیوں پر، آفتاب رسالت نمودار ہو چکا ہے جس کی ضیا پاشیوں سے یثرب کے در و دیوار منور ہونے والے ہیں۔ وہ جس وطن کے مستقبل سے مایوس ہو کر جا رہا ہے، اُس پر ارض و سما کی تمام نعمتوں کی بارش ہونے والی ہے۔ وہ زمین جو اُس کے لئے تنگ ہو چکی ہے، اطرافِ عالم میں امن و سکون کے جویاؤں کا مرکز بننے والی ہے۔ جہاں اُس نے شر کا غلبہ دیکھا ہے وہاں نیکی کا بول بالا ہوگا۔ جہاں اُس نے بربریت، وحشت اور انتقام کے انگارے دیکھے ہیں وہاں محبت کے پھول کھلیں گے۔

عاصم نے پیغمبرِ اسلام کے متعلق ابھی تک صرف اِس قسم کی باتیں سُنی تھیں کہ مکہ کی زمین اُس پر تنگ ہو چکی ہے۔ قریش اُسے اپنا دشمن خیال کرتے ہیں، اُس کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں اور اُس پر ایمان لانے والے مٹھی بھر انسانوں کو مکہ کی گلیوں اور بازاروں میں زدوکوب کیا جاتا ہے۔ قریش ایک زبردست قوت کے مالک ہیں اور مکہ میں کسی ایسے دین کی کامیابی بعید از قیاس ہے جس کی تعلیم اُن کے مروجہ عقائد کی نفی کرتی ہو۔

اگر کوئی مردِ حق آگاہ عاصم کا راستہ روک کر یہ کہتا۔ "تم کہاں جا رہے ہو؟ تم اپنے مستقبل سے مایوس کیوں ہو؟ اُس قافلے کا انتظار کیوں نہیں کرتے، جسے قدرت نے اِس وادی میں اپنی عظمت اور جلال کے پرچم گاڑنے کے لئے منتخب کیا ہے؟ تم شام کی بجائے حجاز کی طرف کیوں نہیں دیکھتے۔ تم جس وادی کو الوداع کہہ رہے ہو۔ وہ روئے زمین

کے تمام بے بس اور مجبور انسانوں کی امیدوں اور آرزوؤں کا مرکز بننے والی ہے۔ یہاں زمین کے فرش پر بیٹھنے والے حریری ایوانوں میں سونے والے کجکلاہوں کی قسمت کے فیصلے کیا کریں گے۔ مکہ سے وہ ہادیٔ برحق آنے والا ہے جو اوس و خزرج کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دے گا۔ تم اِس سرزمین پر نفرت اور عداوت کی بجائے اخوت اور محبت کے مظاہرے دیکھو گے۔ تمہیں زندگی کی راحتوں کی تلاش میں کسی اور جگہ جانے کی ضرورت نہیں —— تو عاصم اُسے دیوانہ خیال کرتا۔ اگر اُس وقت اچانک آسمان کے دریچے کھل جاتے۔ اور وہاں سے نازل ہونے والے فرشتے عاصم کو یہ پیغام دیتے کہ پروردگارِ عالم نے اِس زمین کے باشندوں کو اپنے اُن انعامات کے لئے منتخب کیا ہے جو روئے زمین کی کسی قوم کے حصّے میں نہیں آئے تو بھی اُسے اپنی آنکھوں اور اپنے کانوں پر اعتبار نہ آتا۔



چند دن بعد ایک شام عاصم قبیلۂ غطفان کے ایک رئیس زید بن عبادہ کی بستی میں داخل ہوا۔ زید اُن تاجروں میں سے تھا جن کے ساتھ عاصم نے یروشلم سے واپسی میں سفر کیا تھا۔ عاصم کا چہرہ اِس قدر تبدیل ہو چکا تھا کہ زید پہلی نگاہ میں اُسے پہچان نہ سکا اور عاصم کو یہ کہنا پڑا "میں یثرب سے آیا ہوں اور میرا نام عاصم ہے؟"

زید نے گرمجوشی کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا "بھائی معاف کرنا۔ تمہاری صورت دیکھ کر مجھے یقین نہیں آتا کہ تم وہی ہو"

عاصم اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا "ایک مصیبت زدہ آدمی کی شکل تبدیل ہوتے دیر نہیں لگتی۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کی بستی میں ایک بے سہارا آدمی کو پناہ مل سکتی ہے؟ میں صرف چند دن کے لئے آرام کی نیند چاہتا ہوں ——"

زید نے جواب دیا "میرے گھر کے دروازے کے سامنے پہنچ کر تمہیں یہ پوچھنے کی ضرورت نہ تھی"

عاصم بولا "میرا مقصد آپ کی مہمان نوازی کی توہین کرنا نہیں تھا۔ میں صرف یہ بتانا چاہتا تھا کہ میرے دشمن میرا پیچھا کر رہے ہیں۔ ممکن ہے وہ یہاں بھی پہنچ جائیں"

زید نے ایک نوجوان سے کہا "تم اس کا گھوڑا اصطبل میں لے جاؤ اور پھر عاصم سے مخاطب ہو کر بولا ——

"میرے ساتھ آؤ!"

عاصم اُس کے ہمراہ چل دیا۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ اپنے میزبان کے ساتھ ایک پُر تکلف دسترخوان پر بیٹھا تھا۔ عاصم نے چند نوالے کھانے کے بعد اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ تو زید نے قدرے پریشان ہو کر پوچھا "کیوں کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں" عاصم نے جواب دیا "میرا پیٹ بھر چُکا ہے۔ اور اب مجھے چند پہر صرف پُرسکون نیند کی ضرورت ہے"

"میں نے تمہارے آرام کے لئے ایک علیحدہ خیمے کا انتظام کر دیا ہے۔ اب اگر اسے مہمان نوازی کے آداب کے خلاف نہ سمجھو تو میں جاننا چاہتا ہوں کہ تمہارا پیچھا کرنے والوں کی تعداد کیا ہے اور وہ یہاں سے کتنی دُور ہیں؟"

"ان کی پانچ ٹولیاں میرا پیچھا کر رہی ہیں۔ آخری ٹولی کو میں نے یہاں سے تین منزل کے فاصلے پر دیکھا تھا۔ میرا خیال ہے کہ تمام سواروں کی تعداد پچاس کے لگ بھگ ہو گی"

"بنو خزرج کے پچاس سوار تمہارا پیچھا کر رہے تھے اور تمہارے قبیلے کا کوئی آدمی تمہاری مدد کو نہیں پہنچا؟"

"میرا پیچھا کرنے والے بنو خزرج کے آدمی نہیں بلکہ میرے اپنے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں اور میں راستے میں لڑنے کی بجائے اُن کی نگاہوں سے بچ کر یہاں پہنچنا چاہتا تھا۔ مسلسل بے آرامی کے بعد میری آخری اُمید آپ کی بستی تھی لیکن یہاں تک پہنچنے سے قبل میرے لئے یہ اطمینان کرنا ضروری تھا کہ دشمن نے میرا پیچھا چھوڑ دیا ہے۔ سواروں کا پہلا گروہ میں نے یثرب سے فرار ہونے کے دوسرے روز دیکھا تھا۔ پھر میں راستہ چھوڑ کر دو دن صحرا میں بھٹکتا رہا۔ تیسری شام میں بھوکا اور پیاسا بنو کلب کی ایک بستی کے قریب پہنچا تو ایک چرواہے کی زبانی معلوم ہوا کہ یثرب کے پندرہ بیس سوار بستی کے رئیس کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میں نے یہ رات بھی صحرا میں گزاری اور اس کے بعد تین دن اِدھر اُدھر بھٹکتا رہا۔ اِس عرصہ میں مجھے یہ معلوم ہوا کہ بنو کلب کے سواروں کا ایک گروہ بھی مجھے تلاش کر رہا ہے۔ ایک رات میں نے ایک بدوی کے خیمے میں پناہ لی، اُس نے میری خاصی خاطر تواضع کی لیکن جب ہم کھانا کھا کر لیٹ گئے تو وہ دبے پاؤں خیمے سے باہر نکل گیا۔ میں ابھی نیم خوابی کی حالت میں تھا۔ تھوڑی دیر بعد مجھے اپنے گھوڑے کی ہنہناہٹ سنائی دی۔ میں پریشان ہو کر باہر نکلا تو وہ میرے گھوڑے پر سوار ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ مجھے یہ اطمینان تھا کہ میرے گھوڑے پر کوئی غیر سواری نہیں کر سکتا اس لئے میں ایک طرف چھپ کر اطمینان سے یہ تماشا دیکھتا رہا۔ بدوی مایوس ہو کر اپنے اونٹ پر سوار ہوا اور ایک طرف نکل گیا۔ میں نے سوچا کہ شاید وہ مجھے تلاش کرنے والوں کے پاس جا رہا ہے۔ اس وقت میں چند گھنٹے

کی نیند کے عوض اپنا گھوڑا اور زادِ راہ بھی قربان کرنے کو تیار تھا لیکن نیند کی حالت میں قتل ہونا مجھے پسند نہ تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے گھوڑے پر زین ڈالی اور سوار ہو کر وہاں سے چل دیا۔ کوئی پانچ کوس چلنے کے بعد میری ہمت جواب دے گئی اور میں گھوڑے کو کھلا چھوڑ کر ریت کے ایک ٹیلے پر لیٹ گیا۔ پچھلے پہر سردی سے میری آنکھ کھل گئی۔ اور میں نے آگ جلانے کی ضرورت محسوس کی لیکن ابھی میں کوئی خشک جھاڑی تلاش ہی کر رہا تھا کہ مجھے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی پھر چاند کی دھندلی روشنی میں ٹیلے سے کوئی دو سو قدم دور مجھے چند سوار دکھائی دیئے، ایک شتر سوار اُن کی راہنمائی کر رہا تھا۔ میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ وہ کون ہے۔ حیرانی کی بات صرف یہ تھی کہ اُس نے مجھے نیند کی حالت میں قتل کیوں نہیں کر دیا تھا۔"

"اس میں حیران ہونے کی کوئی بات نہیں۔ قتل نہ کرنے کی وجہ صرف یہ ہو سکتی ہے کہ تمہیں پکڑوانے کے بعد اُسے زیادہ انعام کی توقع تھی۔ میں تمہاری تمام سرگزشت سننا چاہتا ہوں لیکن اس وقت تمہیں آرام کی ضرورت ہے میرے ساتھ آؤ۔"

عاصم اُس کے ساتھ باہر نکلا، تھوڑی دیر بعد وہ کشادہ صحن کے کونے میں ایک چھوٹے سے خیمے میں داخل ہوا۔

زید نے کہا۔ "اب تم اطمینان سے سو جاؤ۔ میں تمہیں اس بات کا یقین دلا سکتا ہوں کہ اگر یثرب کی ساری آبادی اس طرف امڈ آئے تو بھی میرا خاندان تمہاری حفاظت کرے گا۔ مجھے بنو کلب کے متعلق بھی یہ اطمینان ہے کہ وہ یثرب کے کسی خاندان کو خوش کرنے کے لئے ہماری دشمنی مول نہیں لیں گے۔"

زید عاصم کو تسلی دینے کے بعد خیمے سے باہر نکل گیا اور عاصم کو بستر پر لیٹتے ہی نیند آ گئی۔ پچھلے پہر وہ بیدار ہوا تو اُس کا گلا پیاس سے خشک ہو رہا تھا۔ اور جسم بخار سے تپ رہا تھا۔ چاند کی روشنی میں اُسے خیمے کے دروازے کے قریب ایک مٹکا دکھائی دیا اُس نے اٹھ کر پانی کے دو کٹورے پیئے اور دوبارہ بستر پر لیٹ گیا۔ لیکن جسم کے درد اور بخار کے باعث اُسے نیند نہ آئی۔ طلوعِ سحر کے وقت وہ خیمے سے نکلا اور کچھ دیر بستی سے باہر گھومنے کے بعد واپس آ کر پھر اپنے بستر پر لیٹ گیا۔

زید خیمے کے اندر داخل ہوا اور عاصم اٹھ کر بیٹھ گیا۔

زید نے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ تم ابھی تک سو رہے ہو گے؟"

عاصم نے جواب دیا۔ "میں کئی دن کے بعد آرام کی نیند سویا تھا لیکن عجیب بات ہے کہ آج ہی مجھے اپنی تھکاوٹ کا احساس ہوا ہے۔ میرا سارا جسم درد کر رہا ہے اور شاید بخار بھی ہے۔"

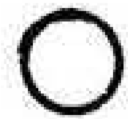
زید نے آگے بڑھ کر اُس کی نبض دیکھی اور بولا۔ "میں شام کے وقت بھی یہ محسوس کر رہا تھا کہ تم بیمار ہو۔ لیکن دو چار دن آرام کرنے کے بعد تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔"

عاصم نے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ میں ایک رات آرام کرنے کے بعد سفر کے قابل ہو جاؤں گا اور آپ کو زیادہ تکلیف نہ دوں گا۔"

زید نے جواب دیا۔ "عاصم! میں تمہیں عمر بھر کے لئے پناہ دے چکا ہوں۔ اور میرا سارا خاندان یہ محسوس کرتا ہے کہ ہمارے لئے یہ سودا مہنگا نہیں۔ میں بنو غطفان کے تمام رؤسا کے سامنے یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ تم ہمارے قبیلے میں داخل ہو چکے ہو اور میرے خاندان سے تمہارا رشتہ خون کا رشتہ ہے۔ ہمارے پاس اہل یثرب کی طرح سرسبز و شاداب چراگاہیں اور باغ نہیں لیکن ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ دوسرے قبائل کے کئی پناہ گزین ہمارے قبیلے میں داخل ہو چکے ہیں۔"

عاصم نے جواب دیا۔ "میں آپ کا شکرگزار ہوں لیکن اس وقت میرا کوئی فیصلہ ایک ایسے انسان کا فیصلہ ہو گا۔ جو اپنے حواس کھو چکا ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ مجھے چند دن سوچنے کا موقع دیں۔"

زید نے ندامت کے لہجے میں جواب دیا۔ "میں نے تمہیں کسی شرط کے بغیر پناہ دی ہے لیکن مجھے یقین ہے تندرست ہونے کے بعد جب تم اپنے مستقبل کے متعلق اطمینان کے ساتھ سوچو گے تو میری مخلصانہ دعوت رد نہیں کر سکو گے۔"



پانچویں دن عاصم کا بخار اتر چکا تھا اور مزید چند دن آرام کرنے کے بعد وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تھا۔ اس عرصہ میں اُسے اپنا تعاقب کرنے والوں کے متعلق یہ معلوم ہو چکا تھا کہ وہ بنو کلب کا علاقہ چھاننے کے بعد بنو غطفان کے بعض رؤسا کے پاس بھی پہنچے تھے لیکن زید کے اثر و رسوخ کے باعث قبیلہ کا کوئی با اثر آدمی ان کا ساتھ دینے پر آمادہ

نہ ہوا۔ ایک دن زید کو یہ اطلاع ملی کہ پانچ سوار اُس کی بستی کا رُخ کر رہے ہیں۔ اُس نے بیس جوان اُن کا راستہ روکنے کے لئے بھیج دیئے۔ زید کے آدمیوں نے بستی سے دو کوس کے فاصلے پر اُن پر حملہ کیا اور اُن کے گھوڑے اور اسلحہ چھین کر اُنہیں واپس بھیج دیا۔ اِس کے بعد کسی اور گروہ کو زید کی بستی کا رُخ کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

تین ہفتے کے بعد ایک دن زید کی چھوٹی بہن کی شادی کے موقع پر قبیلے کا بڑا سردار اور دوسرے رؤسا اُس کے گھر جمع ہوئے تو اُس نے عاصم کو اُن کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا۔ "بھائیو اور بزرگو! مجھے اِس بات پر فخر ہے کہ قبیلہ اوس کے ایک معزز نوجوان نے پناہ لینے کے لئے میرا گھر منتخب کیا ہے اور میری وجہ سے بنو غطفان کے اسلحہ خانے میں ایک قیمتی تلوار کا اضافہ ہو رہا ہے۔ میں اسے اپنے قبیلے میں داخل کرنے کے لئے آپ کی اجازت چاہتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ آپ خوشی سے مجھے اس کی اجازت دیں گے۔ عاصم کے دل میں ابھی تک یہ شبہ ہے کہ ہم شاید اُسے پناہ دے کر بنو اوس کی دشمنی مول لینے کی جرأت نہ کر سکیں۔ اور اسے مطمئن کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ آپ سب باری باری میرے اِس اعلان کی تائید کریں کہ آج سے عاصم کے دوست ہمارے دوست اور اس کے دشمن ہمارے دشمن ہوں گے۔"

قبیلے کے بڑے سردار نے کہا۔ "میں پورے قبیلے کی طرف سے تمہارے اعلان کی تائید کرتا ہوں اور اگر یہ نوجوان ہمارے دوستوں کی خاطر جان دینے کی ہمت اور ہمارے دشمنوں کے خلاف تلوار اٹھانے کا حوصلہ رکھتا ہے تو میں تمہیں مبارکباد کا مستحق سمجھتا ہوں۔"

زید نے فخر سے اپنا سر اونچا کرتے ہوئے کہا۔ "عاصم آپ کو مایوس نہیں کرے گا۔" پھر وہ عاصم سے مخاطب ہو کر بولا۔ "کیوں، عاصم! تم مجھے شرمسار تو نہیں کرو گے؟" لیکن عاصم نے جواب دینے کی بجائے سر جھکا لیا۔

زید نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "عاصم میں اپنا فرض ادا کر چکا ہوں، اب یہ حضرات تمہاری زبان سے یہ سننا چاہتے ہیں کہ آج کے بعد بنو غطفان کے دوستوں کے سوا تمہارا کوئی دوست نہ ہو گا۔ تم خاموش کیوں ہو؟"

حاضرین کی نگاہیں عاصم کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں، اُس نے گردن اٹھائی اور مغموم لہجے میں کہا۔ "میں آپ کا احسان مند ہوں اور احسان مندی کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ میں آپ سے کوئی ایسا وعدہ نہ کروں جسے نبھانا میری ہمت سے بعید ہو۔ یثرب میں اپنے متعلق میں یہ تاثر چھوڑ کر آیا ہوں کہ قدرت نے مجھے دوست اور دشمن کے درمیان امتیاز

کرنے والی نگاہ سے محروم کر دیا ہے۔ وہاں میں نے جن لوگوں کی حمایت میں تلوار اٹھائی تھی وہ میرے دوست نہ تھے، بلکہ اُس قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جس نے میرے باپ، میرے بھائیوں اور میرے عزیزوں کو قتل کیا تھا اور میں نے جن جوانوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا وہ میرے دشمن نہ تھے بلکہ میرے اپنے خاندان کے آدمی تھے۔ کل تک میں ایک خاندان اور ایک قبیلے کا فرد تھا اور میری دنیا دوستوں اور دشمنوں سے آباد تھی۔ لیکن آج میری دنیا دوستی اور دشمنی کے جذبات سے خالی ہے۔ میں اپنے اسلاف کے راستے سے بھٹک کر ایک ایسے صحرا کی طرف نکل گیا تھا جہاں میرے لئے ویرانیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ اپنی بے بسی اور مایوسی کے باوجود صرف ایک گمنام زندگی کی خواہش مجھے زید کے دروازے تک لے آئی تھی۔ ورنہ میں اس عزت افزائی کا مستحق نہ تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں ایک ایسے محسن کو مایوس کر رہا ہوں، جس نے مجھے زندہ رہنے کے لئے سہارا دیا ہے۔ لیکن اب میں یہ عہد کر چکا ہوں کہ زندگی بھر کسی انسان پر تلوار نہیں اٹھاؤں گا۔ میں جانتا ہوں کہ عرب میں اس قسم کا اعلان کرنے والے کو پاگل سمجھا جائے گا۔ لیکن جس شخص نے اپنے خرمن کو اپنے ہاتھ سے آگ لگائی ہو وہ ایک پاگل کے سوا کیا ہو سکتا ہے؟ آپ اِس بات پر تعجب کریں گے کہ میں اپنے کئے پر پشیمان نہیں ہوں بلکہ یہ محسوس کرتا ہوں کہ اگر میری زندگی میں دوبارہ ایسے حالات پیش آئیں تو بھی میرا طرزِ عمل وہی ہو گا جس کے نتیجے میں میری دنیا دوستی اور دشمنی کے متعلق اپنے خاندان اور اپنے قبیلے کے دیرینہ تصورات سے خالی ہو چکی ہے۔"

عاصم یہاں پہنچ کر رُک گیا پھر اُس نے اپنی تلوار کا تسمہ کھولا اور اُسے زید کو پیش کرتے ہوئے کہا۔ "انسانی خون کے لئے میری پیاس بجھ چکی ہے۔ مجھے اب اِس تلوار کی ضرورت نہیں، لیجئے! اور اگر آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ میں نے آپ کو اس محفل میں شرمسار کیا ہے تو میری گردن حاضر ہے۔"

زید نے عاصم کے ہاتھ سے تلوار لے لی۔ وہ غصے سے کانپ رہا تھا۔ عاصم نے دوزانو ہو کر گردن جھکا دی۔ زید نے تلوار کے دستے پر ہاتھ ڈالا لیکن نیام سے آدھی تلوار کھینچنے کے بعد اُس کا ہاتھ رُک گیا، اُس نے بے بسی کی حالت میں قبیلے کے سردار کی طرف دیکھا اور کہا۔ "میں اس پاگل کو پناہ دے چکا ہوں۔"

ایک اور آدمی بولا۔ "لیکن ابھی تم یہ کہہ رہے تھے کہ اسے اپنے گھر میں پناہ دینا تمہاری زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔"

دوسرے نے کہا۔ "زید اِسے پاگل کہہ کر اپنی خفت مٹا سکتا ہے لیکن اس نے ہماری دوستی کا ہاتھ جھٹک کر پورے قبیلے کی ہتک کی ہے۔ اِس کی کم از کم سزا یہی ہے کہ اِسے بنو اوس کے پاس واپس بھیج دیا جائے۔"

بوڑھے سردار نے فیصلہ کُن لہجے میں کہا۔ "نہیں نہیں اگر زید ایک پاگل آدمی کو پناہ دے چکا ہے تو ہم اس کے ساتھ بدعہدی نہیں کر سکتے۔ ہماری حدود میں اس کا بال بیکا نہیں ہونا چاہیئے۔"

"اور ہماری حدود سے باہر؟" ایک نوجوان نے پوچھا۔

سردار نے جواب دیا۔ "حدود سے باہر زید کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے۔"

زید نے عاصم کو اُس کی تلوار واپس دیتے ہوئے کہا۔ "یہ لو مجھے ایک بزدل آدمی کی تلوار کی ضرورت نہیں۔"

عاصم نے پہلی بار اپنی مردہ رگوں میں خون کی حرارت محسوس کی لیکن یہ کیفیت ایک ثانیئے سے زیادہ نہ رہی اُس نے اپنی تلوار لے کر نیام سے نکالی اُس کی نوک زمین پر رکھ کر درمیانی حصہ پر پاؤں کا دباؤ ڈالا اور دیکھتے دیکھتے اُس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اِس کے بعد دستے والا حصہ ایک طرف پھینک کر مڑا اور تیزی سے قدم اٹھاتا ہؤا اصطبل کی طرف چل دیا۔

حاضرین کچھ دیر دم بخود، ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے بالآخر قبیلے کے بڑے سردار نے کہا۔ "یہ دیوانہ کوئی بہت بڑا صدمہ اٹھا چکا ہے، اسے جانے دو ـــــ اور بنو اوس کو یہ پیغام بھیج دو کہ تمہارا مجرم ہماری پناہ سے نکل چکا ہے۔"

زید نے کہا۔ "اگر یہ بذاتِ خود یثرب کی طرف نہ چلا گیا تو بنو اوس اسے نہیں پکڑ سکیں گے۔"

دولہا کا باپ جواب تک خاموشی سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ زید سے مخاطب ہو کر بولا۔ "زید! یہ خوشی کا دن ہے ہمیں ایک دیوانے کو معاف کر دینا چاہیئے۔ میں قبیلے کے تمام لوگوں سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس کا پیچھا نہ کریں۔"

ایک نوجوان نے احتجاج کیا۔ "لیکن ہمارے لئے یہ پابندی صرف اپنے علاقے کی حدود تک رہنی چاہیئے۔ اس کا گھوڑا بہت قیمتی ہے اور اس کی جیب بھی خالی نہیں ہو سکتی۔ اگر ہم نے اسے چھوڑ دیا، تو اس کا سامان راستے میں کسی اور کے کام آئے گا۔"

بوڑھے سردار نے کہا۔ "اب مجھے یقین ہو چکا ہے کہ وہ دیوانہ ہے اور ایک دیوانے کو لوٹ لینا میرے قبیلے کے کسی آدمی کو زیب نہیں دیتا۔ یہ کام ہمیں اُن حقیر لوگوں کے لئے چھوڑ دینا چاہیئے جو صرف مُردوں کا لباس اتارنا جانتے ہیں۔"

باہر عاصم کے گھوڑے کی ٹاپ سنائی دے رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد زید کا ایک نوکر آیا اور اُس نے کہا۔ "وہ پاگل اپنا ترکش اور کمان بھی وہیں پھینک گیا ہے۔"